دیر قبل ان کی حالت ایسی نازک تھی۔

ریاضات مجاہدات اور تصوف کی غایت

کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ خفت مرض کا سبب طبیعت کا متوجہ ہو جانا تھا اُس خاص فن کی طرف جس کے ساتھ آپ کو خاص لگاؤ تھا۔ اور بے شک بات تھی بھی یہی مگر یہی غایت بھی ہے تمام ریاضات مجاہدات اور تصوف کی یعنی ایسا ملکۂ راسخہ پیدا کرنا جو پس مرگ بھی باقی رہے اور یہی تعریف ہے نفس مطمئنہ کی یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربك راضیۃ مرضیہ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت

ایک روز صحیح بخاری کے سبق میں وفات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث جو آئی تو آپ کو ایسا جوش گریہ ہوا۔ کہ سبق موقوف کر دیا۔ اور یہ کیفیت دیکھ کر حاضرین تلامذہ بھی کچھ ایسے متاثر ہوئے کہ ایسی نوبت اُن تلامذہ کو نہ اس سے پہلے کبھی آئی تھی اور نہ پھر دہلی چھوڑنے کے بعد کبھی وہ سماں آنکھوں نے دیکھا ہوگا۔

عشق الٰہی کا سماں

آپ کے عشق کا سماں اُس وقت قابل دید تھا۔ جب کہ آپ آخر شب کو نماز تہجد کے بعد گھر سے آکر در مسجد یا صحن میں بیٹھ جاتے اُس وقت سناٹے کا عالم پپیہوں کا پی کہاں، فاختے کی صدائے کوکو۔ آسمان پر تاروں کی چمک، ٹھنڈی ہواؤں کا جھونکا، اور جوانوں کے خواب ناز کا وقت۔ اُس میں اُردو فارسی اور عربی کے عاشقانہ اشعار کا اپنے خاص لہجے اور خاص سروں میں پڑھنا پھر اُس صدا کی دل ربائی اس کا لطف کچھ وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جنہوں نے اپنی آنکھوں سے وہ سماں دیکھا ہے۔ اور جن کے کانوں میں وہ صدائیں ابھی تک گونج رہی ہیں۔ پھر جب صبح صادق کی ابتدا ہوتی آپ چپ ہو جاتے اور تھوڑی دیر بعد موذن اور طلبہ کو نماز کے لئے جگا دیتے

انتباہ

باوجودے کہ اپنے زمانہ کے طبقہ صوفیہ کرام میں بھی آپ کو وہی درجہ حاصل تھا جو معشر علماء عظام میں تھا۔ مگر آپ سوائے اتباع سنت کے دور از کار باتوں کی طرف کبھی خیال بھی نہ کرتے تھے۔ اور یہی طریقہ حضرات نقشبند کا ہے چنانچہ

ارشاد الطالبین کی عبارت اتباع سنت کے بیان میں

ارشاد الطالبین میں لکھتے ہیں۔ " خواجہ عالی شان بہاء الدین نقشبند و امثال شان حکم کردند کہ ہر عبادت کہ موافق سنت است آن عبادت مفیدتر است براے ازالۂ رذائلِ نفس و تصفیہ عناصر و حصول قرب الٰہی لہذا از بدعت حسنہ مثل بدعت قبیحہ اجتناب می کنند کہ رسول فرمودہ صلی اللہ علیہ وسلم کل محدثۃ بدعۃ و کل بدعۃ ضلالۃ" دوسری جگہ اسی کتاب میں لکھتے ہیں۔ " اگر کسے گوید کہ ما بریاضت شاقہ ترقیات می بینیم۔ و مکاشفات و صفاے باطن می یابیم کہ انکار آں نمی توانم کرد گفتہ شود کہ کشف کونیہ و خرق عادات و تصرف در عالم کون و فساد از ریاضت دست

ارشاد الطالبین کی عبارت کشف و خرق عادت کے بیان میں

میاں صاحب اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں " برادر دینی سید قادر علی وفقکم اللہ آپ کا خط بوساطت مولوی عبدالعزیز کے پہنچا۔ آپ مسائل جمیلہ اجراے امور شرعیہ میں باوجود ناخواندگی کے تیار ہوئے۔ نہایت خوشی ہوئی۔ خدا آپ کی مدد کرے گا کیا پڑھے لکھے آدمی سب انسان ہوتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ جس سے خدمت کتاب و سنت کی ہو وہی انسان ہے اور وہ انسان پختہ مسلم ہے۔ آپ نے مولوی الیہ سے بدعات کی تفصیل خود دریافت کیوں نہ کی۔ ماشاء اللہ اُن کو اس معاملہ میں پورا درک ہے۔ اچھا اب میں مختصر بتاتا ہوں۔ وہ بخوبی سمجھا دیں گے۔ اگر آپ نہ سمجھیں تو پھر مجھ سے دریافت کیجئے گا۔ شیخین و ابوداؤد نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد ترجمہ جس نے جدید بات نکالی ہمارے امر (یعنی دین) میں جو اُس میں نہ تھی پس وہ مردود ہے۔ پس معلوم ہوا کہ یہ حدیث قاطع جمیع محدثات ہے۔ دوم من عمل عملاً لیس علیہ امرنا فھو رد ترجمہ جس نے کام کیا وہ کام کہ نہیں اُس پر امر ہمارا (یعنی دین) پس وہ مردود ہے۔ لہذا یہ الفاظ قاطع بنیان جملہ اعمال غیر ماموربہا ہیں۔ جناب میر صاحب خوب سمجھئے کہ جملہ حسنات جنیدیہ مردود ہیں۔ اس وجہ سے کہ اُن کا امر پیغمبر خدا صلعم نے نہیں فرمایا بلکہ خود اُست نے اپنے جی سے تراش لیا ہے۔ امام شافعی رح نے بھی استحسان کو ابتداع قرار دیا اور اسی جانب امام مالک رح بھی گئے ہیں مطلب سب آئمہ کا یہ ہے کہ اتباع سنت سنیہ میں محوضت صرف اور صرافت محضہ ہو ادنیٰ آمیزش و تراوش بدعت کی نہ پائی جاوے۔ آپ نے گلستاں و بوستاں پڑھی ہو گی شیخ سعدی رح نے لکھا ہے

خلاف پیمبر کسے رہ گزید ٭ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید ٭
بصدق و صفا کوش و ورع و تقیٰ ٭ ولیکن میفزاے بر مصطفیٰ ٭

جو اعتقاد یا قول و فعل حضرت رسول صلعم سے ثابت نہیں اور نہ جناب اقدس نے فرمایا اور نہ کسی کو کرنے کے لئے فرمایا اور نہ کسی کو کرتے دیکھ کر نہ روکا اور نہ آپ کے بعد صحابہ کے عہد میں جاری ہوا اور نہ تابعین و تبع تابعین کے زمانے میں بلا نکیر رائج ہوا بلکہ لوگوں نے اپنی طرف سے اُن قرنوں کے بعد تراشا وہ بالکل بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت و گمراہی ہے اور گمراہی کا نتیجہ دوزخ ہے۔ یہ مختصر الفاظ کافی ہیں " الراقم العاجز سید محمد نذیر حسین عفی عنہ ۱۲

می دہد۔ لہذا حکماے اشراقیین و جوگیان ہند بدان متصف می شدند و ایں کمالات از نظر اہل اللہ ساقط ست بہ جوے نمی خرند۔ رذائل نفس و قتل شیطان کہ ساوس بے نور سنت ممکن نیست۔

محال است سعدی کہ راہِ صفا	تواں رفت جز در پئے مصطفےٰ

مسمریزم

جامع اوراق کہتا ہے کہ یورپ میں مسمریزم والوں نے بھی بہتیرے خرق عادات و مکاشفاتِ ظاہر۔ ظاہر کئے ہیں پھر اگر یہی چیزیں معیار تصوف ہیں تو اِس وقت فرانس وغیرہ ممالک میں ایسے ایسے جلیل القدر صوفی نکلیں گے جن سے زیادہ دشمن اسلام شاید ہی کوئی دوسرا ٹھیرے۔

میاں صاحب کو تو غالباً اِس مسمریزم کی خبر بھی نہ ہو گی مگر اسی تصوف نبوی ؐ نے اُن کو اِس کا یقین دلا دیا تھا کہ یہ سب امور لاشئے ہیں اسلام کو اس سے کسی طرح کا تعلق نہیں ہے۔

مولانا شاہ فضل رحمن صاحب قدس سرہٗ کا ارشاد

جناب مولوی سعادت حسین صاحب مولانا شاہ فضل رحمن صاحب قدس سرہٗ گنج مراد آبادی کے حضور میں استرشاد کے لئے حاضر ہوے آپ نے فرمایا کہ قرآن کو تدبر کے ساتھ پڑھا کرو اور حدیث نبوی ؐ سے خاص لگاؤ پیدا کرو۔ ترمذی اکثر مطالعہ میں رکھو۔ مولانا سعادت حسین صاحب نے عرض کی کہ حضور اعمال و اشغال صوفیہ میں سے کوئی چیز تلقین فرماویں مولانا قدس سرہ نے فرمایا کہ ولایت یہی اور اصلی وہی ہے جو قرآن و حدیث سے حاصل ہو۔ اور سب میں شیطان کا دھوکا ہے۔ اس کے بعد بغیر اس کے کہ کوئی شغل تعلیم فرماتے رخصت کر دیا۔

مولانا قدس سرہٗ کا جوابی خط

ایک مرتبہ ایک طالب علم نے **میاں صاحب** سے ایک سفارش کا خط بنام جناب مولانا شاہ فضل رحمن صاحب قدس سرہٗ گنج مراد آبادی کے چاہا کہ وہ میری تعلیم و تربیت کریں **میاں صاحب** نے بے تکلف لکھ دیا۔ مولانا شاہ فضل رحمن صاحب نے اُس خط کے جواب میں لکھا "آپ نے اس شخص کو میرے پاس کیوں بھیجا؟ ہم کیا جانتے ہیں جو آپ نہیں جانتے۔ ہم کیا اور کچھ بتاتے ہیں۔

مولوی شاہ ممتاز الحق صاحب مرحوم جب حضرت مولانا عبداللہ صاحب غزنوی کے حضور میں بغرض بیعت و ارشاد حاضر ہوئے تو عبداللہ صاحب نے فرمایا کہ تم دہلی جاکر وہاں رہو اور شرف صحبت شیخ سے مستفید ہو کر اُن سے اجازت لے کر یہاں آؤ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ دہلی آ لئے اور یہاں بہت دنوں تک رہے پھر جب میاں صاحب کے خط کے ساتھ امرتسر پہنچے تب عبداللہ صاحب نے اُن سے بیعت لی اور مسترشدین میں اپنے داخل کیا۔

مولانا عبداللہ غزنوی قدس سرہٗ کا ارشاد

بیعت

اقسام بیعت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی فعل چوں کہ حکمت سے خالی نہ تھا اِس لئے آپؐ لوگوں سے بیعت بھی مناسب وقت، مناسب حال قوم، مناسب حال جماعت یا سوسائٹی[۵] اور مناسب حال اشخاص لیتے تھے۔

بیعت جہاد

ایک قسم بیعت کی وہ تھی جو آپؐ لوگوں سے جہاد کر لئے اور میدان جنگ سے نہ بھاگنے پر لیتے جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم فمن نکث فانما ینکث علی نفسہ ومن اوفی بما عاھد علیہ اللہ فسیوتیہ اجراً عظیماً۔ لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونك تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبھم فانزل السکینۃ علیھم الآیۃ۔ الفتح۔ آیت ۱۰ و ۱۸۔

عورتوں کی بیعت امر بالمعروف ونہی عن المنکر

دوسری قسم وہ ہے جو عورتوں کی بیعت میں مذکور ہے خدا کا شریک نہ ٹھیرانا، چوری۔ زنا۔ نہ کرنا، اپنی اولاد کو مار نہ ڈالنا کسی پر بُہتان نہ باندھنا افترا نہ کرنا۔ اور امر بالمعروف میں نافرمانی نہ کرنا جیساکہ قرآن مجید میں فرمایا۔ یاایھا النبی اذا جاءك المؤمنات یبایعنك علی ان لا یشرکن باللہ شیئاً ولا یسرقن ولا یزنین ولا یقتلن اولادھن ولا یاتین ببھتان یفترینہ بین ایدیھن وارجلھن ولا یعصینك فی معروف فبایعھن واستغفر لھن اللہ ان اللہ غفور رحیم۔ سورہ الممتحنہ آیت ۱۲۔

---

[۵] سوسائٹی کا ترجمہ میرے نزدیک "ہم طبقہ جماعت" ہے

نوحہ نہ کرنے پر بیعت

کبھی آپ عورتوں سے شریک باری تعالیٰ نہ ٹھیرانے پر بیعت لیتے اور نوحہ کرنے سے منع فرماتے صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ام عطیہؓ سے روایت ہے قالت بایعنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقرأ علینا ان لا یشرکن باللہ ونھانا عن النیاحۃ۔

مردوں کی بیعت امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر

اور اس قسم کی بیعت آپ مردوں سے بھی لیتے کہ شرک نہ کریں چوری نہ کریں زنا نہ کریں اور نہ کسی جان کو مار ڈالیں جس کو خدا نے حرام کیا مگر حق کے ساتھ۔ بہتان نہ باندھیں۔ افترا نہ کریں امر معروف میں نافرمانی نہ کریں چنانچہ عبادہ بن صامتؓ سے مروی ہے بایعنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم علی ان لا نشرك باللہ شیئاً ولا نزنی ولا نسرق ولا نقتل النفس التی حرم اللہ الا بالحق صحیحین میں موجود ہے عن عبادۃ بن الصامت قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم وحولہ عصابۃ من اصحابہ من اصحابہ بایعونی علی ان لا تشرکوا باللہ شیئاً ولا تسرقوا ولا تزنوا ولا تقتلوا اولادکم ولا تاتوا ببھتان تفترونہ بین ایدیکم وارجلکم ولا تعصوا فی معروف (الی قولہ) فبایعناہ علی ذالك (مشکوٰۃ صفحہ)

نماز پڑھنے زکوٰۃ دینے اور مسلمانوں کی خیر خواہی کرنے پر بیعت

کبھی آپ نماز پڑھنے زکوٰۃ دینے اور مسلمانوں کی بھلائی کے لئے بیعت لیتے عن جریر بن عبد اللہ قال بایعت رسول اللہ علیہ واٰلہ وسلم علی اقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ والنصح لکل مسلم (صحیح بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۳)

اقسام بیعت

المختصر آپ بیعت لیتے تھے ہجرت پر۔ جہاد پر۔ میدان جنگ میں ثابت قدم رہنے پر۔ اقامت ارکان اسلام (صوم۔ صلوٰۃ۔ حج۔ زکوٰۃ) پر۔ اعتصام بالسنۃ اور احتراز عن البدعت پر۔ حرص و شوق عبادت الٰہی پر۔ عورتوں سے نوحہ نہ کرنے پر۔ فقرائے مہاجرین سے سوال نہ کرنے پر (جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان لوگوں میں سے کسی کا کوڑا اگر گر جاتا تو خود اتر کر اٹھا لیتے کسی سے یہ نہ کہتے کہ میرا کوڑا اٹھا دو) مسلمانوں کی خیر اندیشی پر۔ حق بات میں کسی کی ملامت سے نہ ڈرنے پر لا

بیعت طریقت

یخافون فی اللہ لومۃ لائم ہر موقع میں حق کہنے پر۔ اسلام پر قائم رہنے پر نحن الذین بایعوا محمدا علی الاسلام ما بقینا ابدا۔

اور میری رائے میں یہی اخیر بیعت بیعت طریقت ہے کیوں کہ اسلام پر ثابت قدم رہنے کا مطلب اس کے سوا اَور کیا ہو سکتا ہے کہ تمام زندگی فرماں بردار بنے رہو۔ اصل فرماں برداری تو اللہ ورسول کی ہے اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول اور اس کے تبع میں اُس شیخ کی فرماں برداری ہے جو اپنے مریدین ومسترشدین کو خدا اور رسول کا فرماں بردار بناتا ہے۔ اور فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ کی مشق کراتا ہے۔

بیعت خلافت

ایک قسم اَور بھی بیعت کی ہے بیعت خلافت جو خلفا اور سلاطین کے ہاتھ پر کی جاتی ہے عبد الرحمٰن بن عوف نے بمشورت صحابہ جب حضرت عثمانؓ کو خلیفہ مقرر کیا تو بیعت کے وقت یہی کہا۔ ابایعك علی سنة الله و سنة رسوله والخليفتين من بعده (بخاری ص۱۰۷۱) ہم تم سے بیعت کرتے ہیں خدا اور رسول اور دونوں خلیفوں کے طریقے پر۔ امام احمد کی روایت میں ہے ابایعك علی كتاب الله وسنة رسوله وسيرة ابوبكر وعمر ہم تم سے بیعت کرتے ہیں قرآن مجید اور سنت رسول اور سیرت ابوبکر وعمر پر۔

پولٹیکل بیعت

اس بیعت میں یہاں تک تو تدین اور تمذہب کا رنگ باقی ہے مگر خلفائے راشدین کے بعد جو بیعتیں خلفا وسلاطین کے ہاتھوں پر لوگوں نے کیں وہ سب (پولٹیکل) تمدنی بیعت تھی۔ جس کا دستور قدیم سے آج تک ساری دنیا کے سلاطین میں حلف اطاعت کی شکل میں موجود ہے جو تاج پوشی کے وقت جملہ اراکین سلطنت نوابوں، راجاؤں اور چھوٹے چھوٹے خود مختار والیان ملک اور عامہ رعایا سے لیا جاتا ہے اور یہ رسم نہ صرف سلاطین ہی تک محدود ہے بلکہ سلطنت جمہوری (فرانس وامریکہ) میں جو پریسیڈنٹ کا انتخاب کثرت رائے پر مبنی ہے وہاں بھی وہی بیعت دوسری صورت میں موجود ہے۔ کیوں کہ اہل الرائے قائم مقام ہوتے ہیں ہر فرد رعایا کی جانب سے اس صورت میں ان لوگوں کا کسی کو پریسیڈنٹ ماننا ایسا ہی ہے جیسا کہ ہر فرد رعیت نے اُس کو قبول کر لیا۔

حضرات ناظرین جب بیعت شریعت وطریقت کی حقیقت پڑھ چکے تو اب ہم کو یہ دکھانا ہے کہ ہمارے میاں صاحب کس طرح بیعت لیتے تھے۔

میاں صاحب کا طریقہ بیعت

سوائے بیعت خلافت اور بیعت جہاد بیعت ثبات فی القتال اور بیعت ہجرت کے آپ باقی جملہ اقسام بیعت میں سے مناسب حال بیعت مریدوں سے لیتے تھے۔ مولوی ابو محمد حفاظت اللہ مرشد آبادی آپ کے سفر بنگالہ کے بیان میں لکھتے ہیں کہ جب آپ مسلمانان بنگالہ کی جانب سے مدعو ہو کر بطرف بنگالہ تشریف فرما ہوئے تو ہم اور آپ کے پوتے حافظ عبد السلام اور حاجی محمد حسین صاحب ساکن میرٹھ آپ کے ہمراہ تھے جس روز آپ بمقام دیپ کنڈ رونق افروز تھے آپ کی شہرت سن کر اس قدر لوگ جھک پڑے جن کی گنتی ممکن نہ تھی اور سب کے سب نے آپ سے شرف بیعت حاصل کیا۔

دیپ کنڈ میں بے شمار آدمیوں کی بیعت

ایک صاحب کی بیعت کی کیفیت

ایک صاحب اپنی بیعت کی کیفیت لکھتے ہیں کہ رحیم آباد میں بعد المغرب ہم میاں صاحب کے حضور میں بیعت کے لئے حاضر ہوئے اُس وقت آپ لیٹے ہوئے تھے اور تین چار آدمی قریب بیٹھے تھے لیٹے ہی لیٹے اپنے دائیں ہاتھ سے میرے دائیں ہاتھ کو پکڑ کر سورہ اَحزاب کے پانچویں رکوع کو اِنَّ المُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ سے اَجْرًا عَظِیْمًا تک تلاوت فرما کر اُس کے معنی اور مطالب بوضاحت تمام سمجھاتے رہے اس کے بعد فرمایا کہ اگر تم ان سب اعمال کے ہمیشہ عامل رہو گے تو میں بھی تمھاری گواہی کروں گا۔ ورنہ میں کہاں اور تم کہاں۔

سفر پنجاب میں لوگوں کی بیعت

سفر پنجاب میں بھی لوگوں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی ایک روز آپ نے سورہ والعصر کا وعظ فرمایا مسلمانوں کا مجمع کثیر تھا اور بعد ختم ہونے وعظ کے آپ نے مسلمانوں کی طرف خطاب کر کے فرمایا کہ میں عام مسلمانوں کو اجازت دیتا ہوں کہ جس سے زیادہ نہ ہو سکے تو چھوٹا ختم قرآن مجید کا روزانہ کر لیا کرے۔ اور اُس کی صورت یوں بیان فرمائی کہ اول سورۂ فاتحہ پھر الٓمّٓ ذٰلِکَ الْکِتَابُ لَا رَیْبَ فِیْہِ۔ مُفْلِحُوْنَ تک پھر آیت الکرسی پھر آمَنَ الرَّسُوْلُ الخ پھر آیت شَہِدَ اللہُ الخ پھر قُلِ اللّٰھُمَّ مَالِکَ الْمُلْکِ الخ پھر آخر سورہ حشر پھر سورہ کافرون۔ سورہ اخلاص اور مُعَوِّذَتَیْن پڑھ لیا کرے

چھوٹا ختم قرآن مجید کا

مداہنت سے نفرت

مداہنت سے آپ کو سخت نفرت تھی مریدوں اور طلبہ کو اکثر اسی کی نصیحت

کرتے وَدُّوا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ تم سستی کروگے تو یہ بھی سست ہو جائیں گے استقامت کے لئے سخت تاکید کرتے فَاسْتَقِمْ كَمَا اُمِرْتَ۔ عبادت تھوڑی ہی کرو مگر ہمیشہ کرو اور عبادت شاقہ کو بفحوائے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَمَلُّ حَتّٰى تَمَلُّوْا پسند نہ کرتے بلکہ تھوڑی عبادت اور تہجد پر مواظبت و مداومت کی تاکید فرماتے۔

استقامت کی تاکید

تھوڑی عبادت مداومت کے ساتھ بہتر ہے

ایک روز ۱۲۹۲ھ میں فرمانے لگے پچاس برس ہوئے بحمد اللہ تعالیٰ تہجد کی نماز قضا نہیں ہوئی۔ مگر دوبار ایک مرتبہ جب نہایت شدید بخار میں مبتلا ہو گیا تھا اور کئی دن بے ہوش رہا اور دوسری بار بھی ایسی ہی حالت میں قضا ہوئی جس کو صحت کے بعد میں نے پڑھ لیا۔

پچاس برس کی مدت میں نماز تہجد دوبار قضا ہوئی

کوئی شاگرد اگر اپنا ارادہ بیعت کا ظاہر کرتا تو فرماتے کہ "تم تو شاگرد ہی ہو یہی کافی ہے" اس کے بعد بھی اگر اصرار کرتا۔ تو آپ بیعت لے لیتے جس مجمع میں آپ کسی سے بیعت لیتے تقریباً جملہ حاضرین شریک بیعت ہو جاتے۔

شاگردوں کی بیعت

باب پنجم

اخلاق و عادات، مہمان داری، بے غرضی، فتویٰ نویسی، دیانت و امانت، دوستی، آزادی، حق گوئی، بے تعصبی، ہمت، راست بازی، محنت، جفاکشی، اسلامی حمیت، عورتوں پر شفقت، بچوں پر شفقت، شرفاء دہلی کے ساتھ برتاؤ، خاندان کی محبت، وطن کی محبت، اساتذہ کا ادب، مناظرات تلامذہ پر افسوس، انتقام کا خیال نہ ہونا، چشم پوشی، سازو سامان دنیا سے بے تعلقی، مخالفین کا اعتراف، خط اور خطوں کا جواب لکھنا، طرز تحریر آداب والقاب، کام کرنے کی ہدایت، شکریہ کے خطوط، مناسب مذاق صلاح، حسن اخلاق کی تاکید، پند و نصائح، اخلاص، تشفی طلبہ وغیرہ وغیرہ، طلبہ کا خط لکھوانا، طلبہ کے ساتھ شفقت و

ہمدردی، درس میں مذاق، لڑکوں کا امتحان، علما کا
امتحان، مستقل مزاجی، پیشین گوئی، زندہ دلی، خوش
طبعی، شاعری کا مذاق، مرزبوم (سرسٹیٹنس) کا اثر مزاج پر۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق

اخلاق و عادات حضرت عائشہ صدیقہ رضی سے ایک دن کسی تابعی نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کا حال دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا کہ حضرت کا اخلاق تو قرآن تھا۔

عادات میں اتباع سنت کی مشق

میاں صاحب کا خیال اتباع سنت کچھ عبادات ہی تک محدود نہ تھا بلکہ عادات میں بھی ایسی مشق و تمرین بہم پہنچائی تھی کہ وہ طبیعت ثانیہ ہو گئی تھی۔ بیٹھنے میں بیشتر احتبا کرتے چلنے میں ٹھیک وہی طرز جیسا کہ اونچی زمین سے نیچے اُترنے میں ہوتا ہے۔

وضع و انداز

وضع و انداز ایسے نرالے کہ ناواقف آدمی کبھی باور نہ کر سکے کہ مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی (جن کی عالمگیر شہرت محتاج بیان نہیں) یہی ہیں۔

راقم کہتا ہے کہ یہی معنی ہیں کُنْ فِی النَّاسِ کَاَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ کے
آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں حضرت ابوبکر رض کے ساتھ پہنچے تو لوگوں نے پہچانا بھی نہیں کہ ان میں خادم کون ہے اور مخدوم کون۔ مگر جب چہرۂ مبارک پر دھوپ آئی اور حضرت ابوبکر رض نے اُٹھ کر اپنی چادر سے سایہ کر لیا تب لوگوں کو مخدوم و خادم میں امتیاز ہوا۔
غرض عادات میں بھی مرتے دم تک **آپ** کا وہی انداز رہا ع

ہمہ دہر پُر ز خوباں منم و خیال شاہے

سبّ و شتم

سبّ و شتم غالباً **آپ** کی زبان مبارک سے کبھی کسی نے سنا ہی نہیں طلبہ جب بہت شوخی اور ہٹ دھرمی کرتے اور بہت غصہ ہوتے تو فرماتے۔
مردودو کم بختو۔ حدیث پڑھنے آئے ہو اور عمل حدیث کے مطابق نہیں۔ ماں انتظار میں ہو گی کہ بیٹا نذیر حسین سے چپڑاس لانے گیا ہے۔ بارہ برس پہلے آتے تو سمجھتے کہ گل دُم نہ پالا تم کو پالا اب تو ہم ہتھیلی پر سرسوں جماتے ہیں۔

مہمان داری

میاں صاحب کا معمول تھا کہ آپ کے ہاں دہلی میں جو شخص تازہ وارد آتا اُس کی دعوت تین روز ضرور کرتے۔

مولوی سید عبدالعزیز عرف سید عزیز احمد فرخ آبادی لکھتے ہیں "جب میں دہلی جاتا تو میں خاص دسترخوان سے کھانا پاتا تھا اور میرے لئے اُس میں کچھ اضافہ بھی ہو جاتا اور گھر میں یہ بھی فرما دیتے کہ یہ لوگ پوربیئے ہیں ان کے کھانے میں مرچ کم دینا زیادہ جھال ان لوگوں کو پسند نہیں۔

زیارت آخری کے لئے جب میں ۱۹۰۲ء میں حاضر ہوا تو کھانے کے وقت میں باہر چلا گیا تھا آپ دو مرتبہ ڈولی پر مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا کہ عبدالعزیز کہاں ہیں؟"

شیخ محمد حسین صاحب کی دعوت

خاکسار کے پُرانے دوست جناب شیخ محمد حسین صاحب[۱] مرحوم رئیس دربھنگہ فرماتے تھے "میں جب بہ تقریب سیر لکھنؤ ہوتا ہوا دہلی پہنچا تو میاں صاحب کی ملاقات کو گیا آپ مسجد سے گھر جاتے تھے ملاقات ہوتے ہی پوچھا؟ تم کہاں سے آئے میں نے کہا کہ بہ تقریب سیر یہاں آیا ہوں مجھ سے معانقہ کیا اور واپس آکر مجھ کو بٹھا کر باتیں کرنے لگے اور فرمایا کہ میں ابھی آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک تشتری میں پان وغیرہ لئے ہوئے تشریف لائے اور فرمانے لگے آج شب کو دال دلیا فقیر کی کھا لیجئے۔ الغرض میں بعد مغرب پہنچا آپ نے اپنے مکان میں کھانا کھلایا جناب مولانا شریف حسین صاحب مرحوم جناب میر شاہ جہاں صاحب مدظلہ جناب حافظ عبدالسلام صاحب سلمہ سب حضرات موجود تھے کسی کے ہاتھ میں بدھنا تھا کسی کے ہاتھ میں رکابی۔ المختصر دسترخوان بچھا۔ میں تھا اور مولوی عبدالودود مرحوم اور شیخ محمد علی میرے ساتھ تھے کھانا مختلف قسم کا ایسا مزہ دار تھا کہ میں ایمانا کہتا ہوں کہ میں نے ویسا کھانا نہ اُس سے پہلے کبھی کھایا تھا نہ اُس کے بعد کھایا حالانکہ لکھنؤ میں بھی میری دعوتیں وہاں کے متعدد رؤسا نے کی تھیں۔ مگر

[۱] عمدہ کھانے کا شوق و ذوق صحیح رکھتے تھے اکبر حال میں انتقال کیا ۱۲

اُس کھانے کا مزا آج تک بھولا نہیں ہوں میں نے خیال کیا تھا کہ کسی رکابدار سے پکوایا گیا ہے مگر بعد میں معلوم ہوا کہ گھر ہی میں پکا ہے"

منشی محمد امیر صاحب مرحوم کی دعوت

ایک مرتبہ جناب منشی محمد امیر صاحب مرحوم عظیم آباد کے مقتدر رئیس جن کو کھانے اور کھلانے کا خاص مذاق تھا اور کھانے کے خصوص میں اُن کی تمیز مسلّم مانی جاتی تھی بلا اطلاع قریب ۱۱ بجے دن کے آپ کے مکان پر دہلی پہنچے۔ آپ نے اپنے مکان میں اُتارا اور گھر میں جا کر عورتوں سے کہہ آئے۔ منشی محمد امیر صاحب پٹنہ سے آئے ہیں اور کھانے کے شوقین ہیں چند چیزیں جو جلدی میں بن پڑیں اچھی پکا کر بھیج دو ایک گھنٹہ کے اندر منشی صاحب موصوف کے واسطے جو کھانا آیا تو اتنے قسم کی چیزیں دسترخوان پر چنی گئیں کہ منشی صاحب کو سخت تعجب ہوا اور کہنے لگے کیا ؟ حضور کو میرے آنے کی خبر آگے سے ہو گئی تھی کیوں کہ اس جلدی میں ایسا کھانا پکنا تو ممکن نہیں ہے آپ نے جواب میں فرمایا نہیں صاحب یہ آپ کی دعوت نہیں ہے دعوت تو شب کو ہو گی اس وقت جلدی میں کچھ عورتوں نے کچا پکا پکا لیا ہے منشی صاحب اُن کھانوں سے نہایت محظوظ ور متلذذ ہوئے اور کرات و مرات تعریف کی۔

میاں صاحب کی دعوت منشی محمد امیر صاحب مرحوم کے ہاں پٹنہ میں

ایک دفعہ میاں صاحب عظیم آباد تشریف لائے تو منشی صاحب مرحوم نے نہایت اہتمام سے بڑی پر تکلف دعوت دی جس میں انواع و اقسام کے کھانے بافراط اس قدر تیار کئے گئے تھے کہ پچاس ساٹھ آدمی بھی کھا نہ سکے اور بہت سا کھانا نقصان ہو گیا میاں صاحب نے فرمایا کہ صاحبو گناہ بے لذت اسی کو کہتے ہیں۔

کھانے کی تمیز

میاں صاحب کی معمولی غذا تو وہی ستو، روٹی، سرکہ وغیرہ تھی جس کا بیان ہو چکا ہے مگر کھانے کے پہچاننے کا ایسا عمدہ مذاق رکھتے تھے کہ ہوشیار سے ہوشیار اُستاد باورچی کے تیار کئے ہوئے کھانے میں بھی اگر ذرا عیب رہ جاتا (جس کی تمیز اچھے اچھے شوقین کھانے والوں کو بھی مشکل سے ہوتی) تو ذرا سا چکھ کر فرما دیتے کہ اس میں یہ عیب رہ گیا ہے۔

فرخ سیر کی شادی اور دلی کی بربادی

ایک دن تذکرۃً فرمانے لگے دلی تو صرف ایک فرخ سیر کی شادی کے سبب سے

بگڑی جہاں یہ اہتمام تھا کہ ایک سال کے لئے حکم دے دیا گیا تھا کہ کسی مکان سے دھواں نہ نکلے نہ کوئی آدمی کھانا پکائے ہندوؤں کے لئے الگ اہتمام تھا اور مسلمانوں کے لئے الگ۔ شاہی کھانا تو ہر گھر میں بافراط جاتا ہی تھا اس کے ساتھ یہ حکم بھی تھا۔ کہ جس چیز کو جی چاہے شاہی باورچی خانے سے منگوا لے مثلاً کسی کا جی ستو کھانے کو چاہتا ہے کسی کا ساگ روٹی وغیرہ وغیرہ۔ غرض دنیا بھر کے کھانے ہر وقت ہر محلہ میں ہندوؤں کے لئے الگ اور مسلمانوں کے لئے الگ شاہی مہتمم تیار رکھتے تھے۔

میرزا مظہر جانجاناں قدس سرہ کی تمیز اور نفاست طبع

کھانے کی تمیز کے خصوص میں حضرت میرزا مظہر جان جاناں علیہ الرحمۃ کی بہت تعریف کرتے ایک حکایت بیان کی کہ "عبدالاحد خاں وزیر نے ایک روز لوزیں نہایت اہتمام سے تیار کرا کے میرزا مظہر جان جاناں قدس سرہ کی خدمت میں بھیجی میرزا صاحب نے ایک لوزیں سے ذرا سا توڑ کر چبا کر تھوک دیا اور فرمایا کیا بیلوں کی سانی بھیجی ہے"

بے غرضی، فتوے نویسی

ڈاکٹر حافظ مولوی نذیر احمد صاحب (جو داماد ہیں میاں صاحب کے سالے مولوی عبدالقادر بن مولانا شاہ عبدالخالق علیہما الرحمۃ کے) فرماتے تھے کہ زمانہ غدر میں مسز لیسنس زخمی کو جس وقت میاں صاحب نے

مسز لیسنس کی خدمت

نیم جاں دیکھا تو بہت روئے اور اپنے مکان میں اُٹھا لائے۔ اپنی اہلیہ اور عورتوں کو اُن کی خدمت کے لئے نہایت تاکید کی اُس وقت دیوار درمیان باغیوں کی فوج قبضہ کئے ہوئے تھی اگر ذری خبر بھی لگ جاتی تو آپ کی بلکہ سارے خاندان کی جان بھی جاتی اور خانماں بربادی میں بھی کچھ دیر نہ لگتی اُس وقت آپ نے محض بے غرضانہ حسبۃً للہ اُس کی خدمت کی۔ علاج کیا اور بعد قائم ہو جانے امن کے بحالت تن درستی اُس کو انگریزی کیمپ میں پہنچا دیا جس کا نتیجہ خدا کی طرف سے یہ ہوا کہ آپ اور آپ کے متوسلین کو گورنمنٹ انگریزی کی طرف سے امن وامان کی چٹھی ملی۔ چنانچہ انگریزوں کے تسلط کے بعد

جب سارا شہر غارت کیا جانے لگا تو آپ کا محلہ صرف آپ کی بدولت محفوظ رہا"

مولوی عبدالحمید سوہدروی حافظ عبدالمنان صاحب کا ایک سفارشی خط لے کر دہلی پہنچے اُس خط میں مکرر سہ کرر عرض کی گئی تھی کہ ان کی تعلیم کی جانب حضور توجہ خاص مبذول فرمادیں آپ نے ایک طالب علم کی طرف اشارہ کیا کہ اس خط کو پڑھ کر سناؤ۔ مکرر مضمون سفارش کو سُن کر آپ نے فرمایا مصرع

بریں خوان یغما چہ دشمن چہ دوست

فتووں کی نقل اگر رکھی جاتی تو چار عالمگیری سے زیادہ ہوتی

آپ نے کتنے فتوے لکھے اور کتنے استفتا کا جواب لکھا اس کا حصر صحیح قریباً ناممکن ہے۔ ستائیس ۲۷ برس اپنی وفات سے پہلے ایک روز عندالتذکرہ فرمانے لگے کہ میرے سارے فتووں کی نقل اگر رکھی جاتی تو کم سے کم چار فتاوی عالمگیری کے برابر تو ہوتی مگر پہلے اس کا خیال کسی نے نہیں کیا اب میاں شریف حسین نقل رکھنے لگے ہیں۔

فتاویٰ نذیری

خاکسار مصنف کہتا ہے کہ اس ستائیس برس کے زمانہ میں بھی آپ نے سیکڑوں بلکہ ہزاروں فتوے لکھے ہوں گے جن میں سے بیشتر فتووں کی نقل حافظ عبدالسلام (آپ کے پوتے) کے پاس مولوی شریف حسین صاحب مرحوم کے ہاتھ کی لکھی ہوئی غالباً موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو توفیق دے کہ جہاں تک آپ کے فتوے دستیاب ہوسکیں اُن کو جمع کرکے فتاویٰ نذیری کے نام سے چھپوا دے۔

اصول فتویٰ نویسی

آپ نے اپنے فتویٰ نویسی کا اصول یہ رکھا تھا کہ محض بے غرض فتوے لکھتے کسی کی مطلق رورعایت نہیں کرتے اور نہ کبھی کسی سے اس کا کسی قسم کا صلہ لیتے یا کوئی پیشکش قبول کرتے اور فتویٰ نویسی کے ذریعہ سے کسب معاش کرنے کو نہایت معیوب خیال کرتے اور اُن لوگوں کو نہایت ہی حقارت انگیز نگاہ سے دیکھتے جنھوں نے فتویٰ نویسی کو ذریعہ معاش بنایا ہے ان کی نسبت اکثر فرماتے کہ ان کو دو روٹیاں (دو روپئے) دو جو چاہو لکھ والو۔

اور اگر کوئی شخص کسی پیرائے سے اپنے موافق فتویٰ کا جواب لکھوانا چاہتا

فتویٰ کے جواب میں کسی کی خاطر نہیں کرتے

تو صاف کہہ دیتے کہ اسی لئے تو میں نے کسی کی نوکری نہیں کی۔

ایک شخص نے استفتا کا جواب لینے کے بعد کچھ روپئے آپ کے ہاتھ میں دئے آپ نے فوراً روپیوں کو پھینک دیا اور خفا ہو کر فرمانے لگے کہ تو مجھ کو رشوت دینے کے لئے آیا ہے اُس نے معذرت کے بعد عرض کیا فتوے کی اُجرت نہیں ہے بلکہ یوں ہی پیشکش کیا ہے آپ نے فرمایا اُور بھی کبھی تو مجھ سے ملا تھا اور کچھ دیا تھا[1] آخر آپ نے اُن روپیوں کو نہیں قبول کیا اور اس کو واپس لے جانا ہی پڑا۔

روپیہ نہیں لیا

دیانت داری اور امانت داری

فتوے نگاری میں آپ جس دیانت سے کام کرتے اُس کا حال تو ناظرین کو معلوم ہی ہو گیا۔

محلہ والے اور سفر جانے والے اکثر اپنی چیزیں اور روپئے آپ کے پاس امانت رکھ جاتے اور جس طرح وہ دے جاتے اُسی طرح آپ رکھ دیتے اور جتنے دنوں کے بعد جب آکر طلب کرتے تو ہو بہو لاکر دے دیتے۔

ایک سو اسی روپیوں کی چوری اور ادا کاری

ایک واقعہ مجھ کو یاد ہے کہ ایک سپاہی پنجابی ایک سو اسی روپیہ (۱۸۰) دو مہینے کے وعدہ پر آپ کے پاس امانت رکھ کر باہر چلا گیا جب اُس کے آنے کا زمانہ قریب ہوا تو کسی نے ایک دن صندوق توڑ کر سب روپئے نکال لئے آپ نے جب بکس کو ٹوٹا ہوا پایا تو سخت تشویش ہوئی بالآخر آپ نے کسی طرح اُس کے آنے سے قبل ایک سو اسی روپیہ (۱۸۰) کا بندوبست کر کے رکھا اور آنے کے ساتھ فوراً دے دیا بلکہ اس واقعہ کی اُس کو خبر تک نہ دی۔

دوستی اور دوستوں کے ساتھ برتاؤ

حافظ قاری فیض کا واقعہ

حافظ قاری ابو الخیر فیض محمد مرحوم (جو شاگرد تھے قاری کرم اللہ دہلوی کے

[1] کتب فقہ میں قاضی کے لئے قبول ہدیہ ایسے شخص سے جائز لکھا ہے جس سے یہ رسم پہلے سے جاری ہو ورنہ نہیں۔ ولا یقبل ہدیۃ الا من ذی رحم محرم او ممن جرت عادتہ قبل القضاء بالمهاداۃ ہدایہ جلد ۳ صفحہ ۰ مطبوعہ مطبع احمدی دہلی ۱۲

اور وہ شاگرد تھے حضرت شاہ عبدالقادر قدس سرہ العزیز کے) کو میاں صاحب سے قرآن سنایا تھا۔ اور قرأت بھی اُن سے سیکھی تھی چنانچہ سند قرآن مجید آپ اُنہیں کے واسطے سے دیتے تھے[عہ] اور قاری فیض نے بھی کچھ میاں صاحب سے پڑھا تھا غرض دونوں ایک دوسرے کے شاگرد اور دوست تھے۔ قاری فیض نواب باندہ کے ہاں نوکر تھے اور فن قرأت میں مسلم الثبوت اُستاد مانے جاتے تھے اُن کی ملازمت کی مدتوں بعد قاری عبدالرحمٰن صاحب مرحوم پانی پتی بھی نواب باندہ کی سرکار میں ملازم ہوئے مگر چونکہ قاری فیض ملازم قدیم تھے اور ایک نبی اُن کا مشاہرہ زیادہ تھا اور قاری عبدالرحمٰن کا کم۔ قاری عبدالرحمٰن صاحب کو یہ خیال رہتا کہ یہ صرف قاری ہے اور اس کا مشاہرہ زیادہ ہے اور میں مولوی بھی ہوں اور قاری بھی اس لئے اُن سے اور قاری فیض سے باوجودیکہ یہ نابینا تھے چشمک چلنے لگی۔

قاری عبدالرحمٰن کا حملہ قاری فیض پر اُنیس سوالات علم قرأت کے پیرایہ میں قاری فیض کا جواب

ایک روز قاری عبدالرحمٰن صاحب نے اُنیس[۱۹] سوالات متعلق علم قرأت کے لکھ کر نواب باندہ کے حضور میں پیش کئے کہ حضور قاری فیض سے اس کے جواب لکھوا دیں۔ نواب صاحب نے قاری فیض کو وہ سوالات دئے کہ آپ اِس کا جواب لکھوا دیجئے قاری فیض نے سوالات کو سن کر کہا کہ "میں سوال و جواب نہیں جانتا میں پڑھنا جانتا ہوں جس کو قرأت کا دعویٰ ہو میرے سامنے پڑھے اور مجھ سے سنے" مگر نواب باندہ چوں کہ قاری فیض کو چاہتے بہت تھے اور مسلم الثبوت قاری بھی جانتے تھے۔ اس خیال سے کہ اس اندھے کی آنکھ کسی موقع پر نیچی نہ ہو جواب کے لئے اصرار کیا۔ قاری فیض نے یہ کہہ کر کہ "اچھا کوئی لکھنے والا ملے گا تو جواب لکھوا دوں گا" سوالات اپنی جیب میں رکھ لئے

قاری فیض کا بنارس آنا

نواب باندہ بنارس آتے تھے قاری فیض کو بھی ساتھ اپنے لیتے آئے بنارس میں ایک روز نماز صبح کے بعد قاری فیض نے اپنے قائد سے کہا کہ "مجھے سرائے چل

عہ مولوی ابو ابراہیم پٹنی مدراسی کی سند میں لکھتے ہیں "اما القرآن المجید فقد قرأت علی الحافظ القاری فیض محمد سرہندی وہو قرأ علی المولوی کرم اللہ الدہلوی وہو قرأ علی الشاہ عبدالقادر الدہلوی وہو قرأ علی ابیہ الشاہ ولی اللہ المحدث الدہلوی" ۱۲

میں نے رات کو خواب دیکھا ہے کہ میرے اُستاد آئے ہیں اور سرا میں ٹھیرے ہیں" قائد بھی میاں صاحب سے واقف تھا اُس نے جواب دیا کہاں دلی کہاں بنارس آپ خواب بھی بے جوڑ دیکھتے ہیں اس پر قاری فیض نے جھڑک کر کہا کہ "میرا خواب جھوٹا نہیں ہوتا" قائد سرا کی طرف لے چلا جب بنارس کی سرا میں پہنچے تو میاں صاحب نے دیکھا کہ قاری فیض چلے آرہے ہیں لپک کر ہاتھ پکڑ لیا سلام علیکم کے اور مصافحہ کے بعد میاں صاحب نے پوچھا ارے اندھے تو کہاں؟ قاری فیض نے جواب دیا نواب باندہ کے ساتھ آیا ہوں اور وہ سوالات کا کاغذ نکال کر دیا کہ اس کا جواب لکھ دو میاں صاحب نے اُنیسوں سوالات پڑھے ۔ دیکھا کہ سارے سوالات اتقان کے ہیں اور جواب بھی اُن کے اتقان ہی میں موجود ہیں میاں صاحب کو اتقان ساری ازبر تھی فوراً جواب لکھ کر قاری فیض کو دے دیا اور پوچھا کہ "یہ سوالات کس نے لکھے تھے"؟ قاری فیض نے کہا مولوی عبدالرحمٰن پانی پتی نے میاں صاحب نے کہا ارے وہ ہمارا پُرانا یار نہایت غصہ ور آدمی ہے سنے گا تو مجھ سے بگڑ جائے گا ۔ خیر اب تو لکھ چکا مگر میرا نام ظاہر نہ کرنا اور نواب باندہ کو بھی میرے یہاں آنے کی خبر نہ دینا قاری فیض وہ جواب لئے ہوئے خوش خوش نواب صاحب کے پاس پہنچے اور جیب سے کاغذ نکال کر نواب صاحب کو دیا کہ سوالات کے جواب لیجئے ۔ نواب باندہ چوں کہ خود حافظ اور قاری تھے اور اس فن کے ساتھ کمال دلچسپی رکھتے تھے یہاں تک کہ اپنی فوج میں صرف حافظوں اور قاریوں کا ایک رسالہ تیار کیا تھا ۔ علاوہ اس کے ہر وقت اُن کے دربار میں علما کا مجمع رہتا تھا ۔ جواب کو سُن کر علما نے بھی بڑی تعریف کی اور نواب صاحب بھی بہت خوش ہوئے اور پوچھا کہ "یہ جواب کس نے لکھا ہے؟" قاری فیض نے کہا کہ "میرے اُستاد نے" پوچھا کون اُستاد کہا مولوی نذیر حسین دلی والے پوچھا وہ یہاں کہاں ۔ کہا سرا میں تو ہیں نواب صاحب نے فوراً پالکی اپنے ممتاز مصاحبین اور قاری فیض کے ساتھ سرا میں بھیجی کہ جس طرح ہو اُن کو یہاں لے آؤ بالآخر قاری صاحب زبردستی

قاری فیض اور میاں صاحب سے بنارس میں ملاقات

قاری فیض نے اُنیسوں سوالات میاں صاحب کو دئے میاں صاحب کو پوری اتقان حفظ تھی سوالوں کے جواب اتقان میں مذکور تھے

میاں صاحب کے لکھے ہوئے جواب کی نواب باندہ اور علما نے بڑی تعریف کی

نواب باندہ نے میاں صاحب کو باصرار بلایا

میاں صاحب کو سرائے پکڑ کر پالکی میں بٹھا کر لے گئے نواب صاحب نے بڑے تپاک سے ملاقات کی اور باندہ چلنے کے لئے اصرار شدید کیا۔ رمضان کا تھا مہینہ میاں صاحب نے فرمایا کہ ”مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب بعد نماز عید بارادہ ہجرت مکہ معظمہ جانے والے ہیں اور میں اپنے وطن سورج گڈھ سے دوڑا دوڑا اُن کو رخصت کرنے کے لئے جا رہا ہوں۔ میں کسی طرح ایک دن بھی کہیں ٹھیر نہیں سکتا۔

شاہ اسحٰق صاحب کی ہجرت اور میاں صاحب کی سعفدت

نواب صاحب بھی باندہ واپس جانے والے تھے اور گاڑیوں پر اسباب روانہ کیا جا رہا تھا۔ قاری فیض نے بلا اطلاع میاں صاحب کے آپ کا اسباب باندہ روانہ کر دیا مجبوراً آپ کو نواب کے ساتھ باندہ جانا پڑا اور وہاں نواب صاحب نے بہت اصرار سے کہا کہ بعد نماز عید آپ دہلی جائیں مگر میاں صاحب نے اپنے شفیق اُستاد شاہ محمد اسحٰق علیہ الرحمۃ کی آخری ملاقات کی دُھن میں کچھ نہ سنا اور دوسرے ہی دن باندہ سے روانہ ہو گئے۔

قاری فیض بزور شب میاں صاحب کو باندہ لے گئے

نواب باندہ کا اصرار نماز عید کے لئے۔

نواب باندہ نے جب قاری عبد الرحمٰن صاحب مرحوم کو وہ جواب دے دیا اور اُن کو معلوم ہوا کہ یہ جواب میاں صاحب نے لکھے ہیں تو آپ سے ایسے رنجیدہ ہوئے کہ تمام عمر صاف نہ ہوئے۔

قاری عبد الرحمٰن کو جب معلوم ہوا کہ جواب میاں صاحب نے لکھے ہیں تو آپ سے رنجیدہ ہوئے کہ تمام عمر صاف نہ ہوئے

ایک دن کا ذکر ہے کہ قاری عبد الرحمٰن صاحب مرحوم مسجد میں میاں صاحب کے آئے اور دوسری جانب رخ کر کے پوچھنے لگے مولوی عبد الرب صاحب (میاں صاحب کے سالے) کہاں ہیں؟ میاں صاحب نے لپک کر قاری صاحب کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا۔ عبد الرب کل کا لونڈا جس کو میں نے مار مار کر پڑھایا ہے اُس سے تم سے کہاں کی ملاقات زمانہ طالب علمی میں ہم اور تم سات برس تک ایک حجرے میں رہے اس کا کچھ خیال نہیں اور آج مولوی عبد الرب صاحب پوچھے جاتے ہیں۔ آخر قاری صاحب کو پکڑ کر اپنے پاس بٹھلایا اور بے تکلفانہ ہنسی مذاق کی باتیں کرنے لگے۔

قاری عبد الرحمٰن اور میاں صاحب کی بے تکلفانہ ملاقات

یہ تھا برتاؤ آپ کا دوستوں کے ساتھ۔ قاری فیض کی طرف سے جو جواب لکھ دیا وہ بھی دوستانہ اور قاری عبد الرحمٰن سے جس طرح ملے وہ بھی مخلصانہ

قاری فیض اور قاری عبد الرحمٰن دونوں کے ساتھ دوستانہ برتاؤ

مولوی زین العابدین مرحوم کی یاد

سید عبدالعزیز فرخ آبادی لکھتے ہیں۔ "میں الہ آباد سے جب دہلی جاتا تو فرماتے۔ بھائی تمہارے آنے سے مولوی زین العابدین مرحوم یاد آجاتے ہیں اور اپنی طالب علمی کے مزے اس وقت سامنے ہو جاتے ہیں جس کو ساٹھ ستر برس کا زمانہ ہوا۔

آزادی حق گوئی

رسول خدا سے بڑا کوئی نہیں

آپ جب کوئی حدیث صحیح بیان فرماتے اور کوئی شخص اس کے معارض کسی ائمہ مذہب کا قول پیش کر دیتا تو برہم ہو کر فرماتے۔ سنو یہ بزرگ ہم سے بڑے میرے باپ سے بڑے دادا سے بڑے مگر رسول خدا سے بڑے نہیں ہیں۔

بے تعصبی

آپ کی عادت تھی کہ جب کوئی شخص آپ کے خلاف میں تقریر کرتا اور وہ حق پر ہوتا تو فوراً تسلیم کر لیتے اپنے منصب اور مشیخت کی ذری پروا نہ کرتے چنانچہ مولوی سید عبدالعزیز[ف] عرف عزیز احمد کو ایک خط میں لکھتے ہیں

ابوداؤد پر بحث اور اپنی غلطی کا اقرار

"تم نے مجھ سے ایک مرتبہ سنن ابوداؤد پر بحث شدید کی اور میرا کہنا نہ مانا۔ تیسری مرتبہ مجھے تمہارا راضی کرنا پڑا اس واسطے کہ تم برسر حق تھے اور تم نے بات بھی سلف صالحہ کے مطابق پیدا کی تھی"

مولوی یار علی بارو مرحوم ساکن بارو ضلع ترہت کا ذکر خیر

میاں صاحب اکثر نہایت حسرت انگیز لہجہ میں فرماتے۔ خدا پیادوں سے وہ کام لیتا ہے جو شہسواروں سے نہیں ہو سکتا ورنہ آج مولوی یار علی بارو ضلع ترہت والے (جو مولانا شاہ محمد اسحٰق صاحب کے شاگرد رشید تھے) اگر دہلی میں بیٹھ کر درس دیتے تو ان کے سامنے کس کا چراغ جل سکتا! مگر افسوس کہ خدا نے پورنیہ میں ان سے وکالت کرائی۔

[ف] یہ شاگرد ہیں شمس العلما مولوی امیر احمد مرحوم سہسوانی کے اور وہ شاگرد تھے اپنے والد مولوی امیر حسن مرحوم کے جن کو میاں صاحب نے متبنی کیا تھا اور ان کی تعلیم منطق۔ معقول فلسفہ۔ فقہ۔ حدیث اور تفسیر وغیرہ کی ابتدا سے انتہا تک اور تربیت بھی خود کی تھی۔ شاگرد در شاگرد در شاگرد کے مقابلہ میں یہ بے تعصبی انتہا سے کمال ہے ۱۲

ہمت

رد تقلید میں مولانا شاہ ولی اللہ اور مولانا شہید رحمہما اللہ کی تحریریں

اس میں شک نہیں کہ رد تقلید میں تحریریں لکھیں جناب شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ محدث دہلوی نے مگر اُس زمانہ میں مطابع کے نہ ہونے کی وجہ سے کتابوں کی اشاعت آسان نہ تھی اس لئے اُن تحریروں نے عملی صورت اُس وقت اختیار نہیں کی۔

جناب مولانا اسمٰعیل شہید نے رسالے بھی لکھے اور خود آمین بالجہر و رفع الیدین علانیہ بھی کرنے لگے مگر چوں کہ وہ سکھوں سے جہاد کرنے میں مشغول ہو گئے اس لئے تقلید کا رواج عام طور پر جس طرح سے پہلے تھا اُسی طرح رہا عملاً و علماً بلکہ خاص علما بھی مقلد ہی رہے **میاں صاحب** کے عمل بالحدیث شروع کرنے تک فتوے فقہ و فتاویٰ کی کتابوں سے لکھے جاتے تھے۔ اور انہیں کتب متداولہ کا حوالہ دیا جاتا تھا **میاں صاحب** نے جب معیار الحق لکھی اور اصولاً تقلید اور اُس کے بیشتر مسائل کو توڑ دیا اُس وقت سے تقلیدی خارزار کی صفائی علماً اور عملاً ہونے لگی۔ اب فتویٰ نویسی نے بھی جامہ بدلا یعنی بجائے اس کے کہ تقلیدی جواب لکھا جائے تحقیقی جواب لکھا جانے لگا علما اور عوام نے کوئی دقیقہ مخالفت کا اُٹھا نہ رکھا۔ وہابی معتزلی لامذہب اور کافر وغیرہ وغیرہ کا پل باندھ دیا۔ مگر نہایت ہی بودہ نا قابل عبور۔ بحث و مناظرے کی کوئی حد نہ رہی۔ یہ قاعدہ ہے کہ جنگ میں جب تک اوزار برابر کے نہ ہوں لڑائی جاری نہیں رہ سکتی۔ علماء مخالفین نے بھی اب قرآن و حدیث کے اوزار سے کام لینا چاہا مگر نو مشقی کے سبب ٹھیک طور پر استعمال نہ کر سکے۔ میدان تو **میاں صاحب** اور اُن کے سپاہیوں کے ہاتھ رہا مگر شکست خوردہ جنرلوں کو جو فائدہ شکست سے اُٹھانا چاہیے تھا وہ اُن کو ضرور پہنچا یعنی اپنے نقصانات اور خامیوں سے اچھی طرح واقف ہو گئے۔ اور قرآن و حدیث کی طرف رجوع کرنے لگے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ یا اہل حدیث ہو گئے یا متعصب نہ رہے الا ماشاء اللہ۔

معیار الحق کی تصنیف کے بعد فتویٰ نویسی نے جامہ بدلا

بحث و مناظرہ کی حد بندی

مخالفین نے قرآن و حدیث کی طرف رجوع کیا

وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔

میاں صاحب کی فتح کامل

میاں صاحب ہی کی ہمت تھی جنھوں نے تن تنہا اس عظیم الشان کام کو شروع کیا اور ایسی فتح کامل کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور ممالک حدیث کو نہایت ہی وسیع، سرسبز اور شاداب چھوڑا۔

مولوی عبیداللہ صاحب کی تحریر

مولوی عبیداللہ صاحب مرحوم اپنی کتاب تحفۃ الاخوان کے صفحہ ۸ مطبوعہ مطبع فاروقی میں لکھتے ہیں "میں نے ایک مرتبہ کئی مسئلے مولوی مظفر حسین صاحب سے پوچھے تو وہ مجھ کو اپنے ساتھ سہارن پور لے گئے کہ ان مسائل کا جواب مولانا سعادت علی اور مولانا حافظ احمد علی صاحبان سہارن پوری سے لکھوا دوں گا۔ ایک مسئلہ کے جواب کی نسبت مولوی سعادت علی نے فرمایا

مولوی سعادت علی صاحب کی رائے

اس کام کی ہمت اللہ جل شانہ نے مولوی **نذیر حسین** صاحب ہی کو دی ہے"

مولوی احمد علی صاحب کا اقرار عجز

اور ایک دن مولانا حافظ احمد علی صاحب کی خدمت میں بعض مسائل تقلید میں گفتگو ہو رہی تھی فرمانے لگے ان مسائل میں ہم کو مولانا نذیر حسین صاحب کی بات کا جواب نہیں آتا اُن کے جواب میں ہم چُپ ہو جاتے ہیں۔

راست بازی اور صداقت

ہندوستان دارالحرب نہیں ہے غدر غدر تھا نہ جہاد

اس کی نسبت اسی قدر لکھنا کافی ہے کہ **آپ** جو کہتے تھے اُس کو کر کے دکھا دیتے تھے اور اس طرح نظیر قائم کرتے تھے۔ ہندوستان کو دارالامن سمجھنا غدر میں جہاد کے فتویٰ پر دستخط و مہر نہ کرنا، بہادر شاہ کو سمجھانا کہ انگریزوں سے جنگ مناسب نہیں ہے، یہ سب **آپ** کی راست بازی کی دلیلیں ہیں جو نازک وقتوں میں **آپ** سے ظہور میں آئیں۔

معیار الحق کی اشاعت

سب سے زیادہ قابل غور "معیار الحق" کی اشاعت بہ نفس نفیس ہے کیوں کہ محمد شاہ پنجابی (**میاں صاحب** کے شاگرد تھے اور چار برس کے قریب ملازم خدمت رہے تھے) نے رسالہ تنویر العینین فی اثبات رفع الیدین اور ایضاح الحق الصریح" مصنفہ مولانا اسمٰعیل شہید کی تردید میں "تنویر الحق"

نام ایک رسالہ لکھ کر نواب قطب الدین خان مرحوم کی طرف سے شائع کیا۔
میاں صاحب نے جب اُس رسالہ کو دیکھا تو فوراً سمجھ گئے کہ یہ چالاکی
محمد شاہ کی ہے ؎

تہیدستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل		کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را

کہاں بھولے بھالے نواب صاحب اور کہاں یہ معرکۃ الآرا اور محط الانظار اصولی مسائل۔ معہذا آپ نے کتاب "معیار الحق" لکھی جس میں تنویر الحق کے مغالطات اور غلطیوں کو ایسا واشگاف طور پر ظاہر کر دیا کہ کوئی اصولی بشرطیکہ اصول فقہ میں فی الواقع مہارت تامہ اور دستگاہ کامل رکھتا ہو اُس کی مخالفت کر ہی نہیں سکتا اور خود اپنی طرف سے اور اپنے نام سے اس کتاب کو آپ نے شائع کیا۔ حالاں کہ ایسے موقع میں آپ کی جگہ طبقہ علماء میں سے کوئی دوسرا نامبر آور وہ شخص اپنے شاگرد کے مقابل میں جس نے چار برس تک کفش برداری کی ہو اپنا نام ظاہر کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔ بلکہ کسی شاگرد ہی کی طرف سے شائع کراتا۔ اور اس کو مخاطب صحیح ٹھیرانے میں نہایت ہی ہتک اپنی خیال کرتا۔ خصوصاً اُس حالت میں جب کہ نواب قطب الدین خان مرحوم ہم سبق مخاطب صحیح موجود تھے گو کہ وہ حقیقی نہ ہوں مگر یہ آپ کی محض راست بازی اور صرف صداقت ہی صداقت تھی۔ جو کہ دودمان سیادت سے اباً عن جدٍ وراثتاً پہنچی تھی۔

قرأۃ فاتحہ کے لئے مباہلہ

قرأۃ فاتحہ اور قرأۃ فاتحہ خلف الامام کو آپ واجب سمجھتے تھے اور جب اس کے وجوب پر تقریر کرنے اور سمجھانے لگتے پھر اُس وقت کوئی شخص ہٹ دھرمی سے خلاف میں گفتگو کرتا تو براہ صداقت جبلی فوراً مباہلہ کے لئے آمادہ ہو جاتے۔

محنت وجفاکشی

جس میت کی خبر آپ کو ہوتی چاہے وہ کتنی ہی دور کیوں نہ ہو اُس کی تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ میں ضرور شریک ہوتے جس کی شکایت

سب سے زیادہ طلبہ کو تھی کیوں کہ اکثر اُس دن سبق ناغہ ہو جاتا تھا۔
کوئی شخص دعوت شہر کے دور دراز حصہ میں کرے چاہے امصار و بلاد و قرائے دور دست میں بُلائے آپ اپنے نفس پر تکالیف شدید اُٹھا کر ضرور جاتے اور فرماتے لو دعیت الی کراع لاجبت۔

فتاوی مشکلہ جس کا جواب شاگردوں سے نہ ہوسکتا رات کو نماز تہجد کے بعد اُس کا جواب خود لکھتے اور وہ فتوے ورق دو ورق کے تو ہوتے نہ تھے بلکہ ایک جزسے لے کر چار پانچ جز تک کے رسالے ہوتے۔

ایک مرتبہ مولانا شیخ محمد صاحب ساکن مچھلی شہر نے میاں صاحب سے عرض کیا میاں صاحب؟ آپ کی سی جفاکشی مولوی شریف حسین صاحب میں نہیں ہے جواب میں آپ نے فرمایا ابن اخت القوم منھم جس کا مطلب یہ تھا کہ اُن کے ننھیال والے بھی تو جفاکش نہیں ہیں۔

اسلامی حمیت

قرآن وکتب احادیث کو اگر کوئی طالب علم ہاتھ میں لٹکا کر لے چلتا تو بہت رنج ہوتے اور فرماتے "تم کو اگر کوئی آدمی کان پکڑ کر اس طرح ہاتھ میں لٹکا کر لے چلے تو تم کو اچھا معلوم ہوگا؟"

خاکسار کہتا ہے کہ کتاب کو آدمی پر قیاس کرنا ہر چند قیاس مع الفارق ہے مگر غایت حمیت اسلامی کے سبب آپ دیکھ نہ سکتے تھے کہ کوئی کتب دینیہ کو اس طرح لے چلے جس سے اُس کی عظمت میں فرق آئے۔

عورتوں پر شفقت

مولوی سید عبدالعزیز صمدنی فرخ آبادی کو ایک خط میں لکھتے ہیں "اپنی عفیفہ سلمہا اللہ تعالےٰ کو میری دعا کہنا اور نصائح میری جانب سے اتباع کتاب وسنت کی کرنا۔ وہ ایک عالم درویش کی بیٹی ہے اُس میں تم سے زیادہ رجوع و میل خاطر ہوگا۔ اُس کو کسی وقت مکدر نہ کرنا"

بچّوں پر شفقت

چھوٹے بچے محلہ کے آپ کو یوں تو ہمیشہ دق کیا ہی کرتے تھے کہ آپ تو پڑھانے میں مصروف ہیں اور دو چار بچے لپٹے ہوئے تقاضا کر رہے ہیں میاں صاحب میری کشتی دیکھو پیسے دو اور آپ تنگ آکر فرماتے کہ اچھا لڑ لے لڑ اور بعد کشتی کے پیسے ایک دو انعام میں دیتے۔

لڑکوں کی کشتی اور انعام

یہ لونڈے دھوکا دیدے کر افطاری مکرر سہ کرر لیتے رمضان میں جب آپ افطاری تقسیم کرنے بیٹھتے تو انہیں چھوٹے چھوٹے بچوں کو پہلے دیتے یہ سب روزے دار تو تھے ہی نہیں جھٹ پٹ کھا کر دوسری جانب سے ایک آکر کہتا میاں صاحب مجھ کو نہیں ملی ہے مجھ کو دو دوسرا جس کے منہ کا لقمہ ابھی ختم نہیں ہوا ہے پکار کر کہتا نہیں میاں صاحب وہ پا چکا ہے میں نے نہیں پائی ہے مجھ کو دو آپ ہنستے اور دوبارہ پھر اُن سب کو دیتے۔

لڑکوں کا دھوکا

بچے تماشا یہ کرتے کہ کریما مقیماں بغل میں دابے آتے اور کہتے میاں صاحب مجھ کو سبق پڑھا دو (اس میں شک نہیں کہ میاں صاحب نے اوائل میں صرف، نحو، بیان، معانی، منطق، معقول، فلسفہ، اصول فقہ اور فقہ کا درس ایک مدت مدید تک دیا تھا مگر اب تو پچاس ساٹھ برس کے پہلے سے اپنے ذمہ صرف قرآن و حدیث اصول حدیث اور ھدایہ کو خاص کر لیا تھا) بایں ہمہ آپ بچوں کو کریما مقیماں کے پڑھانے سے بھی انکار نہ کرتے اور کہتے اچھا پڑھ وہ کتاب کو چٹائی پر رکھ دیتا اور آپ کتاب کے قریب جھکے ہوئے اُس کو ہجے کراتے اور پڑھاتے تھے۔

کریما مقیماں پڑھانا

آج کوئی صاحب ارباب علم میں ایسے ہیں جو اس طرح کریما مقیماں پڑھانے کو اپنے لئے باعث ہتک نہ خیال کریں۔

مولانا مولوی ابوالطیب محمد شمس الحق صاحب سلمہ رئیس ڈیانواں وفات سے چار مہینے قبل اپنے چھوٹے لڑکے حافظ ایوب (جو اُس وقت قرآن حفظ کر رہا تھا) کو لے کر دہلی گئے اور میاں صاحب کے حضور میں پیش کیا

حافظ ایوب خلف مولانا شمس الحق سے ملنا

آپ اُس کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور دعائیں دینے لگے اور قرآن سُنانے کو کہا شیخ کو باوجودے کہ ثقل سماع بہت ہوگیا تھا بااین ہمہ وہ لب کی حرکتوں سے غلط اور صحیح کا اندازہ کرکے برابر لقمہ دیتے جاتے تھے اِس کا نام ہے ملکۂ راسخہ۔ بعد اِس کے نہایت شفقت کے ساتھ اُس بچے کو ایک روپیہ انعام دیا جواب تک مولوی شمس الحق صاحب کی تحویل میں محفوظ ہے اور بالاستحقاق اُس کو میرے پاس رہنا چاہیئے۔

لب کی حرکت سے غلط اور صحیح کا اندازہ کرکے لقمہ دینا ایک روپیہ انعام

مولوی سید عزیز احمد عرف سید عبد العزیز فرخ آبادی لکھتے ہیں "میں سنہ ۱۹۰۰ء میں دہلی گیا تھا یہ گویا آخری فیضیاب ہونا تھا۔ میرے ساتھ میرے بیٹے سب تھے آپ اُن کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ آغا سید عبد الغفار جو سب سے چھوٹا تھا قرآن حفظ کرتا تھا۔ وہ بمقتضائے طفولیت حضرت کی جانب دیکھ کر مُسکرایا۔ آپ نے فرمایا ابے دیکھتا کیا ہے جب تیرے بھی دانت نہ ہوں گے اور ہم سا ہو جائے گا تو ایسا ہی بڈھا ہو جائے گا۔

ایک لڑکا روزانہ آکر تھوڑی دیر تک پنکھا جھلتا جب آپ اُس کو کچھ دینے کے ارادہ سے ہاتھ جیب کی طرف لے جاتے تو وہ دیکھتا رہتا اور پنکھے کو سُست کرتا جاتا جہاں آپ نے اُس کو کچھ دیا کہ پنکھا پھینک کر چل دیتا آپ ہنس کر اور آہ سرد کھینچ کر فرماتے اَعْطٰی کُلَّ شَیْئٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی۔

ایک لڑکے کا پنکھا جھلنا اور پیسہ پاتے ہی چل دینا

شرفاء دہلی کے ساتھ برتاؤ

مولانا شاہ رفیع الدین قدس اللہ سرہٗ کے ایک صاحبزادے تھے جو خورجہ میں رہتے تھے۔ ہرچند علم کی دستگاہ اُن میں بہت کم تھی مگر دہلی اکثر آتے اور میاں صاحب سے ملاقات کرتے میں نے خود دیکھا ہے کہ جب وہ درِ مسجد میں داخل ہوتے تو میاں صاحب اُن کے استقبال کے لئے کھڑے ہو جاتے اور یہی انداز میاں صاحب کا تھا مفلوک شاہزادگان مغلیہ کے ساتھ بھی اور عموماً دلی والوں کے ساتھ آپ کا وہی برتاؤ تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انصار کے ساتھ برتتے تھے وفات کے تیس چالیس برس آگے سے

مولانا شاہ رفیع الدین قدس سرہ کے صاحبزادے

مفلوک شاہزادگان مغلیہ

اہل وطن کا اقامت وطن پر اصرار

آپ کے عزیز و اقارب اور اکثر اہل وطن نے اصرار کیا کہ حضور دہلی میں بہت رہ چکے اب وطن میں چل کر قیام کریں تاکہ ہم لوگ بھی اس سعادت سے بہرہ اندوز ہوں مگر آپ نے شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز اور مولانا شاہ محمد اسحٰق قدس سرہم کے مسند خلافت کو چھوڑنا منظور نہ کیا اور بالآخر جن کے حقیقی جانشین تھے انہیں کی سرزمین میں مرنے اور گڑنے کو ترجیح دی ؎

عاقبت فرد تو در کوئیت بمرد	ازو فائے جاں نثاراں باد باد

خاندان کی محبت

اپنے کنبے کو ہمیشہ ساتھ رکھا

میاں صاحب کے صرف ایک صاحبزادے مولوی سید شریف حسین صاحب مرحوم تھے اور ایک بیٹی سیر شاہ جہاں صاحب مدظلہ کی اہلیہ آپ نے بیٹے اور بیٹی دونوں کو تمام عمر اپنے ساتھ رکھا۔ بلکہ پوتے پوتیوں اور ناتی نتنیوں کو بھی کبھی جدا نہ کیا۔ بدرالاسلام ناتی کا نام تھا۔ جب اس نے وفات پائی۔ تو آپ کو سخت صدمہ ہوا۔ کیوں کہ وہ نانا سے بہت ملا ہوا تھا۔ چنانچہ ایک خط میں مولوی محمد شمس الحق صاحب کو تحریر فرماتے ہیں۔ "از حادثہ جانکاہ انتقال قرۃ العین بدرالاسلام چہ گویم وچہ نویسم نہ جائے ستیزنہ پائے گریز اناللہ وانا الیہ راجعون"

بدرالاسلام کا انتقال

؎

کون سا دل تھا کہ شیشہ کی طرح چور نہ تھا	غمزدہ سینہ برشتہ دل رنجور نہ تھا
وادی حزن وملالت میں وہ معمور نہ تھا	نشۂ حیرت وبے تابی میں مخمور نہ تھا
می رود سطح زمیں از تہ پائم امروز	شائد آں روز قیامت شدہ قائم امروز

؎

دل ناکامی دل شاد کہ ناشاد م کرد	خانۂ رنج وغم آباد کہ بربادم کرد

والدین اوبر بستر ناکامی مردہ وار لیل ونہار سوگوار بے قرار افتادہ می مانند گاہے بے ہوش وگاہے مدہوش واشک رواں می دارند ؎

دردم افسانہ شد وتاب شنیدن نرسید	چیرتم آئینہ گردید وبدیدن نرسید

علیٰ ہذالقیاس جب مولوی سید شریف حسین صاحب مرحوم نے آپ کے

سامنے انتقال کیا تو مولوی عبدالغفار مرحوم مہدانوی چھپروی کو اُن کے نامۂ تعزیت کے جواب میں تحریر فرمایا ؎

راہ چپ کرد حریفانہ بہسار از چمنم	غنچۂ من ماندم و ہنگام شگفتن بگذشت

مولانا سید شریف حسین صاحب کے انتقال پر اظہارِ ملال

مولوی حفاظت اللہ صاحب مرشد آبادی لکھتے ہیں کہ "مولوی سید شریف حسین صاحب مرحوم کے انتقال کی خبر میں نے علیگڈھ میں سُنی اور وہاں سے تعزیت کے لئے دہلی گیا۔ اُس وقت **میاں صاحب** مسجد میں تشریف رکھتے تھے بے صبری کا کوئی جملہ تو **آپ** کی زبان مبارک سے سُنا نہیں صرف اِس قدر فرمایا دعا کرو کہ اللہ تعالٰے اُن کی عاقبت بخیر کرے۔ اکلوتا بیٹا کس قدر اپنے باپ کا لاڈلا ہوتا ہے مگر میاں شریف حسین لڑکپن سے بے تکلف تھے میں نے جو کھلایا وہی کھایا اور جو پہنایا وہی پہنا کوئی چیز خود مجھ سے کبھی طلب نہ کی۔

مرحوم کے اوصافِ حمیدہ

علاوہ بیٹا بیٹی پوتے پوتیوں اور نواسے نواسیوں کے **آپ** کے دو بھائی بھی تھے مولوی سید سجاد حسین اور مولوی سید توسل حسین۔ جب **آپ** مظفر پور یا رحیم آباد یا کسی دوسری جگہ صوبہ بہار میں تشریف لاتے تو یہ دونوں بزرگ ملاقات کے لئے تشریف لاتے اور خواہ **میاں صاحب** کتنے ہی عدیم الفرصت اور مستعجل واپسی دہلی کے لئے کیوں نہ ہوں مگر ضرور یہ لوگ سورج گڈھ لے جاتے اور جب تک **آپ** اُس دیار میں تشریف رکھتے دونوں ساتھ رہتے کوئی شخص انداز ملاقات سے یہ نہیں سمجھ سکتا تھا کہ **میاں صاحب** سے مدت مدید کے بعد ملاقات ہوئی ہے بلکہ یہی معلوم ہوتا تھا کہ یہ تینوں بھائی ہمیشہ ساتھ ہی رہتے ہیں۔ **میاں صاحب** کو جو ترکہ مادری پہنچا تھا اُس کو بھی مولوی توسل حسین مرحوم کے نام بمعافی زرثمن بیع کر دیا۔

بھائیوں کا ذکر

بھائیوں کے علاوہ **میاں صاحب** اپنے بھتیجوں کو بھی بہت چاہتے تھے مولوی محمد عبدالحفیظ خلف مولوی سید توسل حسین صاحب مرحوم کو اپنے ساتھ دہلی لے گئے اور اچھی طرح اُن کی تعلیم و تربیت فرمائی۔

بھتیجوں کا ذکر

وطن کی محبت

باوجودیکہ **آپ** تقریباً اسّی برس دہلی میں رہے مگر وطن کو نہ بھولے اکثر

اپنے وطن اور صوبہ بہار کا تذکرہ کرتے لڑکپن کے قصے کہتے۔

اہل وطن کے ساتھ کیا برتاؤ تھا

آپ کا برتاؤ اپنے اہل وطن بہار والوں کے ساتھ وہی تھا جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا برتاؤ مہاجرین وقریش کے ساتھ مدینہ منورہ میں تھا۔ ان لوگوں کی خاطر تواضع مدارات میں ذرہ برابر کمی نہ کرتے امراء، رؤساء، غربلا اور طلبہ جو یہاں سے دہلی گئے اُن کا ٹھکانا **آپ** ہی کا گھر تھا اور **آپ** اس سیر چشمی، فراخ حوصلگی، اور دریا دلی سے اُن لوگوں کی مدارات کرتے جس کی نظیر غالباً بمشکل بھی مل نہیں سکتی۔ یہ لوگ جو آرام وہاں پاتے اور جو کھانا **آپ** کھلاتے وہ شاذ ہی کسی اُور سے بن پڑتا۔

اہل دہلی بطور طنز کبھی اس مدارات پر کچھ خراب ریمارک بھی کر دیتے تو **آپ** وہی نظیر نبوی ؐ کی طرف اشارہ کر دیتے جو برتاؤ آپ کا مہاجرین وقریش کے ساتھ تھا

اساتذہ کا ادب

میاں صاحب اپنے اساتذہ جناب مولانا شاہ ولی اللہ جناب مولانا شاہ عبدالعزیز جناب مولانا شاہ محمد اسحٰق قدس سرہم اور اُن کے خاندان کا بہت ادب کرتے اکثر قرآن وحدیث کے ترجمے کے موقع پر فرماتے مجھ سے اس کا سقراطی ترجمہ سنو جو ہمارے بزرگوں سے سینہ بسینہ چلا آتا ہے۔ اور بیان مسائل میں بھی اُنہیں بزرگوں کے اقوال سے سند لاتے اور فرماتے "ہمارے حضرات یوں فرماتے ہیں"۔ اس پر کوئی آزاد طبع طالب علم اگر کہہ دیتا کہ حضرات کا کہنا سند نہیں ہو سکتا جب تک قرآن وحدیث سے سند نہ دی جاسے۔ تو بہت خفا ہو کر فرماتے مردود ہ کیا یہ حضرات گھس کٹے تھے ایسی ہی اُڑان گھائی اُڑاتے تھے۔

مقراطی ترجمہ

اساتذہ کے قول سے استناد

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ رحیم آباد سے **میاں صاحب** گاڑی پر ریلوے اسٹیشن وینی آرہے تھے اور مولانا ابو محمد ابراہیم صاحب علیہ الرحمۃ آروی ہمراہ تھے رستہ میں مولانا مرحوم نے **میاں صاحب** سے لباس مستورات کی نسبت پوچھا ساری پہننا عورتوں کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ **میاں صاحب** نے جواب دیا۔ ہمارے حضرات جائز کہتے تھے۔ مولانا مرحوم نے عرض کیا حضرات کا

مولانا ابو محمد ابراہیم صاحب کا واقعہ

کہنا حجت شرعی تو ہو نہیں سکتا۔ اِس پر فرمایا گیا؟ تمھارے نزدیک یہ سب حضرات گھس کٹے تھے تمھیں ایک شیخ چلی پیدا ہوئے۔

شاہ ولی اللہ اور مولانا شہید صرف قرآن و حدیث سے استنباط مسائل کرتے۔

یوں تو خاندان ولی اللّٰہی کے ساتھ نہایت ہی شغف تھا اور نسبت بھی نہایت زبردست رکھتے تھے مگر شاہ ولی اللہ اور مولانا اسمٰعیل شہید کی نسبت اکثر فرماتے کہ "میں ان دونوں دادا پوتوں کا قائل ہوں جو صرف قرآن و حدیث سے استنباط مسائل کرتے اور اپنی رائے پر اعتماد رکھتے ہیں زید و عمرو کسی مصنف یا عالم کی پیروی نہیں کرتے اِن کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ دریائے فیضان الٰہی جوش مار رہا ہے"

شاہ عبدالعزیز صاحب کی بصارت جوانی میں جاتی رہی

جناب شاہ عبدالعزیز صاحب کے بارے میں فرماتے افسوس ہے کہ زمانۂ شباب ہی میں آپ کی بصارت جاتی رہی ورنہ ذہانت تو اس بلا کی تھی کہ اس حالت میں بھی آسمان زمین کے قلابے ملا دیتے ہیں۔

بوستاں کی تعریف

ایک دفعہ بخاری پڑھاتے وقت آپ نے کسی حدیث کی تائید میں بوستاں کا ایک شعر پڑھا ایک شوخ چشم طالب علم بول اُٹھا بوستاں کیا ہے گویا بخاری کی شرح ہے آپ نے فرمایا۔ تم بوستاں کو سمجھتے کیا ہو؟ مجھ سے پڑھو تو اُس کی حقیقت تم کو معلوم ہو۔

مناظرات تلامذہ پر افسوس

مولوی عبدالعزیز سلمہٗ رحیم آبادی اور مولوی محمد سعید مرحوم بنارسی میں جب تحریری مناظرے زوروں سے ہو رہے تھے۔ اور مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب لاہوری کے بعض مسائل مستنبطہ سے اہل حدیث ہی نے مخالفت کی اور اس نے بھی مناظرے کا پہلو اختیار کیا۔

تو میاں صاحب کو سخت افسوس ہوا چنانچہ مولوی شمس الحق صاحب کو ایک خط میں لکھتے ہیں "واختلاف مابین مولوی محمد سعید و مولوی عبدالعزیز و نیز بعض مسائل مستنبطہ مولوی محمد حسین در تاسف و تلہف انداختہ کہ عوام بر ملا خندہ زن ہستند خصوصاً اہل تقلید زیادہ تر در شماتت اند انا للہ و انا الیہ راجعون۔

اِنتقام کا خیال نہ ہونا

ایک دن کا ذکر ہے کہ نماز صبح اور درس قرآن مجید کے بعد آپ نے ایک چھپی ہوئی نظم جیب سے نکال کر فرمایا ہمیں کسی دوست نے یہ نظم تحفۃً بھیجی ہے ہم خود ہی پڑھ کر سناتے ہیں وہ فی الواقع آپ کی ہجو تھی جو کسی مخالف نے چھپوا کر ڈاک میں بھیج دی تھی۔ اور نہایت مہمل بے معنی فحش اور ناموزوں تھی آپ نہایت اچھی طور پر اُس کو پڑھ کر سنانے لگے ایک شعر اُس کا یہ تھا ؎

میاں صاحب کی ہجو

	جب کی خراب اُس نے ساری دِلّی		جو ہے کھا کر چلی حج کو بِلّی	

پھر اُس میں نہایت بے ہودہ طور پر آپ کی سوانح عمری لکھی تھی آپ خوش ہو کر بخندہ پیشانی ہر ہر شعر کو پڑھتے اور دُہراتے اور اُس کی تشریح کرتے جاتے ایک شعر میں اُس نے لکھ دیا تھا کہ "مکہ معظمہ میں جب گرفتار ہوئے تو بدمعاشی کے اسباب اُن کے پاس سے برآمد ہوئے" اس کو پڑھ کر بہت ہنسے اور فرمایا کہ "میرے پاس تو صرف ایک قرآن شریف ہی تھا"

خیر یہ جلسہ تو ہنسی خوشی برخواست ہوا ظہر کے بعد ایک شخص نے آکر عرض کی صبح والی نظم کے جواب میں فلاں شخص ستر شعر لکھ چکے ہیں اور ابھی لکھ رہے ہیں آپ نے فرمایا "ارے میاں کیا کرو گے جانے بھی دو اُس نے ہمیں کچھ دیا ہی ہے لیا تو نہیں چاہے گالیاں ہی سہی مگر آخر دیا ہی ہے جانے بھی دو۔

ہجو کا جواب لکھنے سے منع کرنا

چشم پوشی

لاہور کی لنگی کا واقعہ

آپ کے پاس کسی نے لاہور سے ایک لنگی نہایت عمدہ تحفۃً بھیجی آپ ایک دن اُس کو اُوڑھ کر مسجد میں آئے اتفاقاً چلتے وقت بھول گئے۔ ساکنین مسجد میں سے ایک صاحب نے ہاتھ لگالیا۔ یاد آنے پر جب تلاش کی گئی تو نہ ملی۔ تین چار روز کے بعد اُن کا لڑکا (جنہوں نے ہاتھ لگایا تھا) اُس لنگی کو اوڑھ کر بازار میں نکلا۔ لُنگی تھی بھی ممیز اور سب کی دیکھی ہوئی لوگوں نے پہچانا اور میاں صاحب سے آکر کہا آپ نے نہایت بے التفاتی سے کہا دور کرو

کہنے والوں نے سمجھا کہ میری بات کو آپ نے بے وقعتی کی نظر سے دیکھا اور خیال نہیں کیا۔ اپنی توثیق کے لئے اُن لوگوں نے مکرر عرض کیا۔ کہ حضور کو اگر یقین نہ ہو تو اُس کو پکڑ لاتے ہیں حضور بچشم خود دیکھ لیں۔

اِس پر نہایت برہم ہو کر آپ نے فرمایا دنیا میں کیا وہی ایک لُنگی بنی تھی دوسری ویسی بنی ہی نہیں یا ملتی نہیں ؟ آخر خبر پہنچانے والے خود نادم ہوئے اور وہ لڑکا پھر علانیہ اُس کو اوڑھے پھرتا اور اوڑھ کر مسجد میں آتا۔

سازوسامان دنیا سے بے تعلقی

مکان اور لباس کا حال تو ناظرین پڑھ ہی چکے ظروف کا یہ حال تھا کہ آپ اکثر طلبہ کے لئے روٹی وغیرہ دسترخوان ہی میں لپیٹ کر لاتے۔

چائے کی عادت اور ظروف چائے ندارد

چائے اکثر نوش فرماتے بلکہ کچھ دنوں انتقال کے قبل تو یہ حالت ہو گئی تھی کہ کئی کئی دن صرف چائے ہی پر اکتفا کرتے نہ دوسری غذا کرتے نہ پانی پیتے مگر چائے بھی بے دودھ کی سادی شکر بھی ایسی ہی ویسی ایک بڑے بادیہ میں جو دال وغیرہ کے لئے ہوتا ہے نہ چائے کا سٹ نہ چائے پوچی نہ پرچ نہ پیالیاں نہ چمچہ۔

مخالفین کا اعتراف کہ شیخ کی تھوڑی صحبت کا اثر بھی نہایت مستقل ہے اور پائدار

ایک بزرگ سجادہ نشین جن کے مرید صوبۂ بہار میں بہ کثرت تھے اپنی خانقاہ واقعہ مضافات اودھ سے بہ تقریب دورۂ ہدایت ہر سال صوبۂ بہار میں تشریف لاتے ۱۲۹۵ھ میں جو آپ تشریف لائے تو ایک مولوی صاحب بھی حسب دستور قدیم مناظرہ وغیرہ کے لئے ساتھ آئے۔ ضلع عظیم آباد کی ایک بستی میں جب آپ نے نزول اجلال فرمایا تو معلوم ہوا کہ حضرت کے ایک مرید کے فلاں بیٹے[۵] دہلی پڑھنے کے

---

[۵] ان صاحبزادے کا سابق خیال و مقال جب پہلی مرتبہ حج کر کے آئے تھے تو یہ تھا (دیکھو صفحہ ۱۰)

لئے گئے تھے اور اب چار مہینے رہ کر مکان کسی ضرورت سے آئے ہیں پھر دہلی جانے والے ہیں۔

مناظرہ

ایک روز نماز عصر کے بعد حضرت کے مقتدر مرید کے صاحبزادے قدم بوسی کے لئے حاضر ہوئے پھر کیا تھا مولانا مناظر لپیٹ پڑے اور مسئلہ تقلید میں بحث کرنے لگے صاحبزادے نے شرح مسلم الثبوت بحر العلوم، حجۃ اللہ البالغہ، عقد الجید، تفسیر عزیزی وغیرہ پیش کرکے کچھ اس طرح ہود یانہ تقریر کی کہ مولانا ساکت ہوگئے۔ قبلہ و کعبہ حضرت سجادہ نشین کی دوربین اور تجربہ کار نگاہ نے تاڑلیا کہ صورت معاملہ بگڑ گئی اپنے ہمراہی مولانا مناظر کو جھڑک کر فرمانے لگے۔ اجی میاں فلاں تم کس سے باتیں کر رہے ہو؟ لڑکا ہے دہلی میں اور تم یہاں۔ اس کو تم کبھی سمجھا سکتے ہو۔ ارے یہ تو چار مہینے وہاں رہ کر آیا ہے نذیر حسین کی صحبت میں جو شخص ایک دن بیٹھے پھر وہ کسی دوسرے کی کبھی سُن سکتا ہے۔!

اِس کے بعد حضرت پیرو مرشد نے فرمایا۔ میرے ہاں ایک وہابی ہے اُس کا نام ہے نصر اللہ ہم اُس کے بارے میں ہمیشہ یہی شعر پڑھا کرتے ہیں ؎

زنصر اللہ چناں بیزار مانم	کہ در قرآں اذا جاء نخوانم

شاعرانہ مذاق سے اگر دیکھا جائے تو شعر فی الواقع اچھا ہے مگر چونکہ مذہبی پہلو رکھتا ہے اور اِس پہلو سے دیکھنے کے جو لوگ عادی ہیں وہ اِس کی نسبت کیا رائے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶۹) کہ جب کبھی تقلید اور عدم تقلید کا ذکر آتا تو غیر مقلدین کو بے دھڑک کافر کہہ دیتے ان کے ساتھ مجالست، مکالمت، مواکلت، مشارکت، مناکحت، اور قرابت سب کو حرام فرماتے۔

کچھ دنوں بعد ایک خدا کا بندہ دہلی سے آیا اور حجۃ اللہ البالغہ عقد الجید تنویر العینین وغیرہ کتابیں ساتھ لایا اور وہ کتابیں اُن کو دیکھنے کے لئے دیں۔ چونکہ خدا نے طبیعت فطرۃ سلیم بنائی تھی اور مزاج میں کجی نہ تھی ان کتابوں کے مطالعہ میں اُنہوں نے غور و فکر سے کام لیا۔ اور پھر کچھ دنوں بعد اُسی بندہ خدا کی تحریک سے جب وہ خود دوبارہ دہلی گیا تھا یہ بھی دہلی پہنچے اور حدیث پڑھنا شروع کیا کسی ضرورت کے سبب چار مہینے کے بعد اِن کو وطن آنے کا اتفاق ہوا اُسی زمانہ میں حضرت شاہ صاحب بھی تشریف لائے تھے۔ اور ان صاحبزادے کی حالت حدیث پڑھنے کے بعد یہ ہوئی کہ پھر دوبارہ حج کو گئے۔ چلتے وقت اُسی بندہ خدا نے پوچھا حج تو آپ کر چکے ہیں پھر کیوں جاتے ہیں جواب میں فرمایا وہ حج زمانۂ تقلید کا تھا اِس لئے دوبارہ ضرورت ہے پھر تو یہی بزرگ بڑے صوفی اور فرقہ اہل حدیث سارن کے مقتدا تھے انا للہ وانا الیہ راجعون ۱۲

رکھتے ہیں یہ وہ جانیں۔

دشمنوں کا اعتراف

ہر مذہب کے مطابق فتویٰ دینا

دہلی میں حنفی بھی ہیں شافعی بھی اور حنبلی بھی ضرورت کے وقت ہر مذہب کے لوگ **میاں صاحب** ہی سے اپنے مذہب کے متعلق فتویٰ پوچھتے اور **آپ** انہیں کے مذہب کا مفتیٰ بہ جواب دیتے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک مقلد نے آکر **آپ** سے فتویٰ پوچھا **آپ** نے کہا تمھارا مذہب کیا ہے؟ اُس نے کہا حنفی **آپ** نے مسئلہ کا جواب حنفی مذہب کے موافق دے دیا جب وہ مسجد سے باہر ہوا تو لگا سب وشتم کرنے ایک دوسرے آدمی نے (جو اُس کے ساتھ ہی مسجد سے چلا تھا) پوچھا کہ "جب تم اُن کو ایسا سمجھتے ہو تو مسئلہ اُن سے پوچھتے ہی کیوں ہو؟" مستفتی نے جواب دیا کہ "صاحب کیا کریں اس کے برابر کوئی عالم بھی تو اب ہندوستان میں نہیں ہے"

خط اور خطوں کا جواب لکھنا

اِس میں تو کسی کو بھی کلام نہیں کہ خط کا جواب نہ لکھنا پرلے سرے کی بداخلاقی ہے اور اہل یورپ (جنھوں نے اِس تعلیم کو اسلام ہی سے حاصل کیا ہے) کے نزدیک تو یہ ایک ایسا اخلاقی جرم ہے جس کی توبہ اِس کے سوا کوئی نہیں کہ مکتوب الیہ جس نے خط کا جواب نہیں دیا ہے وہ خود تحریر میں اقدام کرے اور معافی مانگے۔

اِس زمانہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ پُرانی روشنی والے حضرات خط کا جواب تحریر کرنے کی جانب سے بہت لاابالی ہیں اور اس خصوص میں مذاق اخلاقی کچھ ایسا بگڑ گیا ہے کہ خط لکھنے والا باوجودے کہ اپنے خط کا جواب نہیں پانے کے سبب انتظار وغلیان اور تردد میں ایک عرصہ تک رہتا ہے مگر جواب نہیں ملنے پر کچھ زیادہ ناراض نہیں ہوتا اور مکتوب الیہ کو تو اپنی اس بداخلاقی کا احساس ہوتا ہی نہیں۔ بلکہ اگر اُس کو سمجھایا جائے تو وہ یہی کہے گا کہ اِس میں بالتے بداخلاقی کون سی ہوئی۔

آخر کار۔

میاں صاحب نے (جن کو ہر کام میں اتباع سنت کا خیال تھا) جواب نگاری کا طریقہ بھی سنت کے موافق اختیار کیا تھا۔ یہی طور آج دنیا کے مہذب قوموں اور آدمیوں میں جاری ہے۔

آپ کی عادت تھی کہ ہر خط کا جواب ضرور لکھتے یا لکھوا دیتے حالاں کہ بیشتر خط لکھنے والوں سے ملاقات، تعارف، اور دید و شنید بھی نہ تھی۔ اور اکثر موقع پر اپنی طرف سے بھی کتابت میں اقدام کرتے۔

طرز تحریر القاب و آداب

خط کا سرنامہ اکثر اس طرح شروع کرتے کہ پہلے "بسم اللہ الرحمن الرحیم" لکھکر دوسری سطر میں لکھتے "از عاجز محمد نذیر حسین بمطالعہ گرامی، بخدمت شریف جامع حسنات و کمالات عزیزی فلاں، بخدمت بابرکت مولوی فلاں، بخدمت شریف مرجع آزادگاں[1] مجمع افتادگاں[2] وغیرہ وغیرہ القاب فراخور حال و مناسب شان مکتوب الیہ۔

پھر۔ بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، بعد سلام مسنون واضح باد۔ کے نفس مضمون شروع کرتے۔

اور کبھی سرنامہ یوں بھی شروع کرتے" برادر دینی وفقکم اللہ بالخیر والطاعۃ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور خاتمہ پر الراقم العاجز طالب الحسنیین سید محمد نذیر حسین

ے امام بخاری نے ادب المفرد میں روایت کی ہے عن عبد اللہ بن عباس انی لاری لجواب الکتاب حقاً کرد السلام ترجمہ میں ضرور جواب خط لکھنے کا حق ویسا ہی سمجھتا ہوں جیسا کہ سلام کے جواب دینے کا حق ۱۲۔

[1] یہ القاب مرجع آزادگاں مولوی نور احمد صاحب کو لکھا تھا جس شخص نے مولوی صاحب مرحوم کو دیکھا ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ اُن کے لئے یہ کیسا موزوں القاب ہے ۱۲

[2] مجمع افتادگاں یہ القاب لکھا ہے مولوی گوہر علی صاحب مرحوم ڈیانواں (جن کو لوگوں نے تاج الاسخیا کا لقب دیا تھا) کے خاندان کے ممبروں (مولوی نور احمد حافظ علی اکبر حافظ علی اصغر مولوی شمس الحق مولوی شرف الحق) کو جو لوگ اس خاندان سے واقف ہیں وہ سمجھ سکتے ہیں کہ مجمع افتادگاں کیسا موزوں القاب اِس خاندان کے لئے ہے ۱۲

جس خط میں اپنا نام سرنامہ پر نہیں لکھتے تو خاتمہ پر ضرور لکھتے، کبھی از دہلی، روانہ از مقام فلاں، اور تاریخ بھی لکھ دیتے کبھی تاریخ نہ لکھتے۔

زیادہ تر خطوط فارسی میں تحریر فرماتے اور گاہ گاہ اُردو میں بھی اکثر خاتمہ پر خطوط کے لکھ دیتے "زیادہ السلام خیر الختام"

کام کرنے کی ہدایت

مولوی علیم الدین حسین صاحب مرحوم نگرنہسوی کو لکھتے ہیں:۔

"الحمد للہ کہ بہ تحریر ایں عاجز نظر کردہ کار بند شدند اللہ جل شانہ سعی عزیز را مشکور گرداند آئندہ ہم ہمیں خواہم کہ بموجب مصرعہ آغاز کردہٗ برسانش بانتہا۔ جمیع مراتب طے کردہ خود را وایں عاجز را ماجور و مشکور راتم گرداند"

مولوی ابو الطیب محمد شمس الحق صاحب کو لکھتے ہیں:۔

"او موفق حقیقی توفیق انیق عطا فرماید کہ شرح ابو داؤد کہ بطرز سہل و حل مطلب آغاز شد اتمامش نیز بہ احسن وجوہ مبارک باد ع دعا از من اجابت از خدا باد"

ایک اور خط میں مولوی شمس الحق صاحب کو اُن کے بھائی مولوی اشرف الحق صاحب کی نسبت لکھتے ہیں:۔

مزاج مولوی اشرف الحق صاحب باعتدال اصلی بحال شد یا نہ وبچہ شغل مصروف می باشند وشوق واکردہ باختتام خواہند رسانید یا معطل گذرانیدہ

وقت ہر کار نگہدار کہ نافع نبود	نوشدارو کہ پس از مرگ بسہراب دہی

آئندہ توفیق الٰہی انیق باد۔

مولوی سید عبد العزیز فرخ آبادی کو لکھتے ہیں۔

"علوم دین راکہ بمشقت حاصل نمودند ضائع نہ باید ساخت از مشاغل متعلقہ فرصت غیر ممکن باشد ورنہ درس بہ طالباں دادن بسیار مناسب است ایں ہم نباشد کتب بینی و شغل تالیف بسا مستحسن و پر خیر است"

شکریہ

مولوی شمس الحق صاحب کو ایک خط میں لکھتے ہیں۔

آنچہ ہدایا بوفور رافت فرستادہ بودند بیں ہدیہ حبیب حبیب شد و موجب نصیب بر خصیب گشت جزاکم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء فی الدارین وکان سعیکم مشکورا''

مولوی سید عبدالعزیز فرخ آبادی کو ایک خط میں لکھتے ہیں۔

''میں نہایت خوش ہوا کہ مبلغ اعانت مدرسہ کے لئے بھیجے خدا برکت تمہاری کمائی میں دے سب لڑکوں نے خوش ہو کر شیرینی کھائی اور تمہارے لئے دعا کی اور کچھ حساب بھی منیہ کاٹ کر دیا اللہ تم کو اور تمہارے بچہ حمید کو زندہ اور تابع شریعت کا رکھے۔

طلبہ کے حال سے اُن کے مربیوں کو خبر دینا

مولوی شمس الحق صاحب کو لکھتے ہیں۔

''مولوی محمد ادریس صحیح بخاری و هدایہ شروع کروند الحمد للہ طبیعتشاں سلیم است بارک اللہ فی علمہ

طلبائے عازمین کے لئے مشورہ

مولوی سید عبدالعزیز فرخ آبادی کو لکھتے ہیں

''پیش فقیر آمدن سودے ندارد چندے از مولوی امیر احمد سلمہ صحبت درس گرم باید داشت بعد کہ در ینجا رسیدن مضائقہ ندارد در مدرسہ قریب پنجاہ ہفت طالبان علم درس می گیرند۔ در ینجا زیادت تپ و لرزہ است وقتیکہ سرما خفیف شروع شود در ینجا رسند بالفعل قیام ملتوی نمایند بلکہ بعد فراغ سنت نکاح آمدن مناسب است نمی دانم کہ انکار از نکاح مستفاد از کدام حدیث کردند تجرد و رہبانیت خلاف اسلام است ماوراے این از نکاح شغل درس و تدریس باز نمی ماند انبیاء علیہم السلام وصحابہ رضوان اللہ علیہم و ائمہ سنت این سنت سنیہ را بجا آوردند از نکاح تزاید وترقی نسل است اگر اولاد سعد بوجود آمدند ثواب از خدا خواہد رسید جناب قاضی صاحب ووالد ایشاں را شوق مناکحت شما بسیار است وماشاء اللہ نقص شرافت وسقم نسب درمیان نیست محض بحیلۂ طلب علم انکار خلاف عقل است بندہ فقیر

برائے فراغ کتب شما ہمیشہ مستعد و موجود ست پدر بزرگوار شما استفتائے کہ بذریعہ ڈپٹی شیخ کریم بخش رسانیدند جوابش دادم برائے استفادۂ ایشاں نقلش فرستادہ می شود اگر در صحت روایات کلامے باشد بے تامل نولیسند چراکہ نگاہے غائر و ذہن بلیغ بفضلہ دارند من کہ فرسودۂ زمانہ شدم مباحث جوانانہ از کجا آرم ہرگاہ کہ از طالبان حل غوامض نتواں شد تجربۂ پیران نود سالہ درکار ہست قاضی صاحب مہماں نواز فراج دارند ہنگام سفر بندہ از الہ آباد و دہلی ہنگام قیام فقیر نوازشہا کہ نمودند ہمہ یاد دارم خوش قسمتی ایشان است کہ ایں چنیں کریم النفس شفیق یافتند از شما غم جوانہ مرگ دختر مرحومہ خویش غلط می نمایند۔

تجربہ پیران نود سالہ

سفارش

ایک خط میں مولوی نور احمد صاحب مرحوم حافظ علی اکبر صاحب مرحوم و حافظ علی اصغر صاحب مرحوم و مولوی محمد شمس الحق صاحب سلمہ و مولوی محمد اشرف صاحب سلمہ کو لکھتے ہیں۔

"بروفق اظہار و بیان مولوی محمد عرفان صاحب کہ مولوی محمد شمس الحق صاحب و مولوی محمد اشرف صاحب از حالات برکت سمات شاں خوب واقف اند اعانت ورفاقت در ادائے قرض معزی الیہ بوجہے کہ نوشتہ اند بظہور آید زہے اجر عظیم عند اللہ الکریم خواہد بود زیراکہ ایں خلق از اخلاق حضرت ربوبیت است کہ الرحمٰن الرحیم و از عمدۂ صفات حضرت نبوت است کہ بالمؤمنین رؤف الرحیم لہذا در حدیث صحیح وارد شدہ کہ الراحمون یرحمھم الرحمٰن ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء و در مشکوٰۃ و طبرانی وغیرہ مروی است کہ آں حضرت صلعم فرمودہ اند کہ مسلماناں را می باید کہ در شفقت و حسن سلوک باہم مانند یک تن باشند اگر یک عضو از تن درد مند شود تمام تن بر فاقت او بے خواب ماند از ینجا شیخ سعدی علیہ الرحمۃ در گلستان افادہ فرمودہ ؎ بنی آدم اعضائے یک دیگر اند + و بر آں صاحبان عالی شان فضائل جزیل قرض دادن مخفی نیست کہ تا وقتے کہ مستقرض ادائے قرض نہ کند مقرض را ہماں قدر ثواب قرض دادہ مثل ثواب صدقہ برائے او

نوشتہ می شود و ثواب صدقہ دہ گونہ و ثواب قرض دادن ہیجدہ گونہ می شود چنانچہ برآں صاحبان پوشیدہ نیست دریں صورت آں صاحبان حسبۃً للہ و شفقۃ علی خلق اللہ عاجز نامبردہ مضطر را مدد فرمایند و اجر بے حساب نزد رب الارباب ذخیرہ عاقبت بشمارند ع برمن منگر برکرم خویش نگر + و نیز بشکر نعمت رب العزت و اما بنعمۃ ربک فحدث کار فرما شوند و از جواب باصواب زودتر کامیاب فرمایند و مضطر و بے کس را از بار گراں رہا نمایند"

تعزیت

تعزیت کے خطوط میں مکتوب الیہ کے مذاق کی رعایت کرتے
مولانا عبداللہ قدس سرہٗ غزنوی چونکہ متشرع صوفی تھے
اُن کی تعزیت میں جو خط اُن کے بیٹوں کو لکھا وہ یہ ہے

"از عاجز محمد نذیر حسین بمطالعہ گرامی مولوی عبداللہ و مولوی احمد و مولوی عبدالجبار سلمہم اللہ تعالےٰ بالخیر۔ بعد از سلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ واضح باد کہ از خبر انتقال جامع خیر و برکات موجب تاسف و الم کمال رو داد انا للہ وانا الیہ راجعون اللہم اغفر لہ وارحم وادخلہ جنت الفردوس ؎

داد عبداللہ فنا فی اللہ شد — از جناب باریش تسلیم باد
چشمۂ فیض کرامت شان او — رونق افزا چشمۂ تکریم باد

ارحم الراحمین آں صاحبان را بر جادۂ شریعت بمیراث پدری فائز کناد و ایں عاجز بدعا و عافیت دارین شما بدرگاہ کبریا مستدعی می باشد قبول فرمایند زیادہ سلام خیر الختام"

مولوی شمس الحق صاحب جو کہ سادہ وضع اور سادہ
طبیعت آدمی ہیں اُن کو لکھتے ہیں

"از حادثۂ جانکاہ انتقال اہلیہ مرحومہ شما نہایت تاسف رو داد مارا بجز وظیفۂ انا للہ وانا الیہ راجعون چارہ نیست بہر حال بصبر و شکیبائی گرایند و بشکر رب العالمین در آیند"

دوسرے خط میں انہیں کو ان کے ماموں کے انتقال پر لکھتے ہیں:۔

از استماع خبر جانکاہ ہوش ربا یعنی انتقال مولوی علی احمد صاحب مرحوم موجب تاسف و رنج والم از حد گردیدہ کہ از احاطۂ تقریر و تحریر بیرون است انا للہ وانا الیہ راجعون برخواندم و دعاء مغفرت و رحمت برائے آں محمود العاقبت کردم و خواہم کرد و نماز جنازہ ادا نمودم اللھم اغفرلہ وارحمہ وادخلہ فی عبادک الصالحین فی جنة الفردوس آمین رب العالمین۔

مولوی محمد علیم الدین حسین مرحوم نگرنہسوی جو کہ نہایت رنگین مزاج آدمی تھے اُن کو لکھتے ہیں:۔

مورچہ ٹوٹنے پائے نہ شکیبائی کا		لشکرِ غم کی چڑھائی ہے خبردار اے دل

از عاجز محمد نذیر حسین بخدمت بابرکت مولوی سید علیم الدین حسین سلمہ عن الرین والشین بعد السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ مشہود خاطر باد کہ قدر و منزلت نفس مطمئنہ

	کہ جہاں را برائے او آراست		آں کہ نفسِ کلام حق گویاست	ے
	جزبہ بالائے او نا مدراست		واں کہ تن جامۂ خلافت حق	

ازاں برتر و بلند تر ست کہ محل تصرف و ترفع و منزل آسایش و تمتع او ہمیں سرائے فانی و تنگنائے عالم جسمانی باشد ے

	برائے مسکن تو برکشیدہ اند قصور		بہ خاکدانِ جہاں دل منہ کہ جائے دگر	

کہ اذا رایت ثم رایت نعیماً و ملکاً کبیرا ازان است ورضی اللہ عنھم ورضوا عنہ خالدین فیھا ابدا التماسے دوامی اشارت بدان ست پس روئے التفات از جانب جسم و جسمانیات گردانیدہ پس پشت اندازد و بخطاب الان آب یا ایتھا النفس المطمئنة ارجعی الی ربك راضیة مرضیة فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی سرفرازد و بدیدۂ فبصرك الیوم حدید منظا عالم ملکوت وجوہ یومئذ ناضرة الی ربھا ناظرہ سرمایۂ کامرانی پردازد و جاوداں فی مقعد صدق عند ملیك مقتدر بلذت اُنس و نعیم وصال محبوب بمنصہ شادمانی نازد و ازاں کہ دریں کون و فساد ایں سواد بے بنیاد حادثۂ جانکاہ کہ موجب صد نالہ و آہ بر انتقال اہلیہ مرحومہ شما کہ از دار ناپائدار

به دارالقرار به فردوس برین جانشین شد و به جنت الماوی اقامت گزین ؎

گر قلم بر سرِ غم نامۂ دوراں آید	خوں بدل آه بلب اشک به مژگاں آید

و به توقیع وقیع بشر الصابرین الذین اذا اصابتهم مصیبة قالوا انا لله وانا الیه راجعون صبر جمیل باید و به منطوق لازم الوثوق کل نفس ذائقة الموت سر عبرت برضائے مولیٰ فرو برده بمژدۂ دل کشا اولئك علیهم صلوات من ربهم ورحمه واولئك هم المهتدون جزع و فزع نشاید ؎

بر جهد آه جگر دوز چه امکاں دارد	سر زند نالۂ جاں سوز چه امکاں دارد

ابواب مرحمت الٰهی چوں مفتوح گردد منظوراں را خلعت ابتلا بلباس بلا پوشانند واسباب قرب و عنایت سبحانی چوں متعاضد شود جرعۂ زهر حوادث از مشرب داویلا چشانند ؎

طالب خلعتِ نعمت همه باشند لیکن	دولت آں بر دکه تشریف بلا یافته است

پس ازیں رهگذر به صبر و شکیبائی به خوش ادائی و لشکر گذاری جناب باری مستبشر باشند که نعم البدل عطا فرماید و جزائے جزیل به صبر جمیل افزاید آمین رب العالمین ثم آمین

؎ اپنی ہستی کو سمجھتا رہے برباد انسان	چار عنصر نہیں جھونکا ہے یہ جو بائی کا

زیادہ والسلام مع الاکرام خیر الختام۔

مولوی سید عبدالعزیز فرخ آبادی کو (جو کہ نہایت ہی کم سن اُس وقت تھے) اُن کے لڑکے کے مرنے پر لکھتے ہیں:۔

"جو لڑکا مر چکا ہے اُس کا رنج نہ کرنا چاہئے ابھی تمھاری عمر کیا ہے شاید چند بال ڈاڑھی کے آئے ہوں گے مجھے تمھارا غصہ اور جلدی ہر وقت یاد آیا کرتی ہے"

شیخ سے طلبہ اپنے گھر پر خط لکھواتے

مولوی محمد نور بہاری نے ایک خط اپنے والد حکیم محمد عبدالرزاق صاحب کو اپنی طرف سے لکھوایا اور میاں صاحب نے خاکسار ہی کے ہاتھ میں دیا کہ اس کی نقل کر کے مولوی محمد نور کو دیدو میں نے دو نقل اُس خط کی کی ایک اُن کو دی اور ایک اپنے پاس رکھ لی۔

اس خط سے میاں صاحب کی پرانی انشا پردازی پر روشنی پڑتی ہے اور اس خط کو اسی موقع پر درج کرنا مناسب تھا مگر چونکہ اس سے آپ کے اخلاق جمیلہ کو بھی گہرا تعلق ہے کہ ادنے ادنے طالب علم کے کہنے سے ایسا چھوٹا چھوٹا کام بھی کیا کرتے تھے اس لئے یہیں درج کرتا ہوں وھو ھذا!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صبا بحضرت گل عرضۂ گیاہ ببر ۔۔۔ پیام شام بدرگاہ صبح گاہ ببر

قبلۂ لمعات لطائف قدسیہ کعبہ سنحات طرائف السنیۂ مجدد شرع متین ممہد حق المبین مجمع مفاخر جلیہ منبع مآثر علیہ ادام اللہ دولۃ ممدودۃ الرواق وصولۃ مشدودۃ النطاق ؎

سبق اشک رواں از ورق گل دارم ۔۔۔ نامۂ پاک تراز دیدۂ بلبل دارم

مروج روح و مرہم دل مجروح یعنی رشحات نامہ روح پرور ونفحات مراسلہ مرہم گستر کہ دریں ایام خجستہ فرجام نگاشتہ خامہ بدائع رقم ورقم زدہ کلک مشکیں فام خدام کرام والا مقام حبیب جانہائے پاک، طبیب دلہائے غمناک در اطیب اوقات وروحیۃ النفحات گذشتہ شربت تحیہ وسلام وزلال پیام برکت التیام آن مستسقیان بستر ہجراں وخستہ دلان زاویہ حرماں راسیراب گردانید واشتعال حرارت غریبۂ مہاجرت کہ خلاف مقتضائے طبیعت بشری ومورث انواع اعراض وکدورت سیری بود تسکین پذیر گردیدہ سطور فائز السرورش کہ نور بسواد دیدۂ ہجراں دیدہ داد وبیاض بین السطورش کہ مرہم کافوری بر جراحت دلہائے غم رسیدہ نہاد ؎

ہزار شکر کہ فرخ رخے مسیح دمے ۔۔۔ حیات بخش دلم شد بر شحۂ قلمے
مصور از قلم صنع صد خجستہ رقم ۔۔۔ کشد ولے نکشد زیں خجستہ تر رقمے
ہزار داغ بدل داشتم ز دست غمش ۔۔۔ کنوں نماند بجز داغ فرقتش المے
بکنج ظلمت غم تنگ دل ہمی مردم ۔۔۔ اگر ز آب حیاتم نمی رسید نمے

الحمد للہ والمنۃ للہ ؎

رشتۂ در گردنم افگندہ دوست ۔۔۔ می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

ناگاہ ایں مذنب اواہ دربزم گاہ درس صحاح ستہ کہ ازکلمات طیبات مبارکات آں سرور مفخر موجودات کہ محل تنافس تخت نشینان سبع ارائک مورد تجاذب کروبیان ملائک ست کمرہمت بستہ بہ تحصیل آں نشستہ ہزار رحمت جان آفریں برجان پاکش کہ ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما ہرزماں نثار روضۂ منور وضریح مقدس خواجۂ کائنات خلاصۂ موجودات باد ؎

محمد کآفرینش ہست خاکش ہزاراں آفریں برجان پاکش

آں مبارک قدمے کہ بہ میامن انوار ہدایتش دیجور غوایت منقشع گشت و از دلالت رسالتش جادۂ عیار ضلالت بطریق مستقیم ہدایت مبدل شد و از یمن کمالات ذاتش طغرا الیوم اکملت لکم دینکم بر منشور دین قویم کشیدند و از مآثر سعی مشکورش رقم و رضیت لکم الاسلام دینا۔ بر صفحۂ ملت بیضا نہادو سابقۂ رحمت الٰہی کہ ہر معجزے را زمانے مقرر و ملتے را مدتے مقدر گردانید برچہرۂ ہر زمانے تابندہ و آثار ملت اورا بر روے ہر مکانے پائندہ داشت و معجزات باہرۂ اورا تا دامن آخر الزماں بطراز بقا مطرز و شعار شریعت ظاہرش را تا نفخ صور بسمت ظہور موسوم گردانید و قرآن برہان قدیم بینۂ صدق اورا تا ابد نداء فاتوا بسورۃ من مثلہ می زند و فحواے دُر نظامش لیظھرہ علی الدین کلہ قواعد ملت اورا تاقیامت استحکام می دہد ؎

مقصود زآفرینش ایں طاق نیلگوں فرہاے دولت بے منتہاے اوست
طاؤس بوستان رسالت کہ جبرئیل ہنگام وحی بلبل دستاں سراے اوست

درپردہ مباد کہ لاجرم کلام مجید آسمانی و تنزیل حمید فرقانی کہ اعظم معجزات محمدی و واضح براہین احمدی است و بصفت اوتیت جوامع الکلم متصف بہ سہ قسم منقسم می شود۔ اوّل توحید الٰہی احدی دوم احکام شریعت محمدی صلوات اللہ وسلامہ علیہ سوم اطاعت اولوالامر موافق توقیع رفیع خالق اکبر چہ اولی الامر را کہ تابع معطوف می شود معطوف ساختہ ارشاد فرمود۔ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیئ فردوہ الی اللہ والرسول

ان كنتم تؤمنون بالله واليوم الآخر ذالك خير و احسن تاويلا

بریں معنی حضرت سعدی شیرازی نیز ارشاد می فرمایند ؎

خلاف پیمبر کسے رہ گزید — کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

ازیں رہ گذر مزاولت سیر آں حضرتؐ در ہر کار و بار ضرور اُفتاد تا کردنی و ناکردنی بدریافت شود و اتباع تام رو دہد و بر گفتۂ زید و عمرو کہ مخالف سیر آں سرور خیر البشرؐ گردد سر نتابد۔

دانش ایں جا متحیر و خرد ایں جا لال ست زہے عالم خراسانی کہ نکو گفتہ و دُرِ معنی سُفتہ ؎

اہل توحید چو تحقیق سخن در گیرند — خس و خاشاک شک از عین یقیں برگیرند

رونق کار خود از حضرت قرآں جویند — شاہد دین خود از قول پیمبرؐ گیرند

ہر بیانے کہ بود سادہ ز توقیع حدیث — در کف اہل ہوا نقش مزور گیرند

در محاذات نصوص ایں ہمہ تکلیف قیاس — نادرست و عبث و واہی و منکر گیرند

دیدہ از فقہ منزل چو منور سازند — خاطر از فقہ محرف ہمگی برگیرند

مجتہد گاہ مصیب است و گہے خاطی لیک — ہر چہ در وے نہ خطا حکم پیمبر گیرند

انچہ منحوت خیال ست و مخالف بنصوص — اہل دیں در حرم دیں بت اکبر گیرند

ہر چہ آں را نبود مستند از قول رسول — گرچہ فتوائے امام ست کہ ابتر گیرند

باگلِ سرخ کہ اصلش عرق روئے نبی ست — رتبۂ لالۂ نعماں نہ برابر گیرند

اہل تحقیق کجا مائل رایند و قیاس — شہسواراں نہ چنیں صید محقر گیرند

سُنن مصطفوی درگہِ صدق است و صفا — کاہل دل سرمۂ توفیق ازاں در گیرند

حبذا بارگہ علم کہ ارباب نظر — خاک آں کوے بہ اکسیر برابر گیرند

اے خوشا قوم کہ اندر رہ دیں گاہ سلوک — از احادیث نبیؐ مرشد و رہبر گیرند

در مقامے کہ سخن ہا رود از علم و عمل — ہر چہ آں غیر حدیث ست نہ درخور گیرند

کاربندان قضا ہر کہ شود خاک درش — چوں طلا کار در انگیزۂ زر در گیرند

متن و مضمون احادیث بہ تبدیل رواۃ — چوں مکرر شود آں قند مکرر گیرند

علم دیں جملہ عزیز است و لے اہل صفا — از احادیث نبیؐ راحت دیگر گیرند

سنتے زندہ نمایند دریں عصر و سپس — اجر صد خون شہید از در داور گیرند
ناگزیر آمدہ برحق طلبان علم حدیث — شب تار است بگو شمع منور گیرند
ہر کجا حرف قیاس است چو صرصر بہ بند — ہر کجا قول رسول آمدہ از سر گیرند
بے شعوراں کہ بر آرا و قیاسات خوشند — کودکانند کہ اوراق مصور گیرند
باغ فردوس بر آں قوم مباح است کہ خوش — روش راستی از قول پیمبر گیرند
از صحیحین و موطار امام مالک — سنن مصطفوی بہر عمل بر گیرند
ترمذی گرچہ بود قافلہ سالار ہدے — در جزالت ز صحیحین موخر گیرند
بعد ازاں شیخ نسائی و ابو داؤد است — ہر دو را در صف تقوی سر و سر در گیرند
غیر ذلک ز کتب انچہ در آثار رسول — آمدہ بر سر تسلیم چو افسر گیرند
زینت دوحۂ ایماں بود از طائفۂ — کہ قدم بر اثر شافع محشر گیرند
سوے توحید گرایند ز اخلاص و پس — جنت قدس علی رغم ابی ذر گیرند
اے علمدار نبی روح قدس یاور تو — با دکت اہل یقیں سید و یاور گیرند
مر ترا از رہ تعظیم معزز دانند — مر ترا در صف ابرار موقر گیرند

ایں ہیچداں بل سراسر ناداں انچہ کبرائے امت و علمائے ملت فرمودہ اند
بہ ملازمان عالی معروض داشتہ و دراں از خود فروننگذاشتہ ع

گر قبول افتد زہے عز و شرف

زیادہ بریں مبادرت کردن نمی تواند و فدوی از تہ دل تابع فرمان پیشینیان
اہل یقینم ؎

اصل استعداد شرط صحبت است — مرد گر کور است عینک لعبت است

ترصد کہ از راہ مربیانہ جائے کہ خطا کردہ باشم ہدایت خواہند ساخت و
بہ اصلاح کریمانہ خواہند نواخت ؎

حمد نا محدود رب کردگار — آنکہ کردہ ذات خود را آشکار
اے پدر سر سبز باشی روز و شب — تا کہ باشد دشت خضرا سبزہ زار

زیادہ حد ادب فقط

۵ ذی الحجہ ۱۲۹۴ھ روز شنبہ مقام دہلی

لوگ نسخہ کو نخسہ کہتے ہیں

فرمایا صاحبو جانے بھی دو لوگ نسخہ کو نخسہ کہا کرتے ہیں۔

لڑکوں کا امتحان

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ رحیم آباد آئے ہوئے تھے شیخ احمد اللہ صاحب مرحوم نے اپنے چھوٹے صاحبزادے یٰسین مرحوم کو پیش کر کے عرض کیا حضور یٰسین کا امتحان لیں میاں صاحب نے نہایت تشفی اور دلاسے سے پوچھا کیا پڑھتے ہو انھوں نے عرض کیا شرح وقایہ۔ قطبی پیر آپ نے فرمایا اِس کی ترکیب تو کہو

	من جارٍ نِ لبستا نِنا نارٍ نجنا		من جنّۃٍ نارٍ نجنا نارُ اُجنا	

علما کا امتحان

یٰسین مرحوم سوچنے لگے اُستاذ الاساتذہ حافظ عبد اللہ صاحب مدظلہ غازی پوری اُن کے قریب ہی تھے اشارتاً کچھ بتانا چاہا میاں صاحب نے فرمایا سنو صاحب میں نے لڑکے سے پوچھا ہے اُس کو کہنے دو تم سے پھر پوچھوں گا۔

شاہ عطا کریم صاحب کا قصہ

ایک روز کسی موقع پر اثنائے سبق میں فرمانے لگے سنو صاحب ایک بہت بڑے بزرگ سجادہ نشین شاہ عطا کریم صاحب تھے مرید بھی بہت تھے خانقاہ بھی تھی مسجد بھی تھی۔ پابند صوم وصلوٰۃ بھی تھے اتفاقاً ایک طالب علم نے وہاں جا کر پوچھا میاں عطا کریم صاحب کہاں ہیں اِس پر اُن کے مُرید بگڑے اور مارنے کو دوڑے اُس نے پوچھا کیا ہوا؟ مریدوں نے کہا تو حضرت کا نام اِس بے تعظیمی سے لیتا ہے طالب علم نے کہا تو پھر کیسے کہوں؟ مریدوں نے کہا اِس طرح کہہ جناب حضرت سید شاہ عطا کریم صاحب مدظلہ اُس نے کہا بہتر۔ معمول تھا کہ شاہ صاحب جب مسجد میں آچکتے تب اذان شروع ہوتی۔ عصر کے وقت طالب علم نے جو شاہ صاحب کو آتے دیکھا اذان دینی شروع کر دی اور بجائے اشھد ان محمدا رسول اللہ کے کہنے لگا اشھد ان جناب سید شاہ محمد رسول اللہ صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر مرید ہاں ہاں کرتے ہوئے دوڑے اُس نے کہا ایں کیا ہوا؟ مریدوں نے کہا کس طرح اذان دیتا ہے۔ اذان یوں ہی دی جاتی ہے؟ اُس نے کہا پھر اذان کیسے دوں؟ مریدوں نے کہا اشھد ان محمدا رسول اللہ وہ شاہ صاحب کے سامنے آکر کہنے لگا واہ خوب

طلبہ کے ساتھ شفقت اور ہمدردی

جب کوئی طالب علم بیمار ہو جاتا اور آپ کو اُس کی علالت کی خبر ہوجاتی یا سبق میں نہ دیکھتے تو پوچھتے فلاں مولوی کیوں نہیں آئے اگر کسی نے کہہ دیا کہ بیمار ہیں تو فوراً آپ مدرسے میں تشریف لاتے اور برابر بیٹھے رہتے تشفی دیتے دوا علاج اور تدبیر کرتے رہتے۔ الغرض جب تک اُس کو صحت نہ ہوجاتی آپ زیادہ تر اُسی کے پاس بیٹھتے اِن مواقع میں کبھی کبھی سبق بھی ناغہ ہوجاتا اور تا صحت آپ کو ایک خلجان رہتا۔

درس کے وقت مذاق

تحصیل علم حدیث کرنے والوں میں عموماً صرف جید طلبہ بلکہ بیشتر حضرات مدرسین ہوتے تھے اثنار قرائت میں آپ کبھی کبھی کوئی صیغہ یا ترکیب پوچھ لیتے تو لوگ سوچنے لگتے اُس وقت فرماتے ہا تم نے ابھی پڑھا کیا تھا اور آگے کیا بڑھ گئے بتاؤ صاحب ؟ تم لوگ تو ماشاءاللہ پڑھے پڑھائے مولوی ہو اور یہ تو معمولی صیغہ ہے سوچنے کے بعد جب کوئی صاحب غلط سلط کچھ کہتے تو آپ اعتراض کر دیتے پھر تو بالکل رکھی جاتی۔ جب دیر ہوتی تو فرماتے اچھا دو سیر میٹھائی یا قلاقند منگا دیتا ہوں بتاؤ پھر فرماتے اچھا ایک روپیہ دیتا ہوں پھر فرماتے کہ اچھا ایک نہیں دو روپئے لے لو بتاؤ تو سہی اِس پر بھی جب صدائے برنخواست ہی کی نوبت رہتی تو فرماتے صاحب ہم بھی تو روشن ضمیر ہیں تم تو چل نکلے تھے مگر جب ہم چلنے بھی دیں یہ کہہ کر نہایت توضیح اور تحقیق کے ساتھ سمجھا دیتے اور کہتے سنو صاحب تمام جھوڑی پڑی ہوئی ہے۔ میں نے سات برس اوائل میں صرف صَرف و نحو کا درس دیا ہے اب تو سب کچھ اسی صحاح میں ہم دیکھ لیتے ہیں۔

ایک دفعہ قاری نے مُشْعَانٌ کو شمعان پڑھ دیا پھر دوسری جگہ بھی اِسی طرح غلط بہ تقدیم و تاخیر حروف پڑھ گیا آخر سامعین نے ٹوکا تو آپ نے ہنس کر

صیغہ یا ترکیب پوچھنا

اُن لوگوں نے کہا۔ آپ کے نام کے ساتھ اگر جناب حضرت سید شاہ عطا کریم صاحب مدظلہ نہ کہا جاے صرف نام لیا جاے تو یہی لوگ مار پیٹ کرنے پر تیار ہو جائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جن کی جوتی کی خاک کے برابر بھی آپ نہیں ہیں اُن کا نام خالی محمد رسول اللہ لیا جاے اچھا انصاف ہے۔

جناب شاہ صاحب نے اپنے مریدوں پر سرزنش کی اور کہا۔ تم لوگ ہم کو ذلیل کراتے ہو اگر اس غریب نے خالی نام لیا تھا تو کیا ہوا۔

مولانا عبد العزیز رحیم آبادی کا جلالین میں شریک نہ ہونا

مولانا عبد العزیز رحیم آبادی ۱۲۹۳ھ میں دہلی میں پڑھتے تھے رمضان کا مہینہ آیا تو جلالین شروع ہوئی۔ بعض آدمی گھر جانے کے لئے مستعجل تھے اِس لئے بجاے ایک پارے کے دو پاروں کی نوبت آگئی مولوی عبد العزیز صاحب نے شرکت چھوڑدی آپ نے سبق میں اُن کو نہیں دیکھا تو آدمی بھیج کر مدرسہ سے بلوایا پوچھا تم نے دیر کیوں کی یہ فطرتی مناظر کہنے لگے جس طرح جلالیں یہاں پڑھائی جاتی ہے ایسی مجھ کو خود آتی ہے میاں صاحب نے فرمایا۔ بہتر یہ اُٹھ کر چلے آئے ایک دن اثناے سبق میں پھر ایک طالب علم کو بھیجا کہ مولوی عبد العزیز کو بلا لینا یہ آئے آپ نے اُس دن سبق میں ایک عبارت کا مطلب پوچھا اُنہوں نے فوراً جوڑ توڑ لگا دیا آپ نے اُس پر اعتراض کر دیا۔ اب تو یہ سوچنے لگے تب آپ نے فرمایا ؎

مولوی الیہ کا امتحان

ہر بیشہ گماں مبر کہ خالی ست		شاید کہ پلنگ خفتہ باشد

بغیر اساتذہ کی جوتی سیدھی کئے ہوے۔ یہ باتیں نہیں حاصل ہوتی ہیں یہ کہہ کر آپ نے خود بیان کردیا۔ اور کہا اُستاذوں کے جتانے کی بھی جگہیں ہیں۔ اور اس شعر کی نسبت فرمانے لگے رزیڈنٹ لکھنؤ کے مترجم نے نواب سعادت علی خاں کی مجلس میں کہا۔ شیخ سعدیؒ نے گلستاں میں یہ عجیب بات رکھی ہے کہ اِس کے اشعار قوافی بدل کر بھی اگر پڑھے جائیں تو بے معنی نہیں ہوتے چنانچہ ایک نسخہ میں گلستاں کے میں نے دیکھا ہے خفتہ باشد کی جگہ خفیہ باشد لکھا تھا۔ شاید کہ پلنگ خفیہ باشد + انشاء اللہ خان انشا نے کہا۔ بجا فرماتے ہیں میں نے ایک نسخہ میں قطعہ بہ تبدیل قوافی دیکھا تھا ؎

خفتہ باشد اور خفیہ باشد انشاء اللہ خاں کا لطیفہ

تا مرد سخن نگفتہ باشد	عیب و ہنرش نہفتہ باشد
ہر بیشہ گماں مبر کہ خالی ست	شاید کہ پلنگ خفتہ باشد

اِس پر خوب قہقہے لگے اور مترجم صاحب، نواب صاحب اور رزیڈنٹ دونوں کے روبرو نہایت شرمندہ ہوئے۔

مستقل مزاجی

آپ کی طبیعت جلدی کسی رنگ کو قبول نہیں کرتی تھی اور جب کوئی رنگ اختیار کرلیتی تو اُس کو جلدی چھوڑتی نہ تھی۔

لڑکپن میں پڑھنے کی جانب سے بدشوقی

لڑکپن میں پڑھنے لکھنے کی طرف سے سخت بدشوق تھے جب پڑھنے کا شوق ہوا تو ہمیشہ کے لئے وطن ہی چھوٹ گیا۔

فقاہت کا زمانہ اور سرسید کی تحریر

تحصیل وتکمیل علوم متدارسہ کے بعد مدتوں فقیہ رہے چنانچہ سرسید احمد خان مرحوم آثار الصنادید میں لکھتے ہیں "جناب مولوی نذیر حسین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ" "زبدۂ اہل کمال اُسوۂ ارباب فضل وافضال مولوی نذیر حسین صاحب بہت صاحب استعداد ہیں خصوصاً فقہ میں ایسی استعداد کامل بہم پہنچائی ہے کہ اپنے نظائر واقران سے گوے سبقت لے گئے ہیں۔ روایت کُتبی میں آج بےنظیر ہیں"

خدمت حدیث

جب درس حدیث کی جانب توجہ کی اور توغل بڑھا تو دوسرے علوم وفنون اور تقلید شخصی کی طرف سے بے پروائی آ گئی۔ یہاں تک کہ تقلید بھی کی تو صاحب حدیث ہی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کی۔ اور سب کی تقلید سے ہاتھ اُٹھایا۔

ساٹھ برس تک دہلی میں حدیث ہی کا درس دیتے رہے اور اسی پر خاتمہ ہوا مسلمانوں کو جب پکارا تو حدیث ہی کی جانب پکارا اور آٹھ لاکھ آدمیوں کو[۹] عامل بالحدیث بنا چھوڑا۔ ایک خط میں مولوی سید عبدالعزیز فرخ آبادی کو لکھتے ہیں "مراکہ ازخدمت علوم دین سیما کتاب وسنۃ ضیق فرصت ست وامروز زیر درس ۴۵ طلبہ ہستند فقدان اطمینان است"

عــہ۹ اخبار دار العلوم دہلی مطبوعہ ۱۷۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء تحت مضمون "وفات حسرت آیات" جس کی نقل اس کتاب کے صفحہ ۲۲۸ میں ملے گی ۱۲

پیشین گوئی

ایک خط میں سید عبدالعزیز ساکن صمدن ضلع فرخ آباد کو لکھتے ہیں :۔

"مجھے اپنے اللہ سے امید ہے کہ تم کو وہ اولاد صالح دے گا اور یہ بھی قوی بھروسہ ہے کہ سب سے زیادہ تعداد ہوگی۔ میں نے رات کو خواب میں دیکھا تھا کہ تم کئی لڑکوں کی اُنگلیاں پکڑے ہوئے آرہے ہو۔ اور چند بچے تمہارے پیچھے پیچھے ہیں یہ خواب منتج نتائج حسنہ ہے اور تعبیر کثرت اولاد کے ساتھ ہے اللہ جل شانہ تمہاری پیروی تمہاری اولاد کو بخشے گا اور میں بھی ضرور دیکھوں گا۔ اور اسی مسجد میں دروازے کے سامنے تم کو آتے دیکھا ہے اور تم اُس جگہ آکے بیٹھے تھے جہاں تم نے مجھ سے ایک مرتبہ سنن ابوداؤد پر بحث شدید کی اور میرا کہنا نہ مانا تیسری مرتبہ مجھے تمہارا راضی کرنا پڑا۔ اس واسطے کہ تم برسر حق تھے اور تم نے بات بھی سلف صالح کے مطابق پیدا کی تھی یا اللہ میری اس تحریر کو درجہ قبولیت کا دے آمین ثم آمین"

خواب

تعبیر

یہی بزرگ اپنے ترجمہ میں لکھتے ہیں "میرے چند بیٹے ہیں۔ مولوی ابوالمجد سید محمد عرف عبدالحمید۔ ابوالمجاہد سید حسن عرف سید عبدالحکیم۔ ابوالسعادۃ سید حسین عرف عبدالحفیظ۔ آغا سید رضا عرف حافظ عبدالغفار"

پیشین گوئی کا ظہور علیٰ وجہ الاتم

دوسری جگہ اپنے حالات میں لکھتے ہیں "میں ۱۹۱۰ء میں دہلی گیا تھا یہ گویا آخری فیض یاب ہونا تھا۔ میرے ساتھ بیٹے تھے دیکھ کر بہت خوش ہوئے"

ناظرین ہی انصاف کریں کہ ایسی یقینی پیشین گوئی کیا کوئی معمولی بات ہے؟

زندہ دلی اور خوش طبعی

اکثر جمنا میں تیرنے کے جلسے کیا کرتے احباب تلامذہ اور تیراکوں کو لے کر جاتے دن بھر تیرتے رہتے تربوزے آتے اور سب مل کر خوب کھاتے خود فرماتے تھے۔ جوانی میں تین کاموں کا شوق رہا۔ جمنا میں تیرنے کا۔ گھوڑا چڑھنے کا۔ اور بدلی میں سونے کا۔

جمنا کنارے کے جلسے

جوانی کے شوق تیرنا، گھوڑا چڑھنا، بدلی میں سونا،

باغ کی سیر

اکثر دوستوں اور شاگردوں کو ساتھ لے کر کسی باغ میں چلے جاتے۔ شہتوت، آم اور دوسرے دوسرے میوے فصل کے لے لے کر کھلاتے مذاق کی باتیں ہوتی رہتیں کوئی اِدھر ٹہل رہا ہے کوئی اُدھر پھر رہا ہے کوئی دوڑتا ہے کوئی تعاقب کرتا ہے۔

خاکی شاہ کا ذکر

۱۲۹۶ھ میں ایک بنگالی طالب علم پڑھتا تھا اُس کا نام تو تھا تراب علی مگر آپ نے مذاقاً اُس کا نام خاکی شاہ رکھ دیا تھا۔ اِس سے اور ایک دوسرے طالب علم سے جانی دشمنی تھی ایک روز جب دونوں کے آپس میں خوب زبانی لڑائی ہو چکی تو خاکی شاہ نے میاں صاحب سے آکر غصّہ میں کہا۔ میاں صاحب اِس کو منع کیجئے ورنہ اب خون ہو جائے گا آپ نے فرمایا کیا مضائقہ سرکار کی طرف سے ساڑھے تین خون تمہارے لئے معاف ہے آخر دونوں لپٹ پڑے اور ایک نے دوسرے کی دانت کاٹنا شروع کیا جب خون بہنے لگا تو آپ فوراً اُٹھے اور دونوں کو چھوڑا کر پاس بٹھالیا اور سمجھانے لگے توبہ توبہ تم لوگ حدیث پڑھنے کو آئے ہو۔ کُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا پھر ہر کا دودھ شکر ملا ہوا حلوائی کی دوکان سے منگوا کر دونوں کو پلوایا۔ اور گلے گلے ملا کر صلح و صفائی کرادی۔

شادی کا مشورہ

ایک شخص آپ کے پاس اپنی شادی کے خصوص میں مشورہ لینے کے لئے آیا آپ نے فرمایا۔ شادی کرنے کا مضائقہ نہیں مگر کسی طرح یہ بات بھی دریافت کرلینا کہ بیوی کا مزاج کیسا ہے اور تم کو بھی چاہیئے کہ شادی کے بعد بیوی کے ساتھ اچھی طرح رہو نیک سلوک کرو، نرمی اور ملائمت برتو، اُس کی تکلیف کا خیال رکھو۔

بیوی کے مقابل میں بخالت

سنو ایک صاحب تھے بڑے بخیل اُنہوں نے شادی کی تو گوشت بازار سے خود خرید کر لاتے اور بوٹیاں گن کر بیوی کو پکانے کے لئے دیتے۔ بیوی تھی ہوشیار پانچ بوٹیاں یہ دیں تو وہ اُس کے دس ٹکڑے کرلیتی پانچ تو دن کو دے دیتی اور پانچ پھر رات کو بھی دیتی اب تو یہ گھبرا کر کہنے لگے میں نے تو پانچ ہی بوٹیاں دی تھیں اب یہ پانچ کہاں سے آگئیں اُس نیک بخت نے کہا۔ ہاں تم نے

تو پانچ ہی دی تھیں مگر یہ ہمارا احسان ہے اِس میں تمھارا کیا لگا ہے۔

دلّی والے دلی نہیں چھوڑ سکتے

ایک دفعہ تذکرہ آیا دلّی والے دلّی چھوڑ نہیں سکتے آپ نے فرمایا۔ دلّی کا ایک کتّا فرخ آباد گیا وہاں ایک کتّے سے ملاقات اور دوستی ہو گئی۔ فرخ آباد والے نے دلّی والے کی خوب خوب دعوتیں کیں مختلف قسم کے کھانے ہمیشہ کھلائے بالآخر دہلی والے کتّے نے بوقت رخصت اپنے فرخ آبادی دوست کو دہلی آنے کے لئے باصرار کہا۔ اور وعدہ لیا۔ کچھ دنوں بعد اتفاقاً فرخ آبادی کا دلّی آنا ہوا۔ جمنا پار ہوتے ہی پہلے تو شہر کے کتّے لپٹ پڑے۔ بہ ہزار خرابی اُن سے کسی طرح پیچھا چھوڑا کر شہر میں پہنچا اور اپنے دوست کی تلاش کرنے لگا۔ چاندنی چوک میں کچھ رات بڑے ملاقات ہوئی۔ پہلے تو دلّی والے نے بڑی ہمدردی کی اس کے بعد دعوت کی فکر میں چلا۔ دلّی والے تو سرِ شام ہی کھانا کھا چکتے ہیں۔ اب رات گذرے اس کو ملے تو کیا ملے جامع مسجد کی شمالی سیڑھیوں پر (جہاں نانبائی شامی کباب ہانڈی کباب وغیرہ عصر کے وقت بیچتے ہیں) ایک ہانڈی کباب کی مل گئی۔ کباب تو بک چکا تھا صرف مصالحہ رہ گیا تھا۔ اِسی ہانڈی کو لاکر فرخ آبادی دوست کے سامنے رکھ دیا (دلّی والے مرچیں زیادہ تو کھاتے ہی ہیں اِس پر نانبائی بازار کے کباب میں اَور بھی زیادہ مرچیں دیتے ہیں) اور معذرت کی بھئی اِس وقت تو کچھ ملا نہیں خیر حُسنِ اتفاق سے چیز اچھی مل گئی ہے۔ بھوک کی شدت اور پریشانیوں کے بعد ہانڈی جو سامنے آئی تو چاہا کہ سب کو ایک ہی لقمہ کر جائیں مُنہ لگاتے ہی مرچوں نے زبان، حلق اور سینہ تک کی اس طرح خبر لی کہ گویا آگ لگ گئی۔ نہایت ہی سراسیمگی کی حالت میں کہنے لگا یار تم اس شہر میں کیوں رہتے ہو جہاں کے کھانے کی یہ حالت ہے بہتر ہے کہ تم میرے ساتھ فرخ آباد چلے چلو وہاں کا آرام تو تم نے دیکھا ہی ہے اس کے جواب میں دلّی والے نے کہا۔ یار اسی چٹ پٹے کے سبب سے تو دلّی چھوڑی نہیں جاتی۔ دوسری جگہ کے کھانے میں یہ مزا کہاں!

فرخ آباد اور دلی کے کتوں کی حکایت

ایک حافظ نابینا نے آکر آپ سے مسئلہ پوچھا مسئلہ بتا کر فرمایا ع

	اندھے کو اندھیرے میں بہت دور کی سوجھی	

حافظ عبدالمنان صاحب وزیرآبادی فرماتے ہیں آپ دعوتوں میں ہم کو ضرور ساتھ لے جاتے اور اپنی بغل میں بٹھاتے کھانا کھاتے جاتے اور ہڈیاں میرے آگے رکھتے جاتے اور کھانے کے بعد فرماتے "ارے اندھے تو تو سب سے زیادہ کھا گیا"

طلبہ میں جب کسی کو دیکھتے کہ ذرا شوقین ہے تو فرماتے۔ گانٹھ میں کوڑی نہیں باقی پور کی سیر۔

پہلی مرتبہ جب آپ اپنے والد ماجد کے انتقال کے بعد سورج گڈھ آئے تو آپ کے ایک ماموں تھے انہوں نے نہایت ہی حیرت سے کہا سنا ہے کہ تم نے دلی میں شادی کر لی اپنے خاندان سادات کا نام بھی ڈبو دیا۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت میں کیا کروں اوپر ہی سے ہوتی آئی ہے حضرت امام حسین علیہ السلام بھی تو بی بی شہر بانو سے بیاہے گئے جو ہرمز کسریٰ کی صاحب زادی تھیں اور ابوالائمہ امام زین العابدین علیہ السلام انہیں کے بطن سے تھے ؎

نسب کا اعتبار ہوتا ہے نہ بطن کا

میں ہی نہیں ہوں شیفتہ رنگ گندمی		اوّل سے ہوتی آئی ہے آدم کو دیکھئے
نہ تنہا من دریں مے خانہ مستم		جنید و شبلی و عطار شد مست

اس کے بعد سمجھا دیا کہ شریعت میں اعتبار نسب کا ہوتا ہے نہ بطن کا۔

پنجابی طلبہ پر جب کبھی خفا ہوتے تو فرماتے دیکھو صائب کہتا ہے ؎

گبرو مسلماں ہمہ یک آبی اند		واے بریں قوم کہ پنجابی اند	

شاعری کا مذاق

آپ کو ہزاروں شعر اُردو فارسی اور عربی کے ضرب المثل کے طور پر یاد تھے جن کو اکثر پڑھتے اور اُن کے نکات کو بیان فرماتے۔

مولوی سید عبدالعزیز عرف عزیز احمد ساکن صمدن ضلع فرخ آباد کو ایک خط میں لکھتے ہیں "طرق تحریر ایشاں دیدم نثر دل پذیر ست و نظم پُرجوش۔ چندے مشق باید کہ اُدباے زمانہ بروے حرف گیری نہ نمایند۔ اگرچہ تر دفقیر شکستہ زبان است الاشق خورد سال است قصیدہ کہ بر شیروانی نوشتند بروے اعتراضہا

نمودند خوب است۔ شرفائی شاعر عرب را کہ ستو دند نمی دانم کہ از کلامش چہ لطفہا یافتند و ے اگرچہ کہنہ مشق است الا بلاغت ندارد فصاحت و بلاغت شاعر و انشا پرداز را لازم و ملزوم است۔

شاعری کے لئے فصاحت و بلاغت لازم و ملزوم ہے

دوسرے خط میں انہیں کو لکھتے ہیں۔

" قصیدہ کہ مشعر کیفیت مولوی فضل حق خیرآبادی نوشتند خوب است الا طرزش دل آزار عزیزان مرحوم خواہد شد بچند مقامات قلم کشیدہ شد عزیزا تحریر دل ربا باید نہ جاں گزا اگر چندے مشق خواہد ماند انشاء اللہ انشا پردازی ایشاں رنگ دیگر خواہد پذیرفت۔

تحریر دل ربا ہو نہ جاں گزا

یقینی طور پر یہ بات نہیں کہی جاسکتی کہ **آپ** شعر کہتے بھی تھے مگر حضرت عبداللہ غزنوی کی تعزیت میں جو خط اُن کے صاحبزادوں کے پاس بھیجا تھا اُس میں یہ قطعہ غالباً قلم برداشتہ لکھا تھا۔ **قطعہ**

واہ عبداللہ فنا فی اللہ شد		از جناب بارش تسلیم باد	
چشمۂ فیض کرامت شانِ او		رونق افزا چشمۂ تکریم باد	

مع ہذا وہ شعر کہتے ہوں یا نہ کہتے ہوں اصلی شاعر ضرور تھے جو ماں کے پیٹ ہی سے شاعر پیدا ہوتا ہے اور نکتہ سنجی، شعر فہمی، دقیقہ رسی میں اُس کی طبیعت کو شعر کہنے والوں کی طبیعت سے زیادہ مناسبت ہوتی ہے۔

اصلی شاعر ماں کے پیٹ ہی سے شاعر پیدا ہوتے ہیں

وہ دوسرے شاعروں کے اشعار سے ایسے مطالب و مفاہیم مستنبط کرتا ہے جو کہنے والوں کے خیال میں بھی نہیں ہوتے اور یہی اصلی شاعری ہے۔

میں اِس باب میں اُن اشعار کو جو وقتاً فوقتاً **میاں صاحب** کی زبان مبارک سے سنے گئے ہیں یا تحریر میں پائے گئے ہیں درج کرتا ہوں اور ناظرین **میاں صاحب** کے خطوط میں ملاحظہ فرما چکے کہ برجستہ اور برمحل وہ کس کثرت سے اشعار کا استعمال کرتے تھے چاہے وہ اشعار اساتذہ یا دوسرے شعرا ہی کے کیوں نہ ہوں مگر موقع استعمال سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ شاعر نے حق تصنیف اپنا اُن کی قابلیتوں کے ہاتھوں بیچ ڈالا ہے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ **آپ** کو رحیم آباد میں بخار شدید آیا قبض شدید تھا

رحیم آباد میں بیمار پڑنا

میرے پاس طلبی کا ٹیلیگرام پہنچا میں نے پہنچ کر دیکھا کہ شدت تپ میں غیر منتظم باتیں کرتے ہیں اور شعر پڑھے جاتے ہیں ؎

لے چلو باغ میں مجھ کو کہ بیاد رخ دوست	ہوں دل آزردہ وہاں گل سے بہل جاؤں گا
تا بکے محنت و رنجوری دوری بکشم	نازنین وطنم سوے وطن باز روم
تا بکے در خس و خاشاک بود منزل ما	صدر بزم چمنم سوے چمن باز روم
رل گئے خاک میں لاکھوں تو اچنبھا کیا ہے	میں بھی اک روز اسی خاک میں رل جاؤں گا

ناظرین اِس حالت اور ان اشعار کے مضامین پر غور فرمائیں جس شخص کا ملکۂ راسخہ بے ہوشی میں ایسا ہو اُس کے درویش کامل ہونے میں پھر کوئی شبہ کی جگہ باقی رہ سکتی ہے۔ اِسی درویشی کی مناسبت سے شعرا میں خواجہ میر درد علیہ الرحمۃ کی درویشی کی بہت تعریف کرتے اور اُن کے اشعار بھی اکثر پڑھا کرتے مصرعہ

ہوں میں لفظ درد جس پہلو سے اُلٹو درد ہے ؎

نہ وہ نالوں کی شورش ہے نہ وہ آہوں کی دھوئی ہے	ہوا کیا درد کو پیارے گلی کیوں آج سونی ہے

ایک روز فرمانے لگے دہلی میں کل ڈھائی فاقے ہوئے جس میں دو خواجہ میر درد کے گھر۔ ایک اٹھارہ دن کا تھا اور دوسرا پندرہ دن کا مگر دیوار درمیان ہمسایہ کو بھی خبر نہ ہوئی اور نہ ماتھے پر بل آیا۔

درس حدیث کے وقت عاشقانہ اشعار ایسے ایسے پڑھتے کہ سُن کر حیرت ہو جاتی۔ ایک مرتبہ فرمانے لگے ؎

ادھر آ پیارے ہنر آزمائیں	تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

غالباً یہ شعر حدیث اُنک کے موقع پر پڑھا تھا ؎

صبا را شرم می آید بروے گل نگہ کردن	کہ رخصت غنچہ را واکردہ نتوانسستہ کردن
آناں کہ چشم بر گل تحقیق وا کنند	از ہر چہ نیم رنگ نگیرد حیا کنند
صائب دو چیز می شکند قدر شعر را	تحسین ناشناس و سکوت سخن شناس
تو با زیچۂ طفلاں چہ تماشا داری	وضع دیوانۂ ما نیز تماشا دارد
نیاید تا کف گل چیں برو دست	ز مژگاں با عبائش خار چیں بست

عالم بے خبری طرفہ تماشا گاہے ست — رہروے نیست دریں رہ کہ نہ لغزد پایش

رشتۂ الحمد میانِ من و او صلح فساد — حوریاں رقص کناں ساغرِ شکرانہ زدند

غزالاں را سم از شوخی شکستہ — ندارد تاب جُستن کفش خستہ

ازیں افیون کہ ساقی در مے افگند — حریفاں را نہ سر ماند و نہ دستار

گر نہ قضا بود کہ باہم رویم — می رسد آں وقت کہ ماہم رویم

بوریا باف گرچہ بافندہ است — نہ برندش بہ کارگاہ حریر

سخن یکے است بہ بو باغبان و عشوہ مدہ — کہ دل قبول ندارد گُلِ دو رنگ ترا

ایں مدعیاں در طلبش بے خبرانند — کانرا کہ خبر شد خبرش باز نیامد

از شراب مہر چوں مستی دہی — نیستہا را صورتِ ہستی دہی

چوں طمع خواہد زمن سلطانِ دین — خاک بر فرقِ قناعت بعد ازیں

بے بصیرت چہ شناسد سخنِ صائب را — تلخ و شیریں بہ مذاقِ دلِ رنجور یکے ست

ہر کہ بر بحرِ ضمیرش بگذرد — گوہرِ معنی بہ سوغات آورد

حدیث افک پڑھاتے وقت ماذا اذنبت کا ترجمہ اس طرح کرتے سے

آخر اے آہوئے مشکیں کہ رمیدی از ما — چہ گنہ رفت و چہ کردیم و چہ دیدی از ما

قصیدہ عظمیٰ ۱۸۸۰ اشعار

قصیدہ عظمیٰ جس میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لاالفت مولوی امین اللہ نگرنہسوی نے لکھی ہے ایک ہزار آٹھ سو اسی (۱۸۸۰) شعروں کا قصیدہ ہے جس کا مطلع یہ ہے۔

محذرات سراپردہائے قرآنی — چہ دلبر اند کہ دل می برند پنہانی

قصیدہ عظمیٰ پورا حفظ تھا

یہ قصیدہ غالباً پورا ازبر تھا۔ درس حدیث کے وقت اکثر اشعار اس کے مناسب حال پڑھتے۔ حدیث افک میں کنٹھے کے گم ہونے کے بیان میں فرماتے۔

"گر نظم آں ہمہ از جنسۂ یمانی بود — جواہرے کہ بود نام آں سلیمانی"

رو بہ غربت دارم و یادِ تو در دل می برم — داغ ہجرانِ ترا منزل بہ منزل می برم

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی — کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

محبتے است کہ دل را نمی دہد آرام — وگرنہ کیست کہ آرام جاں نمی خواہد

دیدہ ام در غنچگی چندیں جفائے باغباں — بعد گل گشتن نمی دانم چہ گل خواہد شگفت

اے صبا نکہتے از خاک رہ یار بیار
ببر اندوہ دل و مژدۂ دیدار بیار

مردے شد کہ نہ دیدم گلِ رخسار ترا
از خدا می طلبم دولتِ دیدار ترا

خلافِ پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بہ منزل نخواہد رسید

بصدق و صفا کوش و ورع و تقیٰ
ولیکن میفزائے بر مصطفےٰ

بہ خاک دامنِ جاناں دل منست کہ جائے دگر
برائے مسکنِ تو برکشیدہ اند قصور

لشکرِ غم کی چڑھائی ہے خبردار اے دل
مورچہ ٹوٹنے پائے نہ شکیبائی کا

اپنی ہستی کو سمجھتا رہے برباد انسان
چار عنصر نہیں جھونکا ہے یہ چوبائی کا

کونسا دل تھا کہ شیشے کی طرح چور نہ تھا
غمزدہ سینہ برشتہ دلِ رنجور نہ تھا

وادیٔ حزن و ملالت میں وہ مغمور نہ تھا
نشۂ حیرت و بے تابی میں مخمور نہ تھا

می رود سطح زمیں از تہ پایم امروز
شاید آں روز قیامت شدہ قائم امروز
دلِ ناکامی دل شاد کہ ناشادم کرد
خانۂ رنج و غم آباد کہ بربادم کرد

کوئی سیدھی بات صاحب کی نظر آتی نہیں
آپ کی پوشاک کو کپڑا بھی آڑا چاہیے

دَور میں وائے نصیب اپنی جب آئی باری
باقی ساقی رہی جب مے نہ ذری شیشے میں

شمائل ترمذی میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سراپا کا بیان آتا تو آنکھ کی تعریف میں فرماتے دیکھو مفتی صدر الدین خاں صاحب لکھتے ہیں۔

محتسب آئے تو نقشہ تیری آنکھوں کا دکھاؤں
منہ میں ٹپکاؤں دمِ غش مئے گلنار کی بوند

دانتوں کی تعریف میں مفتی صاحب کا یہ شعر پڑھتے۔

عکس دنداں کا پڑے تیرے اگر پانی میں
آب ہو جائے خجالت سے گہر پانی میں

تھیں ابھی نہ کی شیریں نے اِس تیشہ زنی پر
پتھر پڑے فرہاد تری کوہ کنی پر

کوئی کوتہ نہ پایا ان بتانِ سرو بالا میں
جسے دیکھا نظر آیا وہ باون گز کا لنکا میں

باندھی ہے سب نے زیرِ فلک جھوٹ پر کمر
شاید بگڑ گیا ہے کہیں ماٹ نیل کا

کہتے ہیں ذکر لیلیٰ و مجنوں جو چھیڑ دے
چپ رہیے بس نہ گور کے مُردے اُکھیڑ دے

موئے کمر نظر ہی نہ آئے تو کیا کروں
تعریف ورنہ کی ہے ترے بال بال کی

یارب چہ گل شگفت ز مکتوب ما کہ باز
باد صبا ملول و کبوتر گرفتہ است

منکراں چوں دیدۂ شرم و حیا برہم نہند
تہمتِ آلودگی بر دامنِ مریم نہند

نامہ ام پاک تر از دیدۂ بلبل دارم
لاکن از جور رقیباں چہ کنم لاچارم

در محفلِ خود راہ مدہ لاف[عہ] زنے را
آزردہ دل آزردہ کند انجمنے را

سعدی حجاب نیست تو آئینہ صاف دار
زنگار خوردہ کے بنماید جمال دوست

از دست گدائے بے نوا ناید ہیچ
جز آنکہ بصدق دل دعائے بکند

راہ چپ کرد حریفانہ بہار از چمنم
غنچہ من ماندم و ہنگام شگفتن بگذشت

بارہا گفتہ ام و بار دگر می گویم
من گم گشتہ نہ ایں راہ ز خود می پویم

در پسِ آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند
انچہ استادِ ازل گفت ہماں می گویم

آنکہ نفسِ کلام حق گویا ست
کہ جہاں را برائے او آراست

وانکہ تن جامۂ خلافتِ حق
جز بہ بالائے او نیامد راست

گر قلم بر سرِ غمنامۂ دوراں آید
خوں بدل آہ بلب اشک بہ مژگاں آید

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید
دیگراں ہم بکنند انچہ مسیحا می کرد

بر بساطِ اغنیا ہرگز نیاید اہلِ فقر
زانکہ نقشِ بوریا ایں قوم را زنجیر پاست

برجہد آہ جگر دوز چہ امکاں دارد
سر زند نالۂ جاں سوز چہ امکاں دارد

طالبِ خلعتِ نعمت ہمہ باشند ولے
دولت آں برد کہ تشریف بلا یافتہ است

حافظا عمر عزیز است غنیمت دانش
گوئے چیزے کہ توانی ببر از میدانش

رشتۂ در گردنم افگندہ دوست
می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

بر آوردنِ کار امید وار
بہ از قید بندی شکستن ہزار

وقت ہر کار نگہ دار کہ نافع نہ بود
نوش دارو کہ پس از مرگ بہ سہراب دہی

حلقۂ پیر مغانم ز ازل در گوش ست
ما ہمانیم کہ بودیم و ہماں خواہد بود

صحتِ ذات ورا بہر تصدق ہر روز
خازنِ مہر بہ خورشید کند زر تحویل

در دم افسانہ شد و تاب شنیدن نہ رسید
حیرتم آئینہ گردید و بہ دیدن نہ رسید

عـہ اصل مصرعہ شاعر کا ہے" در محفلِ خود راہ مدہ ہم چو منے را" مگر میاں صاحب نے ایک موقع پر مناسب وقت لاف زنے "ہمچو منے" کی جگہ استعمال کیا تھا۔ جس سے بہتر تغیر اُس موقع کے لئے ہو نہیں سکتا تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاعری میں وہ اعلیٰ پایہ رکھتے تھے ۱۲۔

کیا کیا دئیے دم اُس نے باتیں بنا بنا کر
دون کی آپ کے دم ساز بجا لیتے ہیں
کون سی جا ہے جہاں تیرے نہیں اے یار ست
وضع رکھتی ہے سپاہی کی وہ خال ہندو
اگر ئی کا ہے گماں شک ہے ملاگیری کا
گردن کو جھکائے صفِ عشاق کھڑی ہے
کس کو معلوم نہیں گنجفہ بازی تیری
چین ابرو نے دکھایا اُلٹی سیفی کا اثر
اُلفت میں اونچ نیچ نہ سوجھی جہان کی
کوئی کیا جانے کھلاڑی کھیلتے ہو کیسے تم
تجھے اے سنگدل آرام جان مبتلا سمجھے
ایسے تیر افگن سے بچ کر مرغِ دل کیونکر اُڑے
جسے تو دوست سمجھتا تھا وہ دشمن نکلا
رقیب کیوں نہ ہو محرم تمہارا اے صاحب
دور و نزدیک میں ہے پھیر بہت اے مغرور
زیب دیتی ہیں کیا مجھ کو یار کی آنکھیں
شیخ کے قد کی درازی کے تئیں جال ہیں دیکھ
کودنے کو جو اٹھا سر پہ اُٹھا لی مجلس
ممکن نہیں وہ آنکھ اُٹھا کر بھی دیکھیں
روئے گل پر دیکھ کر شبنم کو کہتا ہے وہ گل
سرمہ ہے سفاک شہرہ ہے نگاہِ یار کا
جب سے پنہاں ہے وہ رشکِ مہر وماہ

دم باز کے تصدق اُس گفتگو کے صدقے
لحن داؤد کو تانوں میں دبا لیتے ہیں
دیکھئے جس کوچے میں بڑھ مارتے ہیں چار ست
میرزائی پہ کمر باندھی ہے لالا ہو کر
رنگ لایا ہے دوپٹہ ترا میلا ہو کر
اُس ترک کی تلوار پہ کیا بھیڑ پڑی ہے
کون سا فردِ بشر ہے جسے چکمہ نہ دیا
یار کا نقشِ جمالی بھی جلالی ہو گیا
پوچھی زمین کی تو کہی آسمان کی
بارہا اِس گنجفہ کو تم نے برہم کر دیا
پڑیں پتھر سمجھ پر ایسے ہم سمجھے تو کیا سمجھے
جس جگہ کا اُس نے پرتا کا وہی پر اُڑ گیا
تیرے اِس دعوی کا وہ مبطل و رہزن نکلا
مثل ہے پیٹ کہیں چھپ سکا ہے دائی سے
جسے دریا تو سمجھتا تھا وہ تالو نکلا
بہت سے ایسے ہرن ہیں بہرے چرائے ہوئے
یاد آتا ہے جوانوں کے تئیں رقص جمل
دیکھئے اونٹ جو اب بیٹھے تو بیٹھے کس کل
مانع ہے حیا تیر لگایا نہیں جاتا
کیا ہی پھبتی ہے کہ کیڑا لگ گیا بانات کو
سچ کہا ہے بارہ کاٹے نام ہو تلوار کا
رات دن زیرِ فلک اندھیر ہے

نہیں وہ اب جھک اِن میں جو پھیروں ہاتھ گالوں پر
اندھیری ہے سمندِ حسن کو خطِ روئے گلگوں کا

ہاتھ آتا ہے مقدر سے ہمائے دولت
چال کس کس نے بچھایا نہیں دانائی کا

اہلِ جوہر کو زمانے سے شکایت ہے عبث
چری ہوئی ہے زمانہ کے شوخ چشموں کو
ہمکا سہ رہا کرتی ہے ہند ولپسروں سے
شب زکوٰۃ حسن دیتا تھا کھڑا وہ بام پر
کیا حسد ہے اگر ایک شب نظر آیا پورا
اُس شوخ نے کل باتوں ہی باتوں میں فلک پہ
خشم آلودہ جو دیکھی چشم اُس صیاد کی
بائیں دائیں ہیں جو دونوں تیرے ابرو ماہ تو
آبرو سے جو ملا اکسیر سمجھے فقر میں
ملا ہوا ہے تعصب کا چہروں پر روغن
خدا حافظ ہے اُس کے کاکلِ پیچاں کے مفتوں کا
سب کو دنیا کی ہوس خوار لئے پھرتی ہے
اے میاں ضبط سے اب کام ترا در گذرا
جگر کے درد سے مرتے ہیں اُف نہیں کرتے
قاصد کی تگ ودو میں تو شبہ نہیں لیکن
اپنے رتبے سے جو بڑھ بڑھ کے بہت بولتے ہیں
جب تلک حلال کرے نہ مجھ بے گناہ کو
ہوگا وصال غیر سے اِس کا بڑا ہے غم
حالِ قال اُس نے بہت ردوبدل میں مارا
آج موزوں ہم سے وصفِ قد بالا ہو گیا
چکھاؤں میں تجھے رندوں کو تو چکھائے جا
لذت فراق و وصل کی دونوں ہیں دل کو زہر
سو ٹکڑے ہیں اثر ہی کے بڑنگ تحمل صد برگ
میں گیا جب اُس کے گھر ایسی چڑھائی ناک بھوں
چشم تر رہتی ہے آہوں سے جگر جلتا ہے

جاننے والے نہ باقی رہے انجان رہے
دماغ دشت میں ملتا نہیں غزالوں کا
شک دختر رز پر ہے مجھے رام جنی کا
ماہ بھی سائل کھڑا تھا چرخ نیلی فام پر
ساغر ماہ کا گردوں نے کنارہ توڑا
سو بار چڑھایا مجھے سو بار اُتارا
شیر آہو ہو گیا آہو چکارا ہو گیا
ایک چاند اُنتیس[۲۹] کا ہے ایک پورے تیس[۳۰] کا
خاک کا پھنکا بھی سونے کا نوالہ ہو گیا
مٹا سکا نہ کوئی شیخ برہمن کا رنگ
اثر اس سانپ کے پھنکارے اُترتا ہے افسوں کا
کون پھرتا ہے یہ مُردار لئے پھرتی ہے
کب تلک کوئی کسی کے لئے تن من ہارے
تمام ہوتے ہیں اور آن بان باقی ہے
مغرور وہ کب سنتا ہے پیغام ہمارا
مُنہ کے بل اُن کو گراتا ہے اڑے مار گھمنڈ
قاتل کو دہنے ہاتھ کا کھانا حرام ہے
اتنا فراق کا مرے دل پر قلق نہیں
میں نے دل اپنا اُٹھا اپنے بغل میں مارا
عالمِ بالا تک اپنا بول بالا ہو گیا
یہی ہے جام سے ہر دم کلام شیشے کا
بوسے دہانِ یار کے لڈو ہیں بور کے
کیا دشت نوردی میں کترتا ہے جنوں گل
ہو نہ ممسک کی یہ صورت روئے مہماں دیکھ کر
کیا قیامت ہے کہ برسات میں گھر جلتا ہے

ہم خاک نشینوں کو ستانا نہیں اچھا ۔۔۔ جل جائیں گے افلاک جو فریاد کریں گے

داغ چیچک کے نہیں رخسار معشوق کے ۔۔۔ شربت قند است گویا تخم ریحاں ریختہ

کہتا ہے ضبط اشکوں سے بہتانہ آنکھ سے ۔۔۔ پیراک ہے وہی کہ چڑھے جو چڑھاؤ پر

یہی کرتا ہے اشارے کوئی اٹھتا جوبن ۔۔۔ یوں محل پا کے اُبھرتے ہیں اُبھرنے والے

گل مضمون جو کچھ تھے وہ بالکل چن لئے ہم نے ۔۔۔ اب آگے اس میں میں خاک اُڑائے جس کا جی چاہے

اِک حلاوت ہے عداوت میں بھی اِس ظالم کی ۔۔۔ کہ اگر زہر بھی دیتا ہے تو میٹھا مجھ کو

لبوں پر جان ہے اور یار جلنے کی سناتا ہے ۔۔۔ ارادہ دونوں کا ہے دیکھو آگے کون جاتا ہے

ہم فقیروں سے ادی موت تو کیا لیوے گی ۔۔۔ موت سے پہلے ہی یہ لوگ تو مر جاتے ہیں

جنت کی زمین کی تعریف

سودا کا یہ شعر جنت کی زمین کی تعریف میں پڑھئے

جوش روئیدگی خاک سے کچھ دور نہیں ۔۔۔ شاخ میں گاؤ زمیں کے بھی جو پھوٹے کونپل

پڑھ کر فرمائیے قافیے کیسے لاتا ہے!!

میاں صاحب کی مختلف فنوں کے ساتھ مناسبت، میاں صاحب کا تبحر، میاں صاحب کی وضع بود و باش،

قوائے مختلفہ کا مجموعہ

آپ کے حالات زندگی پڑھنے کے ساتھ یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ قدرت نے آپ کو قوائے مختلفہ کا مجموعہ بنایا ہے۔

مقراضی ترجمہ

پڑھانے اور وعظ کہنے کے وقت ابن تیمیہ معلوم ہوتے ہیں۔ تو مقراضی ترجمہ بتانے کے وقت نہایت زندہ دل پھر اُن ترجموں پر غور کرنے سے یقین ہو جاتا ہے کہ اس سے بہتر ترجمہ ہو ہی نہیں سکتا جو کہ نہایت کہنہ مشقی اور تبحر پر دلالت کرتا ہے۔

سادگی

محض معمولی[5] کم قیمت موٹے کپڑے پہنے مسجد میں بوریا یا ٹاٹ پر بیٹھے ہوئے دیکھنے سے نہایت ہی سیدھے سادے زاہد خشک کا گمان ہوتا ہے۔

[5] دیکھو لباس کے بیان میں جو آگے آتا ہے ۱۲

ناواقف آدمی ممالک دور دراز سے نام سُن کر آتے اور پوچھتے ہیں۔ مولانا نذیر حسین صاحب کہاں ہیں؟ تو باوجود نشان دینے کے بھی اُن کی وضع ظاہری کے سبب اُن کا شک مبدّل بہ یقین نہیں ہوتا سامنے ایک تپائی پر صحیحین موطا

درس کی کیفیت

سنن اربعہ ہدایہ وغیرہ کوئی کتاب رکھے ہوئے ہیں ارد گرد سامعین اور قاریوں کا ایک بڑا مجمع ہلالی شکل میں ہے ایک شخص پڑھ رہا ہے باقی سامعین سُن رہے ہیں کبھی شرکاء مجلس میں سے کوئی ایک آدھ بات پوچھ لیتا ہے **آپ** جلدی سے جواب دیتے ہیں اور کہتے ہیں ہاں صاحب آگے بڑھو۔ مگر جس مقام پر سمجھانے اور تقریر کرنے کا موقع ہے وہاں پہنچ کر **آپ** قاری کو آگے بڑھنے دیں کیا ممکن وہاں ایک

بیان کی قوت بحر مواج

بحر مواج کی قطعہ ہوجاتی ہے حاضرین کے منہ سے بے ساختہ نکل جاتا ہے لَمْ يُخْلَقْ فِي الْاَرْضِ مِثْلُهٗ چاروں طرف سے اعتراضوں کی بوچھار ہونے لگتی ہے تو ایک جامع ومانع مسکت جواب ہر اعتراض کا کام تمام کردیتا ہی سند متقدمین دکھانے کی

حافظ ابن حجر کے بارہ حوالوں کے مقابلہ میں پچیس حوالے پیش کئے

جب نوبت آتی ہے تو اشنار درس میں گھر جاتے ہیں اور کتابوں کا ایک پشتارہ اُٹھا لاتے ہیں جس موقع پر حافظ ابن حجر جیسے امام وقت نے بارہ حوالے متقدمین کی کتابوں سے دئے یہ وہاں "پچیس" کتابوں کی سند پیش کرتے ہیں۔

عینی کی ناواقفیت اپنے مذہب سے

عینی شارح ہدایہ وشارح بخاری جیسے شخص کو کہہ جاتے ہیں کہ اس کو خود اپنے گھر کی خبر نہیں ھدایہ کی نسبت فرماتے ہیں کہ پہلے جو عالم ھدایہ کا درس دیتا تھا تو اُس کے گھر پر ایک جھنڈا رہتا تھا۔ جو علامت تھی اِس بات کی کہ مولانا ھدایہ پڑھاتے ہیں۔ سنو صاحب میں نے اس کو کریما مقیماں بنا دیا۔

ہدایہ کو کریما مقیماں بنادیا

صحاح ستہ کو گلستاں بوستاں بنادیا

اسی طرح صحاح کی نسبت کہتے ہیں کہ میں نے اِن کو گلستاں بوستاں بنا دیا

قاری سے سوال

قاری جب کسی مشکل مقام سے بغیر وقفہ کے گذر جاتا ہے تو فوراً روک کر پوچھتے ہیں؟ بتاؤ تو سہی کیا سمجھا جب وہ کچھ غلط سلط جواب دیتا ہے تو تردید کردیتے ہیں اور جب بغلیں جھانکنے لگتا ہے تو سمجھا کر تنبیہ کردیتے ہیں۔ کہ "صحاح کے ہر مقام پر جھوپڑی پڑی ہوئی ہے ہم کو غافل خیال کرکے تم آگے نہیں بڑھ سکتے"

صحاح ستہ کے ہر مقام پر جھوپڑی پڑی ہے

شیخ ابن تیمیہ اور شیخ ابن قیم

شیخ ابن تیمیہ اور شیخ ابن قیم کے تذکرے پر فرماتے ہیں کہ "باوجود اِس تجر علمی کے ذری سی رستی حنبلیت کی لگی رہ گئی ہے"

شیخ ابن الہمام کا ذکر

شیخ ابن الہمام صاحب فتح القدیر (شرح ھدایہ) کو بہت مانتے تھے مگر فتح القدیر میں جس جس مسئلہ حنفیہ کا انتصار اُنھوں نے مناظرانہ روش سے کیا ہے۔ ہدایہ پڑھاتے وقت اُن مواقع پر ھدایہ کا مطلب، فتح القدیر کا پاس مذہب اور نفس مسئلہ کی حقیقت کو سمجھا کر فرماتے کہ" ہا آج چچا ابن الہمام زندہ نہیں ورنہ کہتا۔ دوسرے جو کہیں بکنے دو مگر چچا تمھاری شان سے یہ باتیں بہت بعید ہیں تمھارے لئے زیبا نہیں"۔

المختصر ان حالات کے دیکھنے کے بعد دیکھنے والا نہ صرف حافظ الحدیث اور فرقہ اہل حدیث کا زبردست امام تسلیم کرنے پر مجبور ہے بلکہ اُس کا کانشنس

مجتہد مطلق

(نور ایمان یا قوت تمیزہ) اسلامی دنیا کا ایسا مجتہد مطلق جس نے ہر مسئلہ شرعیہ کو اپنی میزان اجتہاد میں جانچا اور پرکھا ہے اور جو نہ کسی کی مخالفت کی پروا کرتا ہے نہ کسی کی موافقت کی بلکہ صرف قرآن وحدیث کو نصب العین رکھتا ہے منوا ہی دیتا ہے۔

خدا رسیدہ عاشق مزاج صوفی اور سچا درویش

اسی طرح نماز تہجد کے بعد ۳-۴ بجے رات کو گرمیوں میں صحن میں چٹائی پر اور جاڑوں میں درمسجد میں ٹاٹ پر احتبا کئے ہوئے سر گھٹنوں پر رکھے اُردو- فارسی کے عاشقانہ اشعار درد انگیز لہجہ میں پڑھتے اور روتے جس نے دیکھا ہے وہ ایک خدا رسیدہ عاشق مزاج صوفی اور سچا درویش یا پیر طریقت خیال کرنے پر مجبور رہے۔

تاریخی مضامین پر لکچر

تاریخی مضامین پر لکچر دیتے وقت تاریخ کبیر بخاری، طبقات ابن سعد، مغازی ابن اسحٰق، تاریخ طبری، سیرت شامی وغیرہ کتب قدیمہ تاریخ کا حوالہ دینے اور نتیجہ نکالنے سے وہ ایک بے نظیر فلسفی مورخ معلوم ہوتے ہیں۔

مذاہب اربعہ پر فتوے دینا

مقلدین مذاہب اربعہ کو اُن کے مذہب کے موافق فتوے دینے پر کتب فقہیہ ائمہ متقدمین کے حافظ خیال کئے جاتے ہیں۔

معاملات مختلفۃ الصور

معاملات مختلفۃ الصور کو جب سمجھانے لگتے ہیں تو جزئیات فقہ کے سارے نکات کو تشریحی صورت میں دکھا دیتے ہیں۔

خیالی صورت

الغرض یہ سب ادائیں تو وہ ہیں جن سے اُس شخص کے خیال میں جس نے

آپ کو دیکھا نہیں ہے آپ کی خیالی صورت نہایت ہی عبوس معلوم ہو گی۔

زندہ دلی

پھر جب آپ کے عادات، اطوار، زندہ دلی، شوخی۔ خوش طبعی، فراخ حوصلگی، ادا شناسی، شاعری، صاف گوئی، اور آزادی پر نظر ڈالتا ہے تو عجیب حیص بیص میں اپنے کو پاتا ہے کیوں کہ زہد اتقا تقدس اور تورع اِس کی اجازت نہیں دیتے کہ یار باش اور زندہ دل خیال کئے جائیں۔

زندہ دلی کی وجہ

میرے نزدیک آپ کی زندہ دلی کی وجہ اُس وقت کی سوسائٹی دہلی کی اور آپ کی جوشیلی اور حوصلہ مند طبیعت تھی جس میں ہر قسم کا مادہ موجود تھا۔ دہلی میں اُس وقت ہر فن کے ماہر اور کامل عالم، صوفی، درویش، حکیم، شاعر، مصور اور ارباب موسیقی موجود تھے۔

میاں صاحب کی ملاقات بادشاہ اور ولی عہد میرزا فخرو سے لے کر ایک موچی تک سے تھی۔ علماء کے طبقہ میں علاوہ اُن اساتذہ کے جن سے آپ نے پڑھا تھا۔

میاں صاحب کے اساتذہ

(جیسے مولانا عبدالخالق۔ مولانا شاہ محمد اسحٰق علیہما الرحمۃ۔ آخوند شیر محمد قندھاری جلال الدین ہروی۔ مولوی کرامت علی اسرائیلی۔ مولوی محمد بخش عرف تربیت خاں مولانا عبدالقادر رامپوری۔ ملا محمد سعید پشاوری)

معاصرین

مولوی فضل امام خیرآبادی۔ اُن کے بیٹے مولوی فضل حق خیرآبادی۔ مفتی محمد صدرالدین خان۔ مولوی رشیدالدین خاں۔ مولوی مخصوص اللہ خلف الرشید جناب مولانا شاہ رفیع الدین قدس سرہٗ۔ مولانا عبدالحی داماد جناب شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ۔ مولانا محمد اسمٰعیل شہید علیہ الرحمۃ۔ اُن کے بیٹے مولوی محمد عمر۔ مولانا محمد یعقوب چھوٹے بھائی جناب مولانا شاہ محمد اسحٰق قدس سرہ کے۔ نواب قطب الدین خان۔ مولوی محبوب علی۔ مولوی نصیرالدین شافعی۔ مولوی کریم اللہ۔ مولوی محمد نورالحسین مولوی مملوک العلی۔ مفتی سید رحمت علی خاں۔ مولوی امان علی۔ مولوی محمد جان مولوی نوازش علی۔ مصلح الدولہ حکیم مولوی محمد رستم علی خاں۔ حاجی محمد۔ مولوی سدید الدین خاں۔ ملا سرفراز جیسے نامی گرامی علما موجود تھے۔

قاریوں میں

قاری قادر بخش۔ اور اُن کے چھوٹے بھائی حافظ احمد۔ قاری محمد بیگ۔ قاری احمد۔ حافظ عبد الرحیم۔ قاری ابوالخیر محمد فیض سرہندی۔

مشائخان کرام میں

میاں صاحب نے یقیناً شاہ غلام علی قدس سرہٗ نقشبندی کو تو دیکھا نہیں کیوں کہ ۲۲۔ صفر ۱۲۴۰ھ میں وہ انتقال کر چکے تھے اور میاں صاحب ۱۳۔ رجب ۱۲۴۳ھ میں دہلی پہنچے تھے۔ مگر یہ بات تو ضرور تھی۔ کہ اُن کا اثر اُس وقت تک پوری طرح موجود تھا اور حسب ذیل مشائخان کرام تو میاں صاحب کے زمانہ میں موجود تھے۔

امام المشائخین سید احمد بریلوی قدس اللہ سرہٗ العزیز سے شرف ملازمت تو پٹنہ ہی سے حاصل تھا۔ اور انہیں کے فیض صحبت کے سبب یہ دہلی سدھارے تھے۔ آپ کے علاوہ شاہ ابوسعید قدس سرہٗ اور اُن کے بڑے بیٹے شاہ احمد سعید اور دوسرے بیٹے شاہ عبد الغنی قدس سرہما مہاجر مدینہ منورہ، شاہ محمد آفاق قدس سرہٗ (مولانا فضل رحمٰن گنج مُراد آبادی کے پیر) حاجی علاء الدین احمد، حاجی غلام نصیر الدین قدس سرہٗ، خواجہ محمد نصیر، (خواجہ میر درد قدس سرہ کے نواسے) مولوی شاہ یوسف علی، شاہ غیاث الدین، مولوی شاہ محمد حیات، شاہ فدا حسین، شاہ توکل حسین، سید عسکری مجذوب، شاہ عبد الغنی، میرا حمد دیوانہ، دین علی شاہ اور حاجی غلام علی نقیب الاولیا۔

اطبا میں حضرات ذیل سے تھے

احترام الدولہ عمدۃ الحکما معتمد الملک حاذق الزمان حکیم محمد احسن اللہ خاں بہادر ثابت جنگ، عضد الدولہ حکیم غلام نجف خاں بہادر، حکیم صادق علی خاں ولد حکیم شریف خاں، حکیم امام الدین خاں، حکیم غلام حیدر خاں، (شاگرد رشید

حکیم شریف خاں و تلمیذ حضرات ثلثہ جناب مولانا شاہ عبد العزیز و مولانا شاہ رفیع الدین و مولانا شاہ عبد القادر قدس سرہم) حکیم نصر اللہ خاں، (شاگرد حکیم شریف خاں و حضرات ثلثہ قدس سرہم) حکیم فتح اللہ خاں، حکیم دوراں حکیم سربخش خاں، حکیم حسن بخش خاں طبیب صاحب عالم میرزا فخر الدین ولی عہد بہادر شاہ، حکیم غلام حسن خان، حکیم محمد یوسف خاں، اور حکیم عبد الحکیم معروف بہ ابو جاں۔

شاعروں میں یہ شعرا موجود تھے

شاہ نصیر المتخلص بہ نصیر، خاقانی ہند شیخ ابراہیم ذوق، میرزا اسد اللہ خان غالب، حکیم محمد مومن خان مومن، نواب محمد ضیاء الدین خان بہادر نیر و رخشاں تخلص، نواب زین العابدین خان بہادر عارف، نواب غلام حسن خان بہادر المتخلص بہ محو، نواب ذو الفقار خاں بہادر متخلص بہ آذر، مولوی عبد اللہ خاں متخلص بہ علوی، مولوی امام بخش صہبائی، نواب محمد مصطفےٰ خاں بہادر حسرتی و شیفتہ تخلص، مفتی صدر الدین خان آرزو، مولوی محمد حسین ہجر، میر نثار علی شہرت، نواب محمد اکبر خاں، حکیم نظام الدین ممنون، میر مہدی مجروح، حافظ عبد الرحمان خان احسان، شیخ امام بخش ناسخ۔ اور میاں صاحب الہ آباد و دہلی ایک ہی مکان میں تھے اور خوب صحبت رہی تھی۔

اِن شعرا میں سے میاں صاحب کسی کو بھی خاطر میں نہ لاتے تھے البتہ شاہ نصیر اور مفتی صدر الدین خاں کے اشعار اکثر برمحل پڑھتے اور کہتے کہ "دیکھو مفتی صاحب یوں فرماتے ہیں اور شاہ نصیر یوں فرماتے ہیں"

ہاں میر و سودا کی تعریف اکثر کرتے اور متقدمین شعراء اُردو خصوصاً اِن دونوں کے ہزاروں اشعار آپ کو یاد تھے اور فارسی میں تو بلا مبالغہ فردوسی و خاقانی سے لے کر صائب و میرزا عبد القادر بیدل عظیم آبادی تک شاید کوئی شاعر ایسا نہیں گذرا جس کا معتدبہ کلام اُن کو یاد نہ ہو۔

خوش نویسوں میں اصحاب ذیل

اُس وقت دہلی میں تھے

سید محمد امیر پنجہ کش اُستاد نستعلیق (مولوی سید شریف حسین صاحب مرحوم میاں صاحب کے بیٹے انہیں کے شاگرد تھے اور نستعلیق خوب لکھتے تھے) آغا صاحب شاگرد میر پنجہ کش، میرزا عبداللہ بیگ نستعلیق نویس، امام الدین احمد خاں، (شاگرد آخوند عبدالرسول قندھاری) محمد خاں شاگرد میر کلن خوش نویس، آخوند عبدالرسول قندھاری نستعلیق نویس و شفیعہ نگار، حافظ کلو خاں خط نسخ کے اُستاد، میر امام الدین خط نسخ میں بہادر شاہ کے اُستاد تھے۔ مولوی حیات علی خط شکستہ کے اُستاد، پنڈت شنکر ناتھ شکستہ نگار، بدر الدین علی خاں مہرکن (خط نستعلیق میں شاگرد تھے سید امیر پنجہ کش کے اور فن مہرکنی میں اُن کا نظیر سارے ہندوستان میں کہیں کوئی نہ تھا۔ نواب گورنر جنرل کی مہر انہیں سے کھدائی جاتی تھی)

مصوروں میں ارباب ذیل نامی خیال کئے جاتے تھے

غلام علی خاں، فیض علی خاں اور محمد عالم۔

شناوروں میں

میر متقی سرسید احمد خان مرحوم کے والد بزرگوار اور اُن کے سوا اور بھی کئی شخص ماہر فن شناوری موجود تھے۔

اساتذۂ موسیقی میں

ہمت خان، رانگ رس خاں بین نواز، میر ناصر احمد، بہادر خاں ستار زن، رحیم سین ستار زن، نظام خاں دُھرپد سرا، قائم خاں دھرپد سرا، گلاب سنگھ

پکھاوجی جلترنگ وپکھاوج کے اُستاد اور کھوا پکھاوجی۔

چابک سواروں میں

خود میرزا مغل بیگ اُستاد بہادر شاہ وغیرہ وغیرہ اور میاں صاحب کو گھوڑے کی سواری کا شوق کم سنی سے جوانی تک رہا۔ چنانچہ خود فرماتے تھے کہ "تین چیز کا شوق جوانی میں رہا۔ گھوڑا چڑھنے، بدلی میں سونے اور دریا میں تیرنے کا"

علاوہ اِن کے دہلی میں اُس وقت بڑے بڑے صناع ماہرین اور کاملین ہر فن کے بکثرت موجود تھے جن کا تفصیلی تذکرہ تطویل محل ہے مگر خود اکثر اِن لوگوں کا ذکر فرماتے تھے۔

یہ تو کہا نہیں جاسکتا کہ جتنے لوگ صاحب فن دہلی میں موجود تھے سب سے آپ کی ملاقات اور شناسائی تھی۔ مگر چوں کہ دہلی کے خواص وعوام میں تدین کا مادہ زیادہ تھا۔ اور جب کوئی ضرورت مسئلہ مسائل کی پیش آتی تو لوگ آپ ہی سے آکر دریافت کرتے تھے چنانچہ میرے سامنے ۱۲۹۴ھ میں ۲۹۔ رمضان کو بسبب ابر وباد کے دہلی میں عید کا چاند نظر نہ آیا رات کو علی الصباح اجمیر اور کلکتہ سے ٹیلیگرام آیا کہ "چاند ہو گیا" میاں صاحب نے افطار کا حکم ۸ یا ۹ بجے دن کو دیا مگر چوں کہ عیدگاہ میں نماز کے لئے لوگوں کا پہنچنا دشوار تھا اِس لئے ہزار ہا آدمی افطار کی نسبت دریافت کرنے کو آنے لگے آپ کو جواب دینا مشکل ہو گیا۔ آخر آپ نے ایک مٹی کی بدھنی میں سامنے پانی بھر کر رکھ لیا۔ اور جب ایک جم غفیر جمع ہو جاتے تو ایک گھونٹ پانی پی لیتے۔ الغرض ساری دہلی نے دوپہر تک افطار کر دیا اِس لئے ضرور ہے کہ دلی کا ہر فرد بشر بچہ بچہ میاں صاحب سے ضرور واقف تھا۔ گو آپ بہتیروں سے واقف نہ ہوں مگر آپ جیسا مشہور اور باکمال شخص جو دلی میں تقریباً اسّی برس زندہ رہے اگر وہ سب چھوٹے بڑے سے واقف نہ ہوں تو وہ وہاں کے اہل کمال کو بھی چاہے وہ کسی فن کے ماہر ہوں اچھی طرح جانتے نہ ہوں (اور پھر

میاں صاحب کا اثر دلی میں

آپ ایسے زندہ دل جن کی طبیعت میں ہر قسم کا مذاق بلکہ ذوق صحیح موجود تھا نے اپنی ایسی طول طویل مدت اقامت میں کچھ نہیں تو وسعت معلومات کا فائدہ بھی نہ حاصل کیا ہو) بعید از قیاس ہے۔

کھانے کا ذوق صحیح

میاں صاحب یوں تو اکثر روٹی سرکہ یا ستو ہی پر قناعت کرتے تھے مگر دعوت کے موقع پر جب کوئی اُستاد باورچی اپنا فن دکھانے کے لئے کوئی ایسا کھانا تیار کرتا جو دوسرے باورچی نہ پکا سکیں تو وہ **آپ** ہی کی سند کا متمنی رہتا کہ دیکھئے **آپ** اس کی نسبت کیا فرماتے ہیں۔

الغرض انہیں حالات گرد وپیش مرزبوم (سرکمسٹینس) نے **میاں صاحب** کو علاوہ متبحر فی العلوم ہونے کے نہایت وسیع الخیال، زندہ دل، خوش طبع، فراخ حوصلہ، اور اداشناس بنا دیا تھا۔ جس نے مرتے دم تک ساتھ نہ چھوڑا انہیں وجوہات سے **آپ** زمانہ کے تیور کو ایسا پہچانتے تھے جس کی نظیر اُن کے ہم عصر علما میں بھی نہیں ملتی۔ تابہ اخلاف چہ رسد۔

مسائل شرعیہ میں وہ زمانہ کی ضرورتوں کے متعلق اپنی وسعت معلومات سے ایسا مجتہدانہ کام لیتے تھے جو تقلیدی بندش کے ساتھ ہو نہیں سکتا اور طرہ اُس پر یہ کہ نہ شریعت کے حدود سے کہیں تجاوز کیا نہ سلف صالحین کے خلاف کوئی من گھڑت تاویل کسی آیت یا حدیث کی کی۔ جو طریقہ اس وقت کے بعض آزاد طبع مدعیان حمایت اسلام نے اختیار کیا ہے کہ احادیث صحاح کی کوئی تاویل نہ بن سکی تو حدیث ہی سے انکار کر دیا۔ چاہے وہ حدیث اصح الکتب بعد کتاب اللہ بخاری ہی میں کیوں نہ ہو۔ آیات قرآنی میں ایسے معنی پہنائے جو مصنف کے خیال میں بھی نہ تھے۔

انگریزی تعلیم سرکاری ملازمت

انگریزی تعلیم جب کفر خیال کی جاتی تھی تو **میاں صاحب** نفس تحصیل علم کو جائز کہتے تھے، سرکاری نوکری جب حرام خیال کی جاتی تھی تو **میاں صاحب** اس کمائی کو حلال کہتے تھے چنانچہ مولوی سید عبدالعزیز صمدنی فرخ آبادی کو ایک خط میں لکھتے ہیں "تم تحصیلدار ہو گئے بہت اچھا ہوا خدا نے چاہا تو اَور بھی ترقی ہو گی۔ مگر دیانت داری[۵] اور خدا ترسی سے زیادہ کام لینا کسی کو بے وجہ نہ ستانا

فہمائش

[۵] اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ نفس نوکری میں میاں صاحب کو کلام نہ تھا (دیکھو صفحہ ۲۰۰)

اللہ جل شانہٗ نے جب ہزارہا افرادِ ناس پر تم کو حکومت دی ہے تو اُن کو مثل اپنے سمجھو تم میں کوئی فضیلت نہیں ہے صرف خدا کا فضل ہے تم پر اپنے ماتحت اشخاص پر حد مرتبہ پاس و لحاظ کا برتاؤ کرنا چاہیئے غصہ ہرگز نہ کرنا چاہیئے۔

اگرچہ یہ تمام منشا ر لڑکپن کا ہے اور شروع عمر میں تم نے حکومت پائی ہے مجھے خوف ہے کہ لغزش نہ آجائے کبھی پہرہ دروازے پر نہ رکھنا۔ اہلِ حاجت کی خوب سننا چاہیئے"

میر قادر علی کوئی بزرگ تھے۔ اُنہوں نے غالباً انگریزی ملازمت کے بارے میں دریافت کیا تھا۔ اور کوئی شبہ پیش کیا تھا۔ اُس کے جواب میں لکھتے ہیں

لقمۂ طیب اور لقمۂ نجس کی تحقیق

"آپ سنئے مال حلال کو لقمۂ طیب کہتے ہیں۔ مال حرام کو لقمۂ نجس اور دونوں کی آمیزش کو مشتبہ، کمائی آج کل کی اصطلاح ہے اپنے زور بازو سے جائز پیشے سے جو جنس و نقد حاصل کیا جاوے وہی طیب ہے اور اس کے خلاف جو ہے وہ ظاہر ہے بس اسی پر کاربند ہو جئے۔ یہ مزخرفات جو جہال صوفیہ نے خلاف کلام اللہ و کلام الرسول پھیلائے ہیں اُن کو ذرا نہ سُنئے۔ قصہ حضرت یوسف علیہ السلام کی تفسیر مولوی عبد العزیز سلمہ سے کسی روز سُن لیجئے وہ قرآن سے سنائیں گے پھر دیکھئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہاں پرورش پائی کہاں کا ٹکڑا کھایا ان سب امور کو خوب مطالعہ کر لیجئے اور زیادہ تفتیش سے اپنے قلب مطمئنہ کو پریشان نہ کیجئے ورنہ روزہ نماز میں بھی آپ کو انتشار ہوگا اور پھر کسی کام کی زندگی نہ رہے گی"

مولوی سید عبد العزیز موصوف تحصیلدار متھرا اپنے حالات میں لکھتے ہیں "ابتداً انگلشیہ یا کسی سرکار میں انسلاک کا ارادہ نہ تھا محض میاں صاحب مرحوم کے ارشاد سے قبول کر لیا"

کلاک گھڑی

کلاک گھڑی (باجے والی) جب جاری ہوئی تو اکثر علما نے اس کو مزامیر کی

فہمائش

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰۶) مگر نوکری کے ذریعہ سے جو بُرائیاں پیدا ہو جاتی ہیں اُن کے انسداد کا بھی آپ کو بہت خیال تھا۔ چنانچہ انہیں کو ایک خط میں لکھتے ہیں۔ "ایک بات اور قابلِ یاد اور لحاظ کے ہے کہ کبھی تعصب سرکاری مشاغل میں نہ کرنا۔ اور کبھی الفاظ دل شکن کسی سے نہ کہنا ورنہ کسی کام کے نہ رہو گے۔ فقیر کو یہ امور ناپسند ہمیشہ سے ہیں" ۱۲

مدیں داخل کرکے فتوے دیا کہ مکان میں رکھنا ناجائز ہے میاں صاحب نے سب سے پہلے اپنی مسجد میں آویزاں کیا اور جواز کا فتویٰ دیا۔

تار کی خبر پر اعتبار

تار کی خبر شہادت کے مقابل میں ہے اِس پر سب سے اوّل آپ ہی نے فتوے دیا۔

لباس میں مختصات قومی کے سوا دوسری قسم کے لباس کا جواز

انگریزی رنگ کے استعمال کو اکثر لوگوں نے ناجائز کہا آپ نے دلّی کے رنگ سازوں کو جمع کرکے اُس کے اجزا کی تحقیقات کی اور جواز کا فتویٰ دیا۔

یورپین طرز کے لباس کی نسبت جبکہ علما مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ کا اڑنگا لگاتے تھے۔ تو آپ نے بجز اُس لباس کے جو مختصات قومی یا مذہبی سے ہو جیسے ٹوپی یا زنار باقی دوسرے لباسوں کی نسبت لاباس بہ فرمایا اور استدلال اُسی جبۂ رومیہ سے کیا جو آں حضرت صلعم کے حضور میں روم سے ہدیۃً آیا تھا اور آپ نے اُس کو پہنا تھا حالاں کہ روم میں اُس وقت سوائے نصاریٰ کے دوسری کوئی قوم نہ تھی۔

اُوپلے سے کھانا پکانا

اُوپلے سے کھانا پکانے کو لوگ منع کرتے تھے میاں صاحب نے جواز کا فتوے دیا چنانچہ مولوی محمد شمس الحق صاحب کو ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں " وطہارت بول ابل وپشک آن وسرقین ماکول اللحم نزد امام مالک واحمد و دیگراں از سلف وبیع آں بلا نکیر یافتہ شد ونیز نزد ابوموسیٰ اشعری طاہر چنانچہ از صحیح امام بخاری مستفاد می شود ونزد حنفیہ از امام محمد ثابت است چنانچہ از بحر الرائق وغیرہ واضح می شود وبیع سرقین نزد حنفیہ بلا نکیر در کتب فقہ مذکور است ونزد دیگر از سلف ناپاک است ورائے فقیر نیز بہ متابعت امام مالک وبخاری منوط است واللہ اعلم بالصواب "

بات یہ ہے کہ اُوپلہ اگر ناپاک قرار دیا جاوے اور کھانا اُس سے پکانا ناجائز۔ تو بےچارے غربا کو سخت مشکل کا سامنا ہو جاوے یہی باتیں ہیں جس کا خیال مجتہد وقت کے سوا دوسروں کو نہیں ہوتا۔ اور یہ سب دلیلیں ہیں اس امر کی کہ آپ مجتہد تھے اور زمانہ کی ضرورتوں کو خوب سمجھتے تھے۔

ملازمت وغیرہ کے اختیار کرنے میں مناسب حال اشخاص رائے دینی

مشغلۂ دنیوی ملازمت وغیرہ کے اختیار کرنے میں بھی آپ مناسب

حال اشخاص حکم دیتے۔

مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب مدظلہ لاہوری جب تحصیل و تکمیل علم کے بعد اپنے وطن لاہور کو واپس گئے اور ملازمت اختیار کر لی تو اِس بات کے معلوم ہونے کے بعد **میاں صاحب** نے اُن کو لکھا کہ "تم نے حدیث رسول اللہ اِسی دن کے لئے پڑھی تھی کہ نوکری کرو" چنانچہ مولانا ممدوح فوراً نوکری سے کنارہ کش ہوگئے اور اِس وقت تک کنارے ہیں۔

مولوی سید عبدالعزیز جب تحصیلدار ہوگئے تو اُن کو لکھتے ہیں۔ "بوضوح پیوست کہ سلسلۂ ملازمت شروع نمودند بسیار خوب کردند چراکہ ما متوکلاں را ہمیں فتوح است یاد دارند کہ مہتمم علاقہ یتیم شدند در قرآن مجید وارد ست لاتاکلوا اموال الیتمیٰ در حفظ و صیانت حقوق یتیم بسیار کوشش باید نمود امین را ہمیشہ برصدق و دیانت قائم باید بود و از صحبت لیام نا فرجام ہموارہ احتراز می نمودہ باشند و گاہے خواہش مال باطل پیرامون خاطر ایشاں نہ آید چراکہ خلاف نفس است دیگرے آنکہ تقرب اغنیاء مغرورین را باعث فخر نہ تصور رند چراکہ تقرب اغنیاء مارگزندہ است دیگرے آنکہ علوم دین را کہ بشقت حاصل نمودند ضائع نباید ساخت از مشاغل متعلقہ فرصت غیر ممکن باشد ورنہ درس بہ طالبان دادن بسیار مناسب است ایں ہم نباشد کتب بینی و شغل تالیف بسا مستحسن و پر خیر ست دیگرے آنکہ حق ہم مکتب بسیار است ہر گاہ کہ ازیں مدرسہ کسے رسد بہ رفاہ وے کوشند۔ از اللہ تعالیٰ دعا می کنم کہ روز افزوں ترقی نصیب شما خواہد بود"

فتوح

حفظ وصیانت حقوق یتیم

مال باطل سے اجتناب کلی تقرب اغنیاء سے احتراز

علوم دین کے مشغلہ رکھنے میں درس میسر ہو درس کے بعد کتب بینی اور تالیف ہم مکتب کا خیال رکھنا

خدا نے **میاں صاحب** کو طباع تو پیدا ہی کیا اور مجتہدانہ قابلیت اُن کے دماغ میں ودیعت کی تھی اِسی کے ساتھ زمانے اور سوسائٹی نے بھی جس قدر موقع اُن کو دیا بہت کم ایسا اتفاق ہوتا ہے۔ سولہ برس کی عمر، عنفوان شباب میں بہار سے ۳۰۰ کوس دہلی کا پاپیادہ سفر تقریباً چھ برس میں دہلی پہنچنا۔ دہلی اُس وقت اہل کمال اور ماہرین فنون سے گلدستہ بنی ہوئی تھی۔

طباعی اور مجتہدانہ قابلیت کے ساتھ زمانہ اور سوسائٹی کا موقع دینا ہی آدمی کو مجتہد مطلق بنا دیتا ہے

یہی سب اسباب تھے جس نے **میاں صاحب** کو سادگی پسند، زندہ دل، خوش طبع، فراخ حوصلہ، ادا شناس، شعر فہم، مجتہد، امام، فقیہ، محدث اور درویش

بتا دیا تھا اور سب سے زیادہ فخر اُن کو اپنی درویشی پر تھا چنانچہ اوپر میاں صاحب کے لقب کے باب میں اِس کا بیان ہو چکا کہ خود فرماتے تھے۔ "میں نہایت خوش ہوں کہ ہر ایک میاں صاحب مجھے کہتا ہے بھائی سادات کے لئے پیارا لفظ اس سے بڑھ کر نہیں ہے اِس لفظ کے برکات سے میری درویشانہ طرز میں فرق نہ آئے بس خدا کا یہی فضل ہے۔ درویشی کے تذکرہ میں اکثر یہ شعر پڑھتے ۔

درویشی پر فخر

ہم تو یاں شال دوشالے کو سمجھتے ہیں پشم		ہم کو کافی ہے دھواں دھاریہ کالا کمل

جس شخص کا خاندان فقر و درویشی میں ممتاز ہو جب وہ اپنے خاندانی طریقہ کو چھوڑ دیتا تو اُس سے بہت خفا ہوتے یہاں تک کہ ملنا بھی چھوڑ دیتے چنانچہ ایک خط میں سید عبدالعزیز فرخ آبادی کو لکھتے ہیں " دیکھو نصیرالدین بھی تحصیلدار ہے مگر افسوس ہے کہ اِس خاندان فقر نشان کی پیروی کو بھول گیا اب پورا مسخ ہونے کو باقی ہے میں نے اُس سے ملنا چھوڑ دیا "

اِس میں شک نہیں کہ کچھ حصّہ میاں صاحب نے مناظرہ میں بھی لیا مگر ٹھیک اُسی طرح جیسا کہ خاتم الولایۃ المحمدیہ امام الصوفیہ شیخ اکبر محی الدین عربی نے لیا تھا جیسا کہ وہ خود فتوحات مکیہ جلد ثالث صـ۷۰ـ باب ۳۱۸ (مطبوعہ مصر) میں فقہا مقلدین کی نسبت لکھتے ہیں۔

"یرون ان الحدیث والاخذ به فضلة وان الواجب تقلید هؤلاء الائمة وامثالهم فیما حکموا وان عارضت اقوالهم الاخبار النبویة فالاولی الرجوع الی اقاویلهم وترك الاخذ بالاخبار والکتاب والسنة فان قلت لهم قد روینا عن الشافعی رحمة الله انه قال اذا اتاکم الحدیث یعارض قولی فاضربوا بقولی الحائط وخذوا بالحدیث فان مذهبی الحدیث وقد روینا عن ابی حنیفة انه قال لاصحابه حرام علی کل من افتی بکلامی ما لم یعرف دلیلی وما روینا شیئاً من هذا عن ابی حنیفة الا من طریق الحنفیین ولا عن الشافعی الا من طریق الشافعیة وکذلك المالکیة والحنابلة فاذا ضایقتهم فی مجال الکلام هربوا وسکتوا وقد جری لنا هذا معهم

مراد آبالمغرب وبالمشرق نما منهم احد علی مذهب من یزعم انه علی مذهبه فقد اتسمت الشریعة با لاھواء"

مولوی محمد فصیح صاحب مرحوم غازی پوری جب وعظ کہتے کہتے دہلی پہنچے تو وہاں کے حلقہ مقلدین میں بہت جوش پیدا ہوا اور مولوی صاحب مرحوم کی خوش بیانی اور لسانی کو اہل دہلی نے اُن کا معیار علم تصور کیا- ہر گلی کوچے میں مولوی صاحب مرحوم کے وعظ، خوش بیانی اور علم وفضل کا چرچا ہونے لگا- اسی کے ساتھ غیر مقلدوں پر آوازے کسے جانے لگے کہ " اب نہ غیر مقلد لوگ مولانا کے سامنے آکر کہیں- تقلید واجب نہیں ہے" جب یہ خبر میاں صاحب کے کان تک پہنچی تو آپ چپ رہے- نماز جمعہ کے لئے حسب معمول آپ جامع مسجد تشریف لے گئے- تو دیکھا کہ آدمیوں کا جم غفیر اور انبوہ کثیر ہے اور مولوی محمد فصیح صاحب مرحوم بھی موجود ہیں- نماز جمعہ کے بعد مولوی صاحب مرحوم کا وعظ شروع ہوا- اثناء وعظ میں میاں صاحب نے شرح مسلم الثبوت مولانا عبد العلی مرحوم کی منگا کر پاس ہی رکھ لی- بعد ختم ہونے وعظ کے آپ کتاب لے کر آگے بڑھے مصافحہ کے بعد مولوی محمد فصیح صاحب نے پوچھا یہ کون کتاب ہے میاں صاحب نے کہا شرح مسلم الثبوت مولانا بحر العلوم کی پھر میاں صاحب نے کہا تمام شہر میں مشہور ہے کہ آپ تقلید کو واجب ثابت کرنے کے لئے تشریف لائے ہیں- مولوی محمد فصیح صاحب مرحوم ستے بجائے لا ونعم کہنے کے میاں صاحب سے پوچھا ہمارے مولانا کیا لکھتے ہیں؟ میاں صاحب نے کتاب کھول کر اور عبارت پر نشان دے کر سامنے رکھ دی مولوی محمد فصیح صاحب نے کہا کہ آپ ہی پڑھیں میاں صاحب نے کہا بہتر ہو گا کہ آپ بچشم خود دیکھیں اور پڑھیں مگر مولوی صاحب مرحوم کے اصرار مکرر پر میاں صاحب نے شرح مسلم الثبوت کی عبارت ذیل پڑھ کر سنائی-

مسئلہ غیر المجتهد المطلق ولو کان عالماً یلزمه التقلید لمجتهد ما فیما لا یقدر علیه من الاجتهادیات اے علی تحصیله ومعرفته فقط لا فیما یقدر علی تحصیله باجتهاده بناءً علی التجزی فی الاجتهاد اس کے بعد

میاں صاحب نے فرمایا کہ بناؤ علی التجزی فی الاجتہاد میں بعض مسائل میں مقلد ہوں اور بعض میں مجتہد پھر آگے کی عبارت سنائی ولو التزم مذھبًا معینًا فھل یلزم الاستمرار علیه ام لا فقیل نعم وقیل لا یجب الاستمرار و یصح الانتقال وھذا ھو الحق الذی ینبغی ان یومن ویعتقد به لکن لا ینبغی ان یکون الانتقال للتلھی فان التلھی حرام قطعاً فی المذھب کان او فی غیرہ اذ لا واجب الا ما اوجب اللہ تعالیٰ والحکم له ولم یوجب علی احد ان یتمذھب بمذھب رجل من الائمة فایجابه تشریع شرع جدید ولك ان یستدل علیه بان اختلاف العلماء رحمة بالنص وترتبه فی حق الخلق فلو التزم العمل بمذھب کان ھذا نقمه وشدۃ" مولوی محمد فصیح صاحب نے ان عبارتوں کو سن کر فرمایا کہ یہی مذہب تو ہمارا بھی ہے جیسا کہ مولانا لکھتے ہیں میاں صاحب نے کتاب لے کر علی رؤس الاشہاد کھڑے ہو کر اُس عبارت کو دہرا کر اُس کا ترجمہ اُردو میں جملہ حاضرین کو سنا کر کہا صاحبو مولوی محمد فصیح صاحب غازی پوری فرماتے ہیں "یہی مذہب ہمارا ہے" سارے مقلدین اور مخالفین کی اُس وقت حالت یہی تھی طار قلبھم اِس کے بعد میاں صاحب نے دو روپے کی مٹھائی منگا کر مولوی محمد فصیح صاحب کے سامنے رکھ کر کہا کہ آپ کی دعوت ہے مولوی صاحب مرحوم اور حاضرین مٹھائی کھا کر جامع مسجد سے روانہ ہوئے۔

بابِ ششم

وجہ معاش، پابندی اوقات، شکل وشمائل، تندرستی، وفات، اظہار افسوس، اخباروں میں وفات کی اشاعت، قطعات تاریخ

وجہ معاش

اِس بارہ میں شیخ کا عمل بالکل حدیث قدسی (یا ابن آدم تفرغ لعبادتی

املاء صدرك غنا) پڑھا۔ اللہ پاک فرماتا ہے اے آدمی میری غلامی میرے کاموں کے لئے سارے کام چھوڑ بیٹھ میں تیرا دل غنا سے بھردوں گا شیخ کا وقت بقدر ضرورت کھانا اور سونا چھوڑ کر سارا دینی خدمتوں میں خرچ ہوتا تھا یا حدیث وقرآن کا درس دیتے یا فتووں کا جواب دیتے ان کے علاوہ اہل حاجات کے تفقد احوال، طالب العلموں کی روٹیوں کا بندوبست، فصل خصومات، اصلاح ذات البین وغیرہ تھے اللہ پاک نے بھی حسب وعدہ (مضمون حدیث قدسی) خلق کی خوشامد سے بے نیاز رکھا۔ یہ ضرور تھا کہ ہدایا قبول فرماتے اور مدرسہ کا خرچ بھی اسی سے تھا مگر اس بارہ میں استغنا واحتیاط کس قدر تھی اس کا حال۔ بے غرضی، فتوے نویسی اور اصول فتوے نویسی کی تحت میں ناظرین نے اگر بغور نہ پڑھا ہو تو پھر ملاحظہ فرمائیں:۔

ہدایا ونذور کی بحث

ہدیہ تحفہ نذر قبول کرنا۔ اس کے متعلق کچھ یہاں پر بحث مناسب معلوم ہوتی ہے ہدیہ کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تحریص وترغیب فرمائی ہے چنانچہ فرمایا تھادوا تحابوا[5] یعنی باہم ہدیہ دینا لینا رکھو اس سے باہم محبت ہوگی اور خود ہدیہ قبول فرماتے اور اس کا بدلا بھی کرتے عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقبل الھدیۃ ویثیب علیھا (بخاری) صـ۳۵۲

بات یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے دعا فرمائی کہ خداوندا مجھ کو مسکینت کی حالت میں زندہ رکھ اور اسی حالت میں دنیا سے اٹھا اور قیامت میں بھی مسکینوں کا ساتھ ہو عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَاَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا وَاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنِ (مشکوٰۃ)

شیخ نے اس سنت پر بھی پورا عمل کیا کہ باوجود اس کے کہ آپ کے معتقدین تلامذہ بڑے بڑے دولت مند بھی تھے مگر اور تو کیا گھر تک رہنے کو نہیں تھا عمر بھر کرایہ کے مکان اور مسجد میں زندگی کاٹی مجھ کو یہاں پر وہ حدیث یاد آتی ہے

[5] رواہ البخاری فی الادب المفرد صـ ۱۲

جو صحیح مسلم میں مروی ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک شخص نے یوں کہا۔ کیا ہم لوگ فقراء مہاجرین نہیں ہیں۔ انہوں نے پوچھا تمھاری بیوی ہے کہا ہاں پھر پوچھا رہنے کو گھر ہے کہا ہاں۔ آپ نے کہا تب تو تم غنی ہو۔

رہا نذر اور ہدایا کا قبول کرنا۔ بات یہ ہے کہ سلف صحابہ اور تابعین کا طریقہ تھا حسبۃً للہ دینی خدمات اپنے ذمے کر لیتے اور انہیں خدمات کے ہو رہتے کوئی پنج وقتہ اذان کا ذمہ وار ہوتا کہ وقت پر اذان دیا کرے جیسے بلال رضی اللہ عنہ کوئی قرآن پڑھتا پڑھاتا جیسے اصحاب صفہ۔ ابی بن کعب، عبداللہ بن مسعود، معاذ بن جبل اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم کوئی کتابت وحی کیا کرتا جیسے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کوئی ایلچی کا کام کرتا جیسے دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ وعلی ہذا القیاس ایسے لوگ اگر کسب معیشت میں مشغول ہو جاتے تو دینی امور کیوں کر انجام پاتے لہٰذا وہ لوگ اسی مسکینیت کی حالت میں رہے اور ہدایا و نذر کے ذریعہ اللہ اُن کا کام چلاتا رہا پیچھے جب اسلام میں وسعت ہوئی اور بیت المال بنا تو ایسے لوگوں کے لئے وظائف مقرر ہوئے انہیں لوگوں کے بارے میں آیۃ قرآنی نازل ہوئی للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ۔

چیزوں کے ہدیہ تحفہ لینے کا تو دستور ہی ہے سوال یہ ہے کہ روپیوں کا لینا بھی جائز ہے یا نہیں۔ اِس کا فیصلہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو بخاری ومسلم میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے) کر دیتی ہے عن عمر بن الخطاب قال کان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعطی العطاء فاقول اعطہ افقر الیہ منی فقال خذہ فتمولہ وتصدق بہ فما جاءک من ھذا المال وانت غیر مشرف ولا سائل فخذہ ومالا فلا تتبعہ نفسک (مشکوٰۃ) صـ۱۵۲ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ کو کچھ دیا کرتے تھے میں نے عرض کیا کہ حضور جو مجھ سے زیادہ اس کا محتاج ہو اُسے دیجئے آپ نے ارشاد فرمایا کہ اِس کو لے لو اپنا مال بنا کر پھر چاہے اس کو خیرات کر دینا۔ سنو جو مال تمھارے پاس اِس طرح آیا کرے کہ تم اُس کی تاک میں، اُس کے منتظر، اُسی کے لالچ، اور اُسی کی امید پر نہیں تھے اور نہ کسی سے

طالب تو اُس کو بے تکلف لے لیا کرو ورنہ اُس سے الگ رہو۔

اِن آیات و احادیث کو پیش نظر رکھ کر ہم شیخ کے احوال پر غور کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ ایک خدا کا بندہ صبح سے شام تک اُس کا یہی کام ہے کہ قرآن و حدیث پڑھایا کرتا ہے مسائل شرعیہ احکام الٰہی کی تحریراً و تقریراً تعلیم کیا کرتا ہے دن تو دن ہے رات کا حصہ بھی اس کا انہیں کاموں میں صرف ہوتا ہے اُس کے ہاں امیر و غریب سب برابر ہیں بلکہ غریب طالب علموں ہی کی اُس کو پروا ہے نہ امیروں دولت مندوں سے لگی لپٹائی رکھتا ہے اور جو کچھ خدا اُس کو کسی ذریعہ سے بھیجتا ہے اُس کو طالب العلموں (حدیث و قرآن پڑھنے والوں) میں خرچ کرتا ہے خود نہ اُس سے کبھی عمدہ کپڑے پہنے نہ گھر تک رہنے کا بنایا جب ہم اِن باتوں کو خیال کرتے ہیں تو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یاد آتے ہیں۔

میاں صاحب کا نہ صرف زمانہ شباب و نمو بلکہ مدت کہولت بھی عسرت ہی کے ساتھ بسر ہوئی جیسا مولوی محمد دین پنجابی کے واقعہ (جس کو تصوف اور ایثار علی النفس کے بیان میں ہم لکھ چکے ہیں) سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کو تین روز تک اپنا کھانا دو وقتہ کھلاتے رہے اور خود متوالیاً تین شبانہ روز فاقے کرتے رہے۔

بایں ہمہ نہ تو آپ نے منصب قضا کو قبول کیا نہ کسی ملازمت کی جانب متوجہ ہوئے اور نہ بادشاہ و امرا کی مصاحبت نہ اُن کے درباروں سے تعلق پیدا کرنے کا ارادہ کیا ؎

شرافت کیا بہار بے خزاں ہے	پھٹے کپڑوں میں خنداں مثل گل ہوں

اور برخلاف اِس کے تمام کاروبار دنیوی سے یکسو ہو کر اپنے اساتذہ کے کام اور اُنہیں کی جگہ کو پسند کیا ؎

زمیں پسند ہے جائے مزار دیکھتے ہیں	نہ پوچھ کیا ترے کوچے میں یار دیکھتے ہیں

درس، وعظ و افتا کے مشغلہ کے ساتھ اشاعت قرآن و حدیث و سنن اور افنائے بدعات کو اپنی زندگی کا اعلیٰ مقصد قرار دیا جو مرتے دم تک نصب العین رہا۔

اسی کا نتیجہ یہ ہوا کہ روز بروز حلقۂ درس ترقی کرتا گیا اور نہ صرف قابل و جید طلبہ بلکہ علماء کرام کی ایک بے نظیر تعداد کثیر ہندوستان میں ہو گئی - اور جو کچھ فیض بلاواسطہ یا باواسطہ مسلمانوں کو پہنچا یا پہنچ رہا ہے اُس کو لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھ ہی رہے ہیں۔

ناظرین جب آپ کے فرائض کو سمجھ گئے اور اسی کے بعد پابندی اوقات کے مضمون کو بھی ملاحظہ کریں گے ۔ اِن دونوں مضامین پر غور کرنے کے بعد کیا اِس میں کسی شبہ کو ذرہ بھی گنجائش بھی ہو سکتی ہے کہ آپ آیہ کریمہ (للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ الآیہ) کے پورے مصداق نہ تھے۔

علاوہ بریں ایک جماعت عظیمہ طالب العلموں کی اس آیت کی مصداق آپ کے ساتھ تھی جس کی کفالت اور تفقد میاں صاحب ہی فرماتے۔

مولانا عبد الجبار صاحب غزنوی نے مضمون " اظہار افسوس " کی تحت میں واقعی بہت ہی صحیح لکھا ہے " نہ جمعیت جمع داشت و نہ طبیعت منع انچہ من اللہ می رسید فی سبیل اللہ می بخشید "

پابندی اوقات

قرآن مجید کا درس نماز صبح کے بعد

نماز صبح کے بعد مسجد ہی میں قرآن کا درس دیتے اہل محلہ اور دوسرے محلوں کے آدمی بکثرت جمع ہو جاتے اور بہتیرے طلبہ بھی شریک درس ہو جاتے تمام حاضرین حلقہ کرکے بیٹھتے اور ہر شخص کے سامنے ایک قرآن مجید مترجم کھلا رہتا - قاری ایک رکوع تلاوت کرکے پہلے مولانا شاہ عبد القادر علیہ الرحمۃ کا ترجمہ پڑھتا پھر فائدہ جس میں شان نزول وغیرہ کا بیان ہوتا پھر میاں صاحب محض عام فہم طریقہ پر بیان فرماتے۔

درس قرآن مجید کے بعد حدیث شریف کا درس ۱۱ بجے تک

اِس کے بعد ۱۱ بجے تک حدیث نبوی کا درس دیتے جس میں صحیح بخاری کا ایک سبق خصوصیت کے ساتھ اور زیادہ وقت اُس میں صرف ہوتا جس میں ایک بڑی جماعت طلبہ اور علما کی جن کی تعداد ساٹھ ستر آدمیوں سے کم نہ ہوتی شریک ہوتی۔

بعدہٗ مکان تشریف لیجاتے اور ایک گھنٹہ کے اندر ٹھیک ۱۲ بجے مسجد میں واپس تشریف لاتے بارہ تیرہ منٹ ہوتے ہی سنت ظہر کے لئے کھڑے ہو جاتے کم و بیش ۱۵ منٹ میں نماز سے فراغت کرکے کوئی مختصر سبق پڑھا دیتے یا قرآن مجید تلاوت کرتے اس کے بعد تکبیر اقامت ظہر ہوتی اور آپ کے بیٹے مولانا سید شریف حسین علیہ الرحمۃ (جب تک زندہ رہے) امامت کرتے آدھے گھنٹہ میں نماز ظہر سے فراغت ہوتی اور اگر کسی وجہ سے اُن کو کچھ دیر ہو جاتی تو آپ خود امامت کرتے پھر آپ دو رکعت سنت ظہر پڑھ کر ھدایہ کے درس میں مشغول ہو جاتے اور ھدایہ کے مشکل مقامات کو نہایت ہی سہولت کے ساتھ سمجھا دیتے پھر حدیث کا درس دیتے اور کبھی چند منٹ کے لئے مکان جاتے اور واپس آنے کے بعد سبق شروع کراتے نماز عصر کے بعد مغرب تک اکثر صحیح مسلم کا درس دیتے کبھی مغرب سے عشا تک بھی مشغول درس ہی رہتے اور اکثر نماز مغرب کے بعد مکان تشریف لے جاتے اور فتووں کا جواب تحریر فرماتے جس کی تعداد روزانہ پانچ سے بیس فتووں تک کی ہوتی، ثلث شب کے قریب مسجد میں آتے اور بعد نماز عشا مکان تشریف لیجاتے اور تین چار گھنٹے استراحت فرماتے نصف شب کے بعد نماز تہجد کے لئے اُٹھتے اور وضو طہارت کے بعد نماز میں مشغول ہو جاتے کبھی تو تہجد کی نماز میں رات ہی بسر ہو جاتی اور کبھی فتاولے مشکلہ کا جواب اُسی وقت تحریر فرماتے۔

صبح صادق سے پہلے مسجد میں آجاتے اور مسجد یا صحن مسجد میں چٹائی یا ٹاٹ پر احتبا کئے ہوئے سر جھکائے مختلف مضامین کے اشعار نہایت دردانگیز لہجہ میں پڑھا کرتے جو ایک صاحب حال کو وجد میں لانے کے لئے شیخ کامل کا کام کرتا آپ کے اِن معمولات میں کبھی فرق نہ آتا نہ حالت صحت میں نہ زمانۂ علالت میں الّا ماشاء اللہ جب زیادہ بیمار ہو جاتے اور بستر علالت سے نقل و حرکت نہ کرسکتے کیوں کہ امراض صعبہ شدیدہ میں بھی جب سخت تکلیف رہتی اور ضیق النفس کا دورہ ہوتا۔ یا درد زانو ستاتا اُس وقت بھی آپ ڈولی پر سوار ہو کر ضرور مسجد تشریف لاتے اور تمام معمولات کو حسب معمول ادا فرماتے۔

نماز ظہر

نماز کے بعد ھدایہ اور حدیث کا درس

صحیح مسلم کا درس

تحریر فتاولے

نماز عشا

تہجد

تحریر فتاولے مشکلہ

صبح صادق سے پہلے مسجد آنا اشعار مناسب حال و مقام پڑھنا

امراض صعبہ میں معمولات سوانحیہ کا ادا کرنا۔

شکل وشمائل

قد مائل بہ درازی۔ ہڈیاں بہت چوڑی۔ جس سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ جوانی میں بہت تنومند ہوں گے۔ چہرہ لمبا۔ آنکھیں متوسط۔ پیشانی مائل بہ بلندی۔ سر متوسط ناک اونچی اور لمبی کان بڑے بڑے۔ ڈاڑھی میں بال کم۔ گنجان نہیں بھاری نہیں گردن متوسط۔ سینہ متوسط۔ ہاتھ، پانوں، شانہ، ذراع۔ فخذ اور ساق لمبے۔ ساق صاف جس پر بال نہیں، سر اور مونچھ محلوق، رنگ گندمی۔ چلتے بہت تیز تھے۔

لباس

حج کے قبل سر پر ایک چھوٹا سا عمامہ مخطط بہ خط سرخ وسیاہ چارخانہ اعظم گڈھ مئو کا بنا ہوا۔ عمامہ باندھنے میں ایسی بے تکلفی اور سادگی تھی کہ درس کے وقت وہ بار بار کھلتا اور ہاتھ سے پیچ دباتے جاتے اور جب بالکل کھل جاتا تو پھر جلدی سے لپیٹ لیتے یا پاس رکھ لیتے۔ کبھی صرف گول ٹوپی جس کی نوک کسی قدر اوپر کو نکلی ہوتی پہنتے۔ کرتہ سامنے چاک والا نہایت معمولی کپڑے کا ایک تکمہ اور گھنڈی لگی ہوئی۔ زانو کے برابر اور کبھی اُس سے بھی اونچا۔

اکثر پائجامہ ڈھیلے پائچوں کا (خلطہ) نصف ساق تک جوتا ادھوڑی استر دلی کا بنا ہوا بھاری ایڑی دبا کر پہنتے تھے اور پانوں سے کسی قدر بڑا ہوتا تھا۔ ایک چادر چارخانہ موٹے کپڑے کی دھوپ میں سر پر رکھتے تھے (جو وضع آپ کے اُستاذ مولانا شاہ محمد اسحٰق علیہ الرحمۃ کی تھی) چھتری کبھی نہیں لگائی شدت موسم گرما میں بھی نماز جمعہ کے لئے جامع مسجد پیادہ پا جاتے جو آپ کے مکان واقع محلہ پھاٹک حبش خاں سے کسی طرح ایک میل سے کم نہیں ہے۔

جاڑوں میں کبھی روئی دار دگلہ چھینٹ کا پہنتے اور دولائی اوڑھتے سفر حج کو جو روانہ ہوئے تو تہمد باندھ کر چلے اور تقریباً حج کے بعد بیس برس زندہ رہے مگر پائجامہ نہیں پہنا مرتے وقت تک تہمد ہی رہا وضع اور لباس کی نسبت فرمایا کرتے کہ

بھی نہیں لگائی
کے دن
سپہ پا
تہمد

فی الناس کاحد من الناس اور بہ تکلف کسی زی کے اختیار کرنے کو (خواہ علما کی ہو یا مشائخوں کی) ناپسند فرماتے اور اُسی کو لباس شہرت خیال کرتے۔

لباس شہرت

تندرستی

بیمار آپ بہت کم پڑتے الاماشاءاللہ آپ کی صحت اور تندرستی تخلیباً بہت اچھی رہی۔ ضیق النفس کا دورہ کبھی کبھی ہوتا تھا۔ جس میں سخت تکلیف رہتی مگر اس حالت میں بھی آپ ڈولی پر مسجد تشریف لاتے اور بمشکل تمام اپنی جگہ پر کسی طرح بیٹھ کر یا لیٹ کر طلبہ کی طرف سبق لانے کا اشارہ کرتے طلبہ خود عرض کرتے کہ آج سبق موقوف رہے تو بہتر ہے جواب میں فرماتے چلو اب ہم کس دن کا انتظار کریں ہم دم بھر میں مرتے ہیں دم بھر میں جیتے ہیں یہ کہہ کر درس میں مصروف ہو جاتے اور تھوڑی دیر کے بعد بالکل تندرست معلوم ہوتے اور اُسی زور شور کے ساتھ پڑھاتے۔ البتہ وفات کے بارہ تیرہ برس آگے سے ثقل سماعت کا ہرج کسی قدر ہو گیا تھا۔ مگر بصارت اخیر تک قائم تھی۔ عینک کا استعمال آپ نے کبھی نہیں کیا میری رائے میں اتنی بڑی عمر میں آپ کی تندرستی کی وجہ دو تھی (۱) سادی غذا (۲) جفاکشی۔

ڈولی پر مسجد میں آنا

دم بھر میں جیتے ہیں دم بھر میں مرتے ہیں

ثقل سماعت

قوت بصارت

بڑھاپے میں تندرستی کی وجہ

وفات

انتقال کے دس بارہ برس پہلے سے آپ کو درد زانو اکثر ستایا کرتا تھا۔ جس سبب سے ہاتھ میں چھڑی رکھنے لگے تھے اور مسجد اکثر ڈولی پر تشریف لاتے تھے۔ نو دس مہینے وفات کے قبل سے علالت نے ترقی پکڑی اور ذی فراش کر دیا مولوی تلطف حسین صاحب محی الدین پوری عظیم آبادی (جو تقریباً پچیس برس موت کے پہلے سے تجہیز و تکفین تک سفر و حضر میں برابر شیخ کے ساتھ رہے اور اب اُنہوں نے دہلی میں سکونت اختیار کر لی ہے) سے اولاً بذریعہ مراسلت وفات کا حال دریافت کیا اور پھر بہ تقریب کارونیشن یکم جنوری ۱۹۰۳ء ۶ رجب میں دہلی گیا تو بالمشافہ اُن سے گفتگو کی۔

مولوی تلطف حسین صاحب کی روایت

بیمار ہو کر لڑکی کے مکان میں آئے

اُن کی تحریر و تقریر کا ملخص یہ ہے کہ شیخ مسجد ہی میں علیل بلکہ ذی فراش ہوئے وہاں سے اپنی لڑکی کے مکان میں تشریف لائے جو میر شاہ جہاں صاحب مدظلہ سے بیاہی ہوئی ہیں اور وہیں وفات پائی۔ آخر ایام حیات میں اکثر بدحواسی رہتی کبھی دو روز اور کبھی تین تین دن تک ہوش نہ ہوتا اُس حالت میں تمام شب نہایت زور و شور و لقلقہ سے اس طرح وعظ فرماتے کہ عالم صحت میں بھی اس طرح کبھی نہیں کہتے اور اکثر سورہ جن کا وعظ کہتے۔ مسجد میں لے جانے کی بہت تمنا کرتے اور بار بار فرماتے کہ "مجھ کو مسجد میں لے چلو" وعظ کہتے کہتے جب تھک جاتے تو فرماتے کہ "ہزاروں جن آگئے ہیں اور وعظ کہنے کو کہہ رہے ہیں کہاں تک کہوں" صبح کو فرماتے "بس جاؤ اب طاقت نہیں ہے" دیکھنے والوں کو ایسا معلوم ہوتا کہ فی الواقع کوئی سامنے ہے اور اُس سے باتیں کر رہے ہیں۔ حالت افاقت میں جب پوچھا جاتا آپ کس سے باتیں کر رہے تھے تو فرماتے کہ "ہزاروں جن آئے ہوئے تھے اور وعظ کہنے کے لئے تنگ کئے ہوئے تھے سارا مکان اُنہیں سے بھرا ہوا تھا صرف میرے پلنگ پر اُسی قدر جگہ خالی تھی جہاں تک میں پڑا ہوا ہوں"

بدحواسی میں وعظ

داماد، بیٹی اور نواسیوں نے بڑی خدمت کی

میر شاہ جہاں صاحب داماد، اُن کی اہلیہ اور اُن کی لڑکیوں یعنی میاں صاحب کی نواسیوں نے ایسی خدمت کی کہ شاید و باید۔

کسی طرح کی فرمائش نہیں کی

ایک وضع آپ کی یہ بھی تھی کہ ایسی طول طویل علالت میں کبھی کسی کو کسی کام کے لئے نہیں کہا۔ اور نہ کسی قسم کی فرمائش کی اور نہ یہ کہا کہ "فلاں چیز کی ضرورت ہے"

تسبیح کے نہ ملنے پر بے چینی

تسبیح زبان اور ہاتھ سے دم واپسیں تک نہ چھوٹی جب ضعف بہت بڑھ گیا اور تسبیح ہاتھ سے گر جاتی تو بہت ہی بے چینی کے ساتھ تلاش کرتے اور اگر نہ ملتی تو سخت پریشان ہوتے رفتہ رفتہ لوگوں نے معلوم کیا کہ یہ بے چینی تسبیح کی تلاش میں ہوتی ہے اِس کے بعد سے یہ التزام کیا گیا کہ جہاں تسبیح ہاتھ سے گری فوراً دے دی گئی پھر بے چینی نہ ہوتی اور پڑھنے میں مصروف ہو جاتے اور اگر تسبیح کے ملنے میں کچھ دیر ہو جاتی تو انگلیوں پر گنتے اور پڑھتے رہتے۔ تسبیح کو کبھی بچھاون پر

رکھ دیتے کبھی گلے میں ڈال لیتے اور پھر پڑھتے رہتے۔ غرض زبان پر ہر وقت تسبیح و تحمید جاری رہی بے حواسی سے بے حواسی اور غفلت سی غفلت میں بھی اس سے غفلت نہ ہوئی۔

درد کی تکلیف کو بھول گئے

مولوی تلطف حسین صاحب لکھتے ہیں "ایک دن مجھ سے فرمانے لگے گھٹنوں میں درد بہت ہے میں نے عرض کیا کہ حضور کو کیا تکلیف ہے حضرت ایوب علیہ السلام پر کیسی تکلیف گذری اب آخری وقت ہے دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے عمل کو قبول کرلے اور مغفرت کرے اور زلات سے درگذر کرے یہ سن کر ہنسنے لگے اور فرمایا سچ کہا پھر دعا کرنے لگے اور ساری تکلیف بھول گئے"

کسی چیز کی حاجت نہیں

مولوی صاحب موصوف لکھتے ہیں "ایک دن میں نے عرض کیا۔ حضور کو کس چیز کی حاجت یا تکلیف ہے۔ روپیہ موجود ہے جس چیز کی حاجت ہو فرمائیے ابھی حاضر کروں فرمایا۔ سب کچھ موجود ہے کسی چیز کی حاجت نہیں ہے"

بیٹی اور نواسیوں کو وصیت

آپ نے اپنی صاحبزادی اور نواسیوں کو وصیت فرمائی کہ "میرے بعد صبر کرنا اور میرے واسطے کچھ نہ کرنا مرنے کے بعد اللھم اغفرلہ وارحمہ ورد زبان رکھنا"

راقم اور مولوی تلطف حسین صاحب سے بالمشافہ گفتگو شاگردوں کا خیال

مولوی صاحب ممدوح مجھ سے دہلی میں فرماتے تھے "جہاں تک مجھ کو شیخ کے شاگردوں کا نام وقتاً فوقتاً یاد آتا گیا میں اُن کا ذکر کرتا اور پوچھتا آپ کو کسی سے کوئی شکایت تو نہیں ہے فرماتے نہیں صاحب مجھ کو کسی سے کوئی شکایت نہیں ہے اور جن لوگوں کا نام خود یاد آجاتا تو پوچھتے کہ "فلاں شخص کہاں ہیں اور کیسے ہیں۔ کوئی خط آیا ہے یا نہیں ہے"

دفن کے بارے میں آپ کی رائے

ایک دن عرض کیا۔ حضور کو کہاں دفن کریں جناب شاہ عبدالعزیز صاحب کے مقبرہ میں بھی جگہ کا بندوبست ہم کر چکے ہیں۔ جواب میں فرمایا کہ "بعد انتقال کے تم صرف اتنا کیجیو کہ اپنے ہاتھ سے مطابق سنت نبوی کے مجھ کو غسل دے کر اور تکفین کرکے میری لاش کو چھوڑ کر اپنے گھر چلے جانا اُس کے بعد جس کے دل میں جو آئے کرے"

آخری وقت میں مجھ سے بہت کچھ فرمایا مگر سمجھ میں بات نہ آئی البتہ اتنا

اشد حبّاً للہ کی وصیت

سمجھا کہ فرمایا۔ اشد حبّاً للہ کا خیال رکھنا اور سب فضول و بے کار ہے سب کو دفع کرو۔

۱۰۔ رجب روز دوشنبہ ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو وفات

"۱۰۔ رجب روز دوشنبہ سنہ ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۳۔ اکتوبر سنہ ۱۹۰۲ء کو عین حالت احتضار میں مغرب کی اذان ہوئی میں نماز کے لئے مسجد کو چلا گیا نماز سے فارغ ہو کر جب واپس آیا تو معلوم ہوا کہ وفات فرما چکے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن"

"کفن وغیرہ ساری چیزیں آگے سے موجود تھیں فوراً غسل مطابق وصیت کے دے کر کفن پہنا کر لاش کو پلنگ پر رکھ کر مسجد میں لا کر رکھ دیا۔

چونکہ دفن کرنے کی رائے محلہ شیدی پورہ میں ہوئی جو کہ عید گاہ کے پشت پر واقع ہے پانسو ٹوپیا مٹی کی اور چند بہشتی رات ہی کو عید گاہ بھیج دیا۔

لوگوں کی کثرت

لوگوں کی کثرت بہت تھی اس لئے بروز سہ شنبہ نو بجے دن کو عید گاہ میں نماز جنازہ ادا کی گئی اور شیدی پورہ میں آپ کی قبر مولوی شریف حسین صاحب مرحوم (آپ کے صاحبزادے) کی قبر کے قریب ہوئی"

محلہ شیدی پورہ میں قبر

اظہار افسوس

مولانا عبدالجبار غزنوی (خلف الصدق و جانشین مولانا عبداللہ غزنوی قدس سرہٗ جو اکابر اولیاء اللہ سے تھے) تحریر فرماتے ہیں

مولانا عبدالجبار غزنوی کی تحریر

"الٰہا پروردگارا۔ حیٰوۃ ابدی و بقاء سرمدی شایان شان تست۔ مالکا قیوما ربوبیت مخلوقات و تربیت موجودات بہ اماتت و احیا و ایجاد و افنا سر نہان تست ربا رحیما تنزیل کتب و ارسال رسل و بعثت ائمہ دین و خلفاء سید المرسلین آیہ بینہ ربوبیت و رحمت بے پایان تست۔ حکیما لطیفا رفع علم و قبض اہل العلم از جہان و ظہور جہل و ظلمات در ابنائے زماں سر لطیف و حکمت بے نشان تست بوصف لا یسئل عما یفعل و فعال لما یرید آسمان و زمین و ما فیہن گواہان تست۔ و بصفت اذا قضیٰ امراً فانما یقول لہ کن فیکون قرآن مجید شاہد عیان تست کریمہ کل نفس ذائقۃ الموت و انما توفون اجورکم یوم القیامۃ مہ سخن نحن

عن النار وادخل الجنة فقد فاز۔ وما الحیوٰة الدنیا الا متاع الغرور تعلیم قرآن تست وکل من علیھا فان ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام ارشاد واجب اذعان تست درآیۃ وافی ہدایہ وبشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون اولئک علیھم صلوٰات من ربھم ورحمہ واولئک ھم المھتدون تسکین بندگان تست ودرکریمہ والملائکۃ یدخلون علیھم من کل باب سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار اطمینان امید واران تست۔ اللہ اللہ اگر بشارات یقینیہ و تسکینات صادقہ مرہم قلوب مجروحہ وجبیرۂ دلہائے شکستہ نبودے واللہ اعلم حال ماسیبت زدگان انتقال امام العصر ومجروحان وفات مجدد الدھر چہ می شد ونوبت بکجامی رسید ازما و امثال ما باید پرسید کہ کدام سنگ صبر بر سینہ گذاشتیم کہ ہنوز بے ہمچوں امام الہدے سیدنا و مولانا سید محمد نذیر حسین رح زندہ ایم ؎

گر نہ قضا بود کہ باہم رویم		می رسد آں وقت کہ ماہم رویم	

اوصاف جمیلہ ومناقب علیہ جناب ایشاں محتاج بیان نیست وکمالات ظاہرہ وباطنیہ حضرت سامی درعرب وعجم پنہاں نے انکار مخالف واعتراض مجادل مضرشان والاشان ایشاں نیست وتجاہل وعدم معرفت منکر مکسرشان نمایاں ایشان نے ؎

ھذا ابن خیر عباد اللہ کلھم	ھذا التقی النقی الطاھر العلم
ھذا الذی تعرف البطحاء وطاءتہ	والبیت یعرفہ والحل والحرم
مشتقۃ من رسول اللہ بنعتہ	طابت عناصرہ والخیم والشیم
ھذا ابن فاطمۃ ان کنت جاھلہ	بجدہ انبیاء اللہ قد ختموا
اللہ شرفہ قدما وعظمہ	جری بذالک لہ فی لوحہ القلم
ولیس قولک من ھذا بضائرہ	العرب تعرف من انکرت والعجم
من معشر حبھم دین وبغضھم	کفر وقربھم منجی ومعتصم
ان عد اھل التقی کانوا ائمتھم	اوقیل من خیر اھل الارض قیل ھم

دراجرا توحید واحیا سنت ہم عنان سلف صالحین بود و درسد باب شرک

محو بدعت

ومحو بدعت بلسان ائمۂ دین حرث محروث احادیث نبویہ ائمہ حدیث را آب حیات
دادہ سرسبز و گلزار نمود و زراعت مزروعہ آثار مصطفویہ اعلام دین را از خس و خار
تحریف و تاویل صاف نمودہ با اغصان و اوراق ریانہ و ریاحین و اثمار کریمہ بارور

تقلید و رسوم قبیحہ

گردانید تقلید آبا و اجداد و تعصبات بیجا را از بن و بیخ کشیدہ و رسومات قبیحہ و
رواجات سیئہ قومیہ را بمہلک فنا و عدم رسانید۔ تدریس کتاب و سنت بسعی بلیغ

عمل بالسنۃ

ایشان در بلاد و قری چہ بلکہ در بوادی و جبال تابید و عمل بالسنۃ و اجتناب از
بدعت بعہد ایشان در مدائن و امصار چہ بلکہ در براری و رمال درخشید۔ سنن میتۂ ہزار

عمل بالحدیث

سالہ را جلوۂ تازہ بخشید و کتب متروکہ صد سالہ علم حدیث را رواج و شہرت کاملہ دہانید

زہد و قناعت توکل و رضا صبر و تسلیم و استقامت محبت و خشیت تجرید و تفرید

در زہد و قناعت و توکل و مقام رضا بے بدل بود و در صبر و تسلیم و استقامت
ضرب المثل در علو ہمت و وفور شفقت و صدق و صفا و حلم و حیا صاحب علم بود
و در محبت و خشیت و تفرید و تجرید ثابت القدم۔ در عبادت رب العزت مشغول
بود و در آداب خشوع نہایت تجربہ کار۔ بغوث محو و فنا مثل شبنم در آفتاب بود
و در شدت خوف و رجا بسان سیماب در اضطراب۔ از خوف خطاب اذهبتم
طیباتکم فی حیوتکم الدنیا لذائذ دنیویہ از قسم ماکل و ملابس و امکنہ را گذاشتہ
بود و از بیم ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم بر لب نان خشک و ثوب خشن قناعت

نہ محبت جمع و نہ طبیعت منع

ورزیدہ نہ محبت جمع داشت و نہ طبیعت منع لہذا آنچہ من اللہ می رسید فی سبیل اللہ
می بخشید بحکم احینی مسکینا و امتنی مسکینا و احشرنی فی زمرۃ المساکین در
حیات و ممات در زمرۂ مساکین بود و بروفق وجعلنا هم ائمة یهدون بامرنا

صبر و ایقان

لما صبروا وکانوا بآیاتنا یوقنون بسبب صبر و ایقان امام متقین۔ حاصل کلام
آنکہ فوارہ علوم دینیہ و معارف علیہ بود و چشمۂ اخلاق کریمہ و اعمال حسنہ منبع برکات
و حسنات بود و مجمع خیرات و فیوضات۔ معدن فقاہت و درایت بود و مخزن اسرار
روایت و حکمت طاب اللہ ثراہ و جعل جنۃ الفردوس منقلبہ و مثواہ۔ بریں چند اشعار کہ موافق
حال جناب ایشان است ختم کلام می کنم و از اظہار و اعتذار پناہ برب علام می جویم۔

قطعہ عربی

قطعہ

وذق بافوادی کل یوم ولیلۃ		حرارۃ اشواق و لوعۃ اشجان

الی ان اری النذیر الحسین الذی　　　به الله من اهل الضلالة نجانی

ومن لی بان القاه والموت قد الی　　　نغیبه فی التراب عن کل انسان

فیاوحشة الدنیا لانوار وجهه　　　ویا لهف اخوان علیه وجیران

یحق لعین لا ترجی لقاءه　　　الی الحشر تنهل بمدمعها القانی

لقد عمّ اهل الارض رزء مصابه　　　ولم ینج فیهم منه قاص ولا دان

لقد کانت الدنیا به ذات بهجة　　　ونور واشراق وروح وریحان

وما کان الا آیة فی زمانه　　　وفی کل علم حاز لیس له ثانی

امام الهدی یدعوا الیٰ دین ربه　　　دعاء نصوح مشفق غیر خوان

لمذهبه ما جاء عن خیر مرسل　　　واصحابه والتابعین باحسان

الیٰ بعلوم حیرت کل واصف　　　علی انه یهدی به کل حیران

فکم مبطل وافاه یبغی جداله　　　فانصفه فی البحث من غیر عدوان

ویکشف عنها شبهةً بعد شبهة　　　الی ان یبین الحق احسن تبیان

فیصبح عن تلك المقالة معرضاً　　　ولو کان من احبار سوء ورهبان

یغار علی الاسلام من کل بدعة　　　وما زال منها هادماً کل بنیان

ولی الله لم تاخذه لومة لائم　　　ولم یخش مخلوقاً من الانس والجان

لمن خشی الرحمن بالغیب اتقیٰ　　　اله البرایا خافه کل سلطان

ولم ینتقم فی الدهر یوما لنفسه　　　ولکنه یوذی فیعفو عن الجانی

واما سخاء الکف فنا لبحر دونه　　　ولم یك فی بذل العطاء بمنان

ولو وزنوا اهل الشجاعة کلهم　　　به رجح الشجعان فی کل میزان

منیبا الی مولاه یقطع وقته　　　بنقل احادیث وتفسیر قرآن

ولم یك مشغوفا بحب رياسة　　　ولا شد بغلات ولا حسن غلمان

وما کان مشغولا بجاه ومنصب　　　ولا رفع بنیان ولا غرس بستان

ولکن بعلم نافع وعبادة　　　وزهد واخلاص وصبر وایمان

وفی موته قد کان للناس عبرة　　　لما شاهدوا من غیر زور وبهتان

اذا انتشروا مثل الجراد وکادان　　　تستزیغ عقول من رجال ونسوان

وسار علی اعناقهم نحو قبرہ	یجاور مولیٰ ذا امتنان وغفران
الی الذهب الباقی دعاہ الٰهه	فذالك له خیر من الخزن الفانی
دعاہ الیٰ جنات عدن وطیبها	ومتعه فیها بحور وولدان
فنسئل رب العرش یجمع شملنا	به فی جنان الخلد من بعد حرمان
ویجبرنا بعد انکسار قلوبنا	ویروی برؤیا وجهه کل ظمآن

راقم کہتا ہے کہ مولانا نے ایک مختصر مگر نہایت ہی لطیف اور سچی سوانح عمری اس تحریر میں درج کر دی ہے مرحبا جزاہ اللہ۔

اخباروں میں وفات کی اشاعت

پانیر — انگریزی اخبار پانیر الہ آباد (جو کہ نہایت ہی وقیع اخبار ہے) نے آپ کی وفات پر مضمون لکھا تھا اور اردو اخباروں میں تو غالباً سارے ہندوستان میں کوئی اخبار یا رسالہ نہ ہوگا جس نے آپ کی وفات پر ماتم نہ کیا ہو اور اپنے اخباروں رسالوں کو ماتمی لباس نہ پہنایا ہو اُن سب مضامین کو اگر کوئی شخص جمع کرنا چاہے تو ایک بڑی ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے اِن اخباروں میں سے ہم صرف تین اخباروں کے مضامین ملخصاً درج کرتے ہیں پہلا مضمون توعلیگڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ کا اِس لئے کہ اِس کے چیف ایڈیٹر نواب محسن الملک مولوی مہدی علی خان بہادر جیسے باخبر، ذی وقعت، مہذب اور متین آدمی ہیں۔ دوسرا اخبار وکیل امرتسر کا اس سبب سے کہ اس کے ایڈیٹر مذہبی آدمی ہیں۔ تیسرا مضمون اخبار دار العلوم دہلی کا اس لئے کہ وہ خاص دہلی کا اخبار ہے اور حیات و ممات دونوں زمانہ کے واقعات اُس کے چشم دید ہیں۔

(حاشیہ: علیگڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ — وکیل امرتسر — دار العلوم دہلی)

علیگڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ مطبوعہ ۲۳۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء

(حاشیہ: علیگڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ کا مضمون)

افسوس ناک واقعہ

اِس ہفتہ کے واقعات میں ایک نہایت اندوہناک واقعہ جو غالباً ہندوستان کے

مسلمانوں میں نہایت حسرت و افسوس کے ساتھ پڑھا جاوے گا یہ ہے کہ :۔

شمس العلما مولوی سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی نے ایک سو دس برس کی عمر میں دس مہینے کی طویل علالت کے بعد ۱۰۔ رجب یوم دوشنبہ کو مابین المغرب والعشا انتقال فرمایا اور اُن کی وفات سے ہندوستان میں حدیث کا چراغ گل ہوگیا انا للہ و انا الیہ راجعون۔

آپ قصبہ سورج گڈھ ضلع مونگیر کے خاندان سادات میں سے تھے جن کے مورث عالمگیر کے عہد میں عہدہ قضا پر مامور تھے ابتدائی تعلیم غالباً آپ نے اپنے وطن میں حاصل کی عنفوان شباب میں آپ دلی میں وارد ہوئے جو اُس وقت ہندوستان میں علم اور شائستگی کا مرکز تھا اور دینیات کی کتابیں حضرت مولانا شاہ اسحٰق صاحب اور مولانا عبدالخالق صاحب سے پڑھیں اگرچہ آپ کو بالاستیعاب[1] شاہ صاحب کے حلقہ درس میں شریک ہونے کا موقع نہ ملا مگر اس میں شک نہیں کہ آپ کو حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں نسبت تلمذ ہے چنانچہ مولانا قطب الدین نے اپنے کسی تصنیف میں اس امر کی تصریح کی ہے۔

مسلم الثبوت محدث

آپ ایک جید فاضل اور مسلم الثبوت محدث تھے۔ روایات فقہی کا جو استحضار آپ کو حاصل تھا وہ محتاج بیان نہیں ہے آپ کے مناقب میں صرف اس قدر بیان کردینا کافی ہے کہ آپ نصف صدی سے زیادہ عرصہ تک علم حدیث کی تدریس میں مصروف رہے اور عمر کا ایک معتد بہ حصہ اس متبرک علم کی خدمت میں بسر ہوا۔

پچاس برس سے زیادہ علم حدیث کی تدریس میں مصروف رہے

ہزارہا طالبان حدیث آپ کے حلقۂ درس میں شریک ہوکر فیضیاب ہوئے ہماری دعا ہے کہ خداوند تعالےٰ نے مرحوم کو جنت الفردوس عطا فرماوے اور اُن کے پس ماندوں کو صبر جمیل کی توفیق دے۔

[1] اس کی تحقیقات کہ آپ نے کن کن اساتذہ سے کون کون فن کی کتابیں پڑھیں ہوچکی اور یہ بات بھی ثابت کردی گئی کہ آپ مولانا شاہ محمد اسحٰق صاحب کی خدمت میں بالاً تیرہ برس تک رہے ۱۲

وکیل امرتسر

اخبار وکیل امرتسر

مطبوعہ ۱۷۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء

شمس العلما مولانا مولوی سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی کی علالت طبع کی خبر ہم اپنے کسی گذشتہ پرچہ میں لکھ چکے ہیں۔ اب دہلی کے ایک پرائیویٹ خط سے معلوم ہوا کہ حضرت ممدوح ۱۳۔ اکتوبر کو رہگرا سے عالم جاودانی ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون حق تو یوں ہے کہ آپ سلف صالحین کی یادگار باقی تھے علم و عمل اور زہد و اتقا میں پایۂ بلند رکھتے تھے۔ سنِ مبارک سو سے متجاوز تھا۔ اور یہ کہنا داخل مبالغہ نہیں کہ آپ دہلی مرحوم کے آخری نوحہ خواں تھے انہوں نے اپنی آنکھوں سے اُن بزرگواروں کی صورتیں دیکھی تھیں۔ بلکہ اُن کی ہم طرحی کا شرف حاصل کیا تھا جن سے دہلی کو فی الحقیقت فخر ہے اور جو دہلی کیا ہندوستان بھر کے لئے بایۂ ناز تھے۔ جن دنوں سرسید مرحوم نے آثار الصنادید لکھی ہے اُن دنوں دہلی واقعی اہل کمال سے سرتاسر معمور تھی اور ہر ایک فن کے باکمال آدمی موجود تھے باوجود اُس فراوانی کے مولانا اُس زمانہ میں بھی اس لایق سمجھے گئے تھے کہ اُن کا نام اُن چیدہ بزرگواروں کی فہرست میں داخل ہو جو ہندوستان کے لئے موجب افتخار شمار ہوتے ہیں۔

سلف صالحین کی یادگار تھے علم و عمل زہد و اتقا

آثار الصنادید کی تالیف کے وقت بھی آپ منتخب لوگوں میں دہلی کے تھے

پس اِس سے ظاہر ہے کہ اِس کساد بازاری فضل و ہنر میں اُن کی قدر و قیمت کیا ہونی چاہئے۔ مولانا مغفور نے باوجود کبرسن اور ضعف پیری کے سلسلۂ درس و تدریس آخری وقت تک نہ چھوڑا اور اطراف و اکناف کے طلبا جو علم حدیث حاصل کرنے کے شوق میں ممالک دور دست سے آپ کی خدمت میں آتے تھے ہمیشہ مستفیض ہوتے تھے۔

اِس زمانہ میں آپ کی قدر و قیمت کیا ہونی چاہئے ممالک دور دست سے طلبہ کا آنا

اخبار دار العلوم دہلی

اخبار دار العلوم دہلی مطبوعہ ۱۷، اکتوبر ۱۹۰۲ء
مطابق ۱۵۔ رجب ۱۳۲۰ھ وفات حسرت
آیات جناب شمس العلما مولانا مولوی سید
نذیر حسین صاحب محدث دہلوی ؒ

ہے شور ہائے ہائے صریر قلم نہیں		مضمون درد ہجر کی تاب رقم نہیں

بڑے افسوس سے لکھا جاتا ہے کہ ۱۳۔ اکتوبر کی شام کو شمس العلما حضرت مولانا مولوی سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی داعی اجل کو لبیک کہہ گئے انا للہ وانا الیہ راجعون یہ منحوس شام مسلمانان عالم میں قیامت تک یادگار رہے گی جس میں حدیث نبوی کا آفتاب ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا۔

آہ اے بدنصیب قوم تیرے سارے فرسٹ گئے۔ تجھے ناز تھا کہ اِس گئے گذرے زمانہ میں تو ایسے عظیم الشان شخص کا وجود باجود رکھتی ہے جو شاہ عبدالعزیز رح اور شاہ اسحٰق صاحب رح کی بابرکت مجلسوں کا فیض یافتہ اور حدیث اور فقہ اسلام کا لاثانی عالم تھا جس نے دس نہ بیس اکٹھے پچھتر سال درس تدریس جاری رکھا ہو۔ جس کے متبرک حلقۂ درس سے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آوازیں اِس پچھتر سال میں ایک دن بھی خاموش نہ ہوئی ہوں۔ جس نے ایک سو سات سال کا طویل زمانۂ عمر بچپن سے لے کر دم واپسیں تک مقدس اسلام کے مقدس علوم کی تعلیم و تعلم میں بسر کر دیا۔ ہاے ہاے خدا کے جلیل القدر آخری پیغمبر (دل و جانم فدائے نامش باد) کی پاک حدیثوں کے اکیلے ہاں ہاں اکیلے حافظ کو ہم ہزار من مٹی کے بوجھ کے نیچے دبا کے آتے ہیں اور یہی ہاتھ جو اُس خلیق اور مقدس انسان سے مصافحے کرتے تھے آج اُسے قبر کے سپرد کر رہے ہیں۔

مرنے والے خدا تجھے فردوس بریں میں جگہ دے اور تجھے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب عطا کرے ہمارے پاس تیرے لئے تیرے احسانات کے لئے کچھ نہیں سوا اِس کے کہ ہم ایصال ثواب کریں اور دعا کریں کہ خدا تیری بے لوث دینی خدمتوں کے بڑے بھاری سلسلے کو قبول فرمائے اور اِس کا تجھے اجر عظیم بخشے۔ ظاہرا تو تو معبود حقیقی کے پاس تن تنہا چلا ہے جہاں نہ تیرے آٹھ لاکھ معتقدوں میں سے کوئی ساتھ ہے نہ تیرے ہزار در ہزار شاگردوں میں سے کوئی ہمراہ۔ تیری اولاد اور تیرے غمگسار بادیدۂ پرنم تجھے تک رہے ہیں۔ کہ تو اپنی کٹھن اور دشوار گذار منزل میں بے یار و مددگار چلا جا رہا ہے کوئی نہیں جو تیرا ساتھ دے اور کوئی نہیں جو تیری ہمراہی اختیار کرے لیکن درحقیقت باطنا ایک انمول زاد آخرت تیرے ساتھ ہے اور تو خدا کے ہاں یقیناً اُسی فرحت و شادمانی کے ساتھ جا رہا ہے جیسا کہ ایک

شاہ عبدالعزیز رح اور شاہ اسحٰق صاحب رح کے فیض یافتہ حدیث و فقہ اسلام کے لاثانی عالم۔ پچھتر سال درس دیا

بے نظیر حافظ الحدیث

بے لوث دینی خدمت

آٹھ لاکھ معتقد

فتح مندشہنشاہ کی مثال

فتح مندشہنشاہ دن رات کی یلغاروں اور حملوں کے بعد اپنے غنیم پر فتح پاتا اور پھر بادل خورسند اپنے دارالخلافت کی طرف مراجعت کرتا ہے۔ تو نے بے شک اُس سچے عشق سے جو تجھے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا اپنی بزرگ اور عالی شان لائق خدمت اسلام میں صرف کی اور سچے ارشاد علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کا اِس گئے گذرے زمانے میں نمونہ بن کے ہمیں دکھادیا اسی کا اجر ہوگا جو ہمیشہ کی مسرتوں کا تجھے وارث بنائے گا۔ اور تجھے تمام کلفتوں سے نجات دے گا۔ افسوس تیرے بعد ہمیں چاروں طرف سناٹا ہی سناٹا نظر آتا ہے۔ آہ یا تو وہ زمانہ تھا کہ ہلال اسلام آسمان دنیا پر ماہ دو ہفتہ بن گیا تھا اور اُس کی ٹھنڈی ٹھنڈی روشنی سے سارا عالم بقعہ نور بنا ہوا تھا۔ اور یا اب یہ وقت ہے کہ وہ ماہ کامل ہماری نظروں سے نہاں ہوگیا ہے اِس کی ہلکی اور بدلی میں چھپے ہوئے چاند کی سی چاندنی ہمیں کبھی دکھائی دے جاتی ہے اور وہی ہمارے برق و باد کی طرح دوڑنے والی رقیب قوموں کی نگاہیں خیرہ کردیتی ہے۔

حبش خاں کے پھاٹک سے شمس العلما مولوی سید نذیر حسین صاحب کا جنازہ نہیں اُٹھایا گیا بلکہ ایک شور قیامت اُٹھایا گیا ہے جو اسلامی دنیا میں صدیوں تک برقرار رہے گا۔ صرف مرحوم کے بعد ان کا کوئی ہم پلہ جانشین نظر نہیں آتا جسے علم حدیث کی اس مناسبت ذاتی کے سبب جو شمس العلما میں قدرت نے ودیعت کی تھی اُن کا قائم مقام قرار دیا جاسکے۔ اُن کے دماغ کی ساخت ہی اِس ڈھنگ کی تھی جس میں رسول اللہ کی احادیث کا سمندر سما گیا۔ جن لوگوں نے آپ کو حدیث شریف پڑھاتے دیکھا ہے اُنہیں اِس بات کا بخوبی تجربہ ہوگیا ہے کہ اِس

بڑھاپے میں یادداشت کا عالم

بڑھاپے کے زمانہ میں آپ کی یادداشت کا کیا عالم تھا اور کس صفائی اور روانی کے ساتھ آپ گھنٹوں پڑھاتے رہتے تھے۔ ہم نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ پڑھانے میں جس وقت کسی حدیث کی نسبت تکرار ہوتی تھی اور یہ ضرورت آکے پڑتی تھی۔ کہ اِس حدیث کے موافق یا مخالف کتنی حدیثیں ہیں اور کس کس

ملکہ اور حافظہ

جگہ ہیں۔ آپ فوراً بتادیتے تھے کہ فلاں حدیث فلاں کتاب کے فلاں باب سے نکال لو۔ اور فلاں حدیث فلاں کتاب کے فلاں باب سے۔ اِسی طرح وہ تمام حدیثیں

تمام احادیث صحاح پر حافظ کی قدرت

جو اس متنازع فیہ حدیث کے متعلق کتب صحاح میں موجود ہوتیں چند منٹوں میں نکل آتی تھیں۔ ایک جید حافظ قرآن کو کسی آیۃ کے پتہ دینے میں تامل ہونا ممکن لیکن شمس العلما کے لئے بالکل ناممکن تھا کہ اُن سے کسی حدیث کا یونہیں سا مطلب بتایا جائے اور وہ بجنسہ صحاح میں اُسی وقت نہ نکلوا دیں۔ اور پھر ایک دو یا دس بیس حدیثوں کی نسبت نہیں حدیث شریف کی ساتوں صحیح کتابوں کی نسبت آپ کے حافظہ کی یہی کیفیت تھی اسی وجہ سے درحقیقت شمس العلما کی ذات مسلمانوں کے لئے فخر و مباہات کا باعث تھی۔ کیونکہ جس طرح کلام اللہ کا یہ خاص معجزہ ہے کہ ہر زمانہ اور ہر وقت میں لاکھوں سینے اِس کی حفاظت کے لئے محفوظ تختیاں بنے رہتے ہیں۔ اُسی طرح کلام رسولؐ کی حفاظت کرنے والا بھی زمانہ میں کوئی نہ کوئی موجود ہی رہتا ہے۔ جو حافظہ کی قوت سے نگہبانی کرتا ہے۔ جیسا کہ اِس زمانہ میں اللہ بخشے حضرت شیخ شمس العلما تھے درحقیقت یہ اسلام کی زندہ برکات ہیں جو ہر زمانہ میں ظاہر ہوتی رہتی ہیں۔ اِس کے مقابل کوئی دوسرے مذہب والا ہرگز ایسا دعوے نہیں کرسکتا کہ وہ کتاب جسے وہ آسمانی سمجھتا ہو زمانہ کی دست برد سے اس طرح محفوظ رہی ہو جیسا کہ قرآن مجید۔ قرآن شریف تو خیر خالق اکبر کا خالص کلام ہے جس کی نسبت وہ وعدہ فرماتا ہے انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون اور جو اسی وعدۂ ربانی کی نسبت سر ولیم میور صاحب جیسے دشمنوں سے اپنے تیرہ سو برس سے بلاشائبہ تحریف بجنسہ محفوظ چلے آنے کا اقرار کرا چکی ہو۔ اور وہ علانیہ تسلیم کر چکے ہوں کہ " دنیا میں اور کوئی ایسی کتاب نہیں جو اِتنے بڑے عرصہ تک اِس طرح محفوظ رہی "

لیکن حدیث جو حضور سرور عالمؐ کا کلام ہے جو آپ نے بمصداق وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحیٰ ارشاد فرمایا اور اُسے آپ کے جلیل القدر صحابہ اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اکٹھا کیا اُس کے حافظ بھی اس اُمت عالیہ میں پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ کیا کوئی عیسائی دعوے کرسکتا ہے کہ اُن مضامین کو چھوڑ کر جو ابتدا سے صدی عیسوی کے خوش اعتقاد عیسائیوں میں مقبول تھے اور جن کا ابھی تک کچھ کچھ حصہ چلا آتا ہے صرف بائبل کے کبھی کسی زمانہ میں ایسے

حافظ ہوئے ہیں جنہوں نے زمانہ کے دست برد سے بچانے کے لئے اُسے اپنے سینے کی تختیوں پر کندہ کیا ہو؟ کیا کوئی آریہ دعوے کرسکتا ہے کہ اُن کے ویدوں کی کسی زمانہ میں اس طرح حفاظت کی گئی ہے؟ جس طرح مسلمان اپنی مقدس کتاب کی ہمیشہ سے کرتے آئے ہیں اگر یہ دعوے ممکن نہ ہو تو سمجھ لینا چاہئے کہ کوئی انسانی کتاب ہرگز آسمانی کتاب کی سی وقعت اور عزت نہیں پا سکتی۔ اور وہ کتاب کبھی معزز نہیں سمجھی جا سکتی جس میں انسانی ہاتھوں کی آمیزش ہوئی ہو۔

درس وتدریس سال بھر سے بند تھا

شمس العلما کا درس تدریس سال بھر سے موقوف تھا اُس کی وجہ یہ ہے۔ کہ شیخوخت نے آپ کو انتہا ضعف وناتوانی پر پہنچا دیا تھا۔ اگرچہ ایک عرصہ سے آپ کا اُٹھنا بیٹھنا دوسروں کے سہارے پر موقوف تھا لیکن یہ نقاہت جو سال بھر سے پیدا ہوگئی پہلے نہ تھی آپ اِس بڑھاپے میں بھی بہت ہی کم بیمار ہوا کرتے تھے۔ کیوں کہ بہت ہی محتاط تھے یہاں تک کہ پانی کا بھی بہت ہی کم استعمال کرتے تھے اور کئی کئی دن صرف چاء پر گذار دیتے تھے آخر عمر میں گو تمام قوائے جسمانی مضمحل ہوگئے تھے لیکن حافظہ بدستور درست تھا اور اِسے بڑے تعجب کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا کیوں کہ انسان جہاں سترا بہترا ہوا اُسے صبح کا کھایا شام کو یاد نہیں رہتا۔ کہاں کہ سَو سے عمر گذر جاے اور پھر حافظہ کی قوت اِسی طرح بنی رہی یہ سب حدیث شریف کی برکت تھی۔ جس میں آپ کا انتقال ہوا وہ کوئی خاص بیماری نہ تھی جس مرض نے ایک سال سے آپ کو بٹھا دیا تھا وہی مرض الموت تھا جو بالآخر جنازہ اُٹھوا کے گیا۔

بڑھاپے میں بھی بہت ہی کم بیمار ہوتے

حافظہ بدستور درست تھا

۱۳۔ اکتوبر کی شام کو قریباً سات بجے آپ نے اپنی جان جان وجہاں آفرین کو سپرد کی اور یہ خبر بجلی کی تیزی کی طرح اُسی وقت تمام شہر میں پھیل گئی تجہیز وتکفین رات ہی رات میں ہوگئی تھی۔ چنانچہ ہزاروں ماتم زدہ لوگوں کے ساتھ صبح آٹھ بجے جنازہ اُٹھایا گیا اور نو ساڑھے نو بجے شیدی پورہ میں دفن کیا گیا۔ نماز جنازہ بارہ تیرہ ہزار آدمیوں کے ساتھ آپ کے سعادت مند پوتے مولوی سید عبد السلام صاحب نے عیدگاہ کے چبوترے پر پڑھائی۔ جنازہ پر خلقت کا اِس درجہ ہجوم تھا کہ بہت سے لوگوں کو کندھا دینا بھی نصیب نہیں ہوا۔ قریب قریب شہر کے تمام

نماز جنازہ میں بارہ تیرہ ہزار آدمی شریک تھے

مسلمان عمائد اور علما جنازے کے ساتھ تھے جن میں بعض کے نام نامی درج ذیل ہیں
صاحبزادہ عبدالصمد خاں صاحب چشتی، صاحبزادہ محمد عمر صاحب چشتی، مولانا مولوی عبدالحق صاحب مصنف تفسیر حقانی، شمس العلما مولوی نذیر احمد صاحب، مولوی حفیظ اللہ صاحب، مولوی عبدالقادر صاحب، مولوی محمد ابراہیم صاحب، مولوی عبدالرحمن صاحب راسخ، مولوی حبیب احمد صاحب مدرس فتحپوری، مولوی سید احمد صاحب، مولانا نواب ضمیر الدین احمد میرزا صاحب برادر رئیس لوہارو، مولوی محمد عبدالاحد صاحب، مولوی محمد عبدالمجید صاحب، ابوالحبیب مولوی محبوب احمد صاحب، مولوی تلطف حسین صاحب، غرض کہ اخبار میں گنجائش نہیں کہ تمام رؤسا کے نام لکھے جائیں۔

شہر کے تمام مسلمانان اور علما جنازے پر موجود تھے

مرحوم کے اوصاف حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ کے لکھنے کا یہ موقع نہیں ہے خدا کرے کہ آپ کی سوانح عمری لکھنے کے لئے کوئی خدا کا بندہ کھڑا ہو۔ اور اُسے اُس کی شان و حیثیت کے موافق قلمبند کرے۔ فقیر دین محمد اڈیٹر دارالعلوم کو اگر فرصت ہوتی اور اُس کے پاس کافی میٹیریل ہوتا تو اِس سعادت کا وہ خود ہی فخر حاصل کرتا بہرحال یقین ہے کہ سلف ہلپ" کی قدر کرنے والی طبیعتیں اس عظیم الشان سوانح عمری کے لئے شوق ظاہر کریں گی اور کوئی محنت کش سعید الفطرۃ انسان اُن کے شوق کو پورے کرنے کے لئے ہمت چست کرے گا۔ مرحوم شمس العلما کی سوانح عمری میں یہ بات خاص طور پر تذکرے کے لایق ہے کہ غدر ۱۸۵۷ء سے پہلے آپ کے درس و تدریس فقہ اور حدیث دونوں کی نسبت تھی۔ لیکن غدر کے بعد آپ نے صرف حدیث شریف کو مخصوص کر لیا تھا اور اِسی وجہ سے آپ کے آخری عمر کے شاگردوں میں زیادہ تر وہی لوگ شامل ہوتے تھے جنہیں علم دین میں سب سے زیادہ حدیث سے دلبستگی ہوتی تھی۔ اگر مسلمانوں کی بدقسمتی سے مقلدین و غیر مقلدین کے جھگڑے نہ اُٹھتے تو غالباً آپ کا فیض تدریس اِس سے بھی زیادہ وسیع ہوتا۔

مقلدین و غیر مقلدین کے جھگڑے نہ اٹھتے تو اس سے بھی زیادہ حلقہ درس وسیع ہوتا

ہم اپنے مصیبت زدہ دل کی اِن سطروں میں بھڑاس نکالنے کے بعد اس مضمون کو مرحوم کی دعائے مغفرت پر ختم کرتے ہیں اور اُمید کرتے ہیں کہ جن لوگوں کو مرحوم کی ذات سے عقیدت مندی ہوگی۔ وہ اپنا بہترین فرض تصور کریں گے کہ جس طرح

مرحوم کے زمانہ میں فیض کا چشمہ جاری تھا۔ اور ہر مسلمان علمی استفادے کر سکتا تھا اُسی طرح اب بھی اُس کے برقرار رکھنے کی کوشش کی جاے گی اور آپ کے اعزہ اور خصوصاً مولوی عبد السلام صاحب کے دردمند دل سے ہم دردی کا اظہار کیا جائیگا

میاں صاحب کی نماز جنازہ صلوٰۃ علی الغائب
غالباً ہندوستان کے تمام شہروں قصبوں اور بیشتر
قریوں میں۔ پڑھی گئی۔

قطعات تاریخ وفات

اخبارات ہندوستان میں جس طرح بذریعہ مضمون نگاری کے آپ کا ماتم کیا گیا اِسی طرح ہند و ایران کے شاعروں نے قطعات تاریخ کے ذریعہ سے اپنا فرض ماتم ادا کیا اُن سب تاریخوں کو جمع کرنا تو سخت دشوار ہے کیوں کہ آپ کے انتقال کے بعد سے غالباً پورے سال بھر تک بعض ہفتہ وار اخبار اُردو کی ہر اشاعت میں قطعات اور مادہ ہاے تاریخ مسلسل بالالتزام شائع ہوتے رہے ہم صرف بعض قطعات تاریخ و مادہ ہاے تاریخ پر اکتفا کرتے ہیں۔

مولوی حکیم مختار احمدؐ صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ حنفی ساکن موضع کرہٹیا ضلع مظفر پور نے ایک قطعہ تاریخ عزلی میں لکھا ہے جو خصوصیت کے ساتھ اس لئے سب سے پہلے لکھے جانے کے قابل ہے کہ بیس ۲۰ شعروں کا قطعہ ہے اور ہر مصرعہ بجاے خود بغیر تعمیہ و تخرجہ کے تاریخ ہے جس سے ۱۳۲۱ و ۱۳۲۰ ہجری نکلتے ہیں۔ یا ۱۳۱۰ و ۱۳۱۱ فصلی۔

پچھلے دس شعروں میں اس سوانح عمری کا بیان ہے اِن مصرعوں سے ۱۳۲۱ و ۱۳۲۲ھ و ۱۳۱۰ و ۱۳۱۱ فصلی نکلتے ہیں۔ جن سنوں میں سوانح عمری لکھنے کی ابتدا کی گئی اور لکھی جاتی تھی۔ بعض موانع کے سبب سے بہت دنوں تک سوانح نگاری کا کام بند رہا اِس لئے اِس کی اشاعت میں بھی غیر معمولی توقف ہوا اور سن بھی بدل گئے معہذا اِس قطعہ میں بڑی محنت کی گئی ہے کیوں کہ چالیسوں مصرعے چالیس مادہ تاریخ پر مشتمل ہیں اور بجاے بسم اللہ کے جو عبارت لکھی گئی ہے وہ بھی مادہ تاریخ ہے

اِس طرح اکتالیس[۴۱] تاریخیں ہیں اور چوں کہ تعمیہ و تخرجہ سے ہر مصرع پاک ہے اس لئے حک و تبدیل کی گنجائش نہیں کوئی لفظ یا حرف بدل نہیں سکتا جب تک بدل و مبدل منہ کے حروف اور اعداد برابر نہ ہوں۔

قطعہ تاریخ از مولوی حکیم مختار احمد صاحب

بِسمِ اللہِ المفیض العلیم
۱۰ ۱۳ف

فات نور الفرقتہ السبحانیہ ۲۰ ۱۳ھ	انہ احیی الاصول الغالیہ ۲۰ ۱۳ھ
ربنا اکرم بھذا و انیا ۲۰ ۱۳ھ	انت معطی العافیات العالیہ ۲۰ ۱۳ھ
فیضہ نہر مجید باقی ۲۰ ۱۳ھ	فضلہ عمّ البلاد الصامیہ ۲۰ ۱۳ھ
کان بحر الخلق او عین العلی ۲۰ ۱۳ھ	کان تاج المدرکات الباتیہ ۲۰ ۱۳ھ
مخزن الطلاب بل شمس الوفا ۲۰ ۱۳ھ	شیخ اصحاب العقول الحاویہ ۱۰ ۱۳ف
رمز فن المجتبیٰ نہر الصفا ۲۰ ۱۳ھ	صدر ارباب الثنایا الصافیہ ۱۰ ۱۳ف
مصدر الاسرار تاج الاولیا ۱۰ ۱۳ف	فخر دین الامۃ الربانیہ ۲۰ ۱۳ھ
کان اھل الفیض بل بحر الھدی ۲۰ ۱۳ھ	کان مفنی المنکرات العاریہ ۱۰ ۱۳ف
ماتن معیار حق مقرن ۱۰ ۱۳ف	شمس افلاک الفتاوی الجاریہ ۱۰ ۱۳ف
استمع یا مھتدی عام الوصال ۱۰ ۱۳ف	فات بدر السنۃ الفرقانیہ ۱۰ ۱۳ف
قد تمنی شرح ندب السالک ۱۰ ۱۳ف	فخر فسط الحکمۃ السینائیہ ۱۰ ۱۳ف
قد وفی امتنا متینا وافلا ۱۰ ۱۳ف	نور شرف الامۃ القرآنیہ ۱۰ ۱۳ف
اسمہ فضل الحسین الجامع ۲۰ ۱۳ھ	نعتہ رمز الصدور الصافیہ ۲۰ ۱۳ھ
مثلہ معد و معصر فی العلاج ۲۰ ۱۳ھ	مفخر اھل الفنون العالیہ ۲۰ ۱۳ھ

ابقراط الدهر فی نهر الشفا	بل ریاض الحکمۃ الیونانیه
۱۰ ۱۳ ف	۱۰ ۱۳ ف
عین فیض الطب او عین العطا	ضوء قلب الحکمۃ اللقمانیه
۱۰ ۱۳ ف	۱۰ ۱۳ ف
نور بیت الطب جاءت لنفسه	فرح شرح الحکمۃ البقراطیه
۱۰ ۱۳ ف	۲۰ ۱۳ ھ
استمع یا مقبلا عام الکتاب	وھو شرح الواقعات الفانیه
۲۰ ۱۳ ھ	۱۱ ۱۳ ھ
واسمعوا عام الکتاب ثانیا	شاعت المجموعۃ الرحمانیه
۱۱ ۱۳ ف	۱۱ ۱۳ ف
ھاوھا قل یا صبیحی ثالثا	جاء شرح الکیفیات الطاریه
۱۱ ۱۳ ف	۲۱ ۱۳ ھ

قطعہ تاریخ

از مولوی حافظ محمد عبد المنان سلمہ اللہ تعالیٰ

وفا تخلص غازی پوری

قطعہ تاریخ از حافظ محمد عبد المنان صاحب

تنح عن الدنیا القلیل متاعها	وکن زاهدا فی کل ما یحتوی الدهر
وان هی ادنیٰ من جناح لبوضة	ولیس لدی ارباب لب لها قدر
بزینتها تبدو فتفتن اهلها	ولی وجهها بشر وفی قلبها غمر
فایاك ان تغتر یوما بحسنها	فذہ خلۃ قد سیط من دمها غدر
ارتنا رباضا من بعید انیقة	فلما اتیتها اذا انها قفر
وان عاش فیها واحد الف حجة	فواللہ لم یحصل بذالك له فخر
فیا صاح لا تغفل عن الموت ساعة	فلا بد ان یاتیك لما انقضی العمر
وکن مستعد اللمعاد وھو له	مدی الدهر واذکر یوم یوحشك القبر
الا کیف تخشاه و تعلم انه	وسیلة لقیا اللہ جل له الذکر
ولی عبرة فی موت حبر محدث	محامده غر خلا نقته زهر
نذیر حسین المفخم راس اولی النهی	تقی من الایمان نقیته البکر
شریف الیٰ بیت النبوۃ ینتمی	ویعزی الیه العز والمجد والفخر

نبٌ عبقری لیس یفری فریّه ... فقیه ولا نقف لبیب ولا برٌ

اضاء ظلام الجهل حین اشتداده ... ومشرق شمس العلم کان له الصدرُ

وابطل دعوی المبطلین بحجۃ ... وایده فی الحق من ربه النصر

وانی اذا الناعی نعاه ظهیرةً ... قد انهملت عینای وانهزم الصبرُ

وقد کنت صبّارا علی کل شدة ... وان نفذت صدری دهیّۃ سمرُ

لقد اظلم الدهلی بعد وفاته ... وحق له هذا وقد خفی البدرُ

وتبکی علیه لو رایت کما اری ... السّمٰوات والارضون والبرُّ والبحرُ

بُلیت بهمٍّ لم یزل متزایدا ... الا انه عسر فهل بعده یسرُ

هدی الناس للدین القویم صیانةً ... لایمانهم لما بدا فیهم الشرُ

واحییٰ احادیث النبی محمدٍ ... علیه صلوٰۃ الله ما طلع الفجرُ

بجملة مرویاته قد اجازنی ... وعلّمنی علمًا به یشرح الصدرُ

له صدقات جاریاتٌ کثیرةٌ ... ولیس بخال عن محامده مصرُ

افاض علیه الله من برکاته ... وادخله الفردوس اذ قضی الامرُ

دعوتک یا رب السماء تضرعًا ... وانت مجیب حین یدعوک مضطرُ

یقول وفا عند الختام مورخا ... توفی هادی الناس مجتهد حبرُ

۳۰ ۱۳ھ

قطعہ تاریخ

از مولوی حافظ عبد الرحمٰن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ بقا تخلص غازیپوری

قطعہ تاریخ از مولوی حافظ عبد الرحمٰن صاحب

ایا من یضیع العمر فی طول غفلة ... اتحسب ان المرء فی الدهر خالد

علیک بذکر الموت فی کل حالة ... فذلک شغل ضُمِّنَتْهُ الفوائد

اتغفل عنه وهو حتمٌ موکل ... ولا حی الا وهو یومًا لبائد

حیوتک فی الدنیا وان عشت حقبةً ... متاع غرور فاقد الخیر کاسد

اما نیها اضغاث احلام نائم ... وراحتها کرب حوته الشدائد

طلبتُ صفاء العیش فیها سفاهةً ... ورُمتُ خلاص النفس مما تکابد

فوالله لم اقدر علی ما اردته ... ولکن اتانی ما تمناه حاسد

أقضي الليالي في هموم وحسرة
واعظم ارزائي فراق ائمة
عصابة حق ليس يشقي جليسهم
الا طار لبي حين ما قال قائل
نذير حسين الحبر من آل هاشم
فبت وجنبي لا يواتيه مضجع
اذا شاع في معمورة الأرض نعيه
لقد نصر الاسلام نصرا موزرا
افادوا فتى ثم خلى مكانه
فطوبى له قد طاب حيا وميتا
مضى عمره في ذكر من جل ذكره
له منن لا يستطاع جزاءها
هدا هم الى علم الحديث فاصبحوا
وكم بدعة لم يبق في الدهر رسمها
اصاح بتصر هل ترى في بلادنا
جزاه الله الخلق عم نواله
وابقى لنا في الدهر من بركاته
يقول لقائي ارخ عام وفاته

وليس الى جنبي خليل مساعد
كرام بذكراهم تزان القصائد
وكلهم في الله لله جاهد
توفي محمود الخلائق ماجد
مجدد دين الله للحق ناقد
وقلبي في وجد وجفني ساهد
بكى العلماء الراسخون الاماجد
اذا انتشرت في المسلمين المفاسد
وقد بقيت آثاره والمحامد
وما ذمه الا الحسود المعاند
وكان له طبع الى الخير قائد
علي من اتاه وهو للعلم قاصد
وقد صلحت اعمالهم والعقائد
وكم سنة قد سنها وهو راشد
فقيها يدانيه كما ظن حاسد
بافضل ما يجزى التقي المجاهد
وهذا دعاء حيز فيه المقاصد
قضى نحبه هادي البرية عابد

۲۰ ۱۳ھ

ایک تاریخی قصیدہ عربی میں چھبیس ۲۶ شعروں کا مولوی عبدالکریم ساکن ہندکوجین محلہ شانچیری ضلع ملیبار نے بھیجا ہے جس کا آخری شعر تاریخی یہ ہے۔

رضی الالٰہ عن الامام بجائه	عام الوفاۃ اقول ملتجاء بجا

قطعہ تاریخ از آغا سنجر طہرانی

سید قوم عالم و فاضل	اے دریغا محدث دھلی

قطعہ تاریخ از آغا سنجر طہرانی

حضرت مولوی نذیر حسین — شد بہ بزم وصال حق واصل
کشتی عمر رست از طوفاں — بسلامت رسید بر ساحل
ہم بہ منزل رساند بارے را — کہ بیک عمر بود دلیش حامل
کرد جا در حریم قرب الٰہ — کش بُداز جان و ہم ز دل مائل
شد بہ بزم وصال لم یزلی — اجر ارشاد او نشد باطل
گشت باشوق باقی باللہ — شد چو نقش فنا ازو زائل
نقش امکاں ز لوح ہستی شست — پس بہ بزم وجوب شد قابل
تا ز خود رست با خدا پیوست — آن خدا جوے عالم عامل
عین معشوق گشت تا برخاست — انچہ می بود درمیاں حائل
چشم بد دور اے تعالی اللہ — جوہر جاں شد و چکیدۂ دل
بندۂ خاص کبریا امروز — شد بالطاف کبریا نائل
از مجوہر[ع] بجوے سال وفات — سنجر اے مرد زیرک و عاقل
سال تاریخ آں خجستہ خصال — مرا زیں شعر می شود حاصل
مُرد والا گہر نذیر حسین — عالم ما محدث کامل
۸۲۰ — ۵۰۰

۱۳۲۰ھ

قطعہ تاریخ از مولوی جمیل احمد سہسوانی

مولوی سید جمیل احمد سہسوانی
جمیل تخلص کا قطعہ تاریخ

دریغ رحلت شیخ زماں نذیر حسین — کہ جس کی ذات سے روشن تھا نام علم حدیث
کیا زمانے کو علم حدیث سے روشن — زمین پر تھے وہ ماہ تمام علم حدیث
ہزاروں ہند میں گذرے حدیث داں لیکن — انہیں کے حصہ میں تھا فیض عام علم حدیث
جہاں کو مست کیا اتباع سنت کا — پلا کے کیف سے لبریز جام علم حدیث
حدیث پڑھنے کو آتے تھے دور دور سے لوگ — ہزاروں کر گئے آکر تمام علم حدیث
فقیہ و فلسفی و منطقی زمانے کے — ہوے سب ان کی بدولت غلام علم حدیث
انہیں کی ذات سے شہرت تھی اس کو شہر بشہر — انہیں کے دم سے تھی دلّی مقام علم حدیث

[ع] مجوہر سے مراد حروف منقوطہ ہیں۔ ن ذ ی ی ن ش ۱۲

الٰہی ان پہ رہیں تیری رحمتیں نازل
جمیل ورد زباں رات دن ہی یہ تاریخ

ہے اہل شرع میں تا احترام علم حدیث
جہاں سے اُٹھ گیا اچھا امام علم حدیث
۲۰ ۱۳۰۲ھ

سال رحلت کہا یہ تمکیں نے
بجھ گیا اب چراغ دہلی کا
۲۰ ۱۳ھ

قد مات محدث امام علام
۲۰ ۱۳ھ
بود جلیس بخاری و مسلم وبزار
۲۰ ۱۳ھ

انتقال امام و محدث زماں
۲۰ ۱۳ھ
رحلت جناب سید محدث
۲۰ ۱۳ھ

سیدی جناب محمد نذیر حسین
۲۰ ۱۳ھ
موت اس عالم کی ہے عالم کی موت
۲۰ ۱۳ھ

محدث مکمل محقق فقیہ
۲۰ ۱۳ھ
رفت اے وا اسے محدث دہلوی
۲۰ ۱۳ھ

مولوی ادریس سلمہ خلف الصدق مولانا ابوالطیب محمد شمس الحق صاحب نے ایک اُردو مرثیہ پچانوے شعروں کا لکھا ہے جس کا مطلع یہ ہے ؎

کیوں جگر میں ہے درد شدت کا ہے کرشمہ یہ کس کی فرقت کا

باب ہفتم

شعرائے علام کے قصائد، معاصرین علمائے معتبرین
اور شیوخ کی رائیں، اولاد و احفاد، برادران، فدائی

شعرائے علام کے قصائد شیخ کی منقبت میں

آپ کی مدح و منقبت میں بڑے بڑے قصیدے ایسے ایسے علامۂ روزگار بزرگوں نے لکھے ہیں جن کا ایک لفظ مدحیہ بھی دوسرے شخص کے لئے باعثِ فخر و ناز ہو سکتا ہے جیسے شیخ محمد ہاشم سامرودی کا قصیدہ۔ اس کے علاوہ جس قدر قصائد مدحیہ بڑے بڑے عالی شان علماء کے اس وقت میرے پیش نظر ہیں اگر میں اُن سب کو پورا پورا نقل کروں تو وہ ایک دوسری ضخیم کتاب ہو جائے گی

جس کا نام مجموعۃ القصائد رکھنا کچھ بے جا نہ ہوگا اِس لئے ہم صرف انتخاب پر اکتفا کریں گے۔

قاضی طلا محمد خاں کا ذکر

قاضی طلا محمد خاں پشاوری جو بڑے ادیب اور فاضل بے مثل نہایت عالی شان بزرگ احمد شاہ ابدالی کی اولاد میں تھے اور خود وائسرائے کے سکرٹری۔ اُن کے بھائی مولانا عبدالکریم قاضی القضاۃ افغانستان۔ اور اُن کے بھتیجے عبدالقادر شیر علی خان والی کابل کے وزیر تھے اور آپ کے صاحبزادے مولوی محمد اسلم صاحب سلمہ پنجاب میں ڈپٹی کمشنر تھے (یہ عہدہ مماثل ہے بنگال کے کلکٹر کے عہدہ کے) اور اب ڈسٹرکٹ جج اور سیشن جج ہیں۔

مرحوم قاضی طلا محمد خاں نے میاں صاحب کی مدح میں کئی قصیدے عربی اور فارسی میں نہایت ہی سیر لکھے ہیں جس کا انتخاب درج ذیل ہے۔

قاضی طلا محمد خاں کا پہلا قصیدہ

پہلا قصیدہ

قفا بریاض الشعب خیر المنازل	۱	بدمع عزیز فی الصبابات سائل
اعد ذکر لیلیٰ یا سمیری فذکرھا	۲	یدافع عنی فی الغرام بلابل
الا یا نسیم الصبح روحی لارضھا	۳	وقولی سلامی ثم ادی رسائل
رسائل شوق من کئیب متیم	۴	الیٰ شطبۃ ھیفاء ذات خلاخل
سلام کعرف الزھر فی روض بکرۃ	۵	سلام کارواح الحمیٰ فی الاصائل
یحاکی بطیب النشر اخلاق سید	۶	علیم باخبار النبوۃ حامل
کریم جمیل الخلق والخلق مکرم	۷	من النجباء الصالحین الاماثل
عفیف لطیف راحم متعطف	۸	فھیم وسیم کامل ای کامل
مطاع مطیع ماله من مساھم	۹	جلیل جمیل ماله من مماثل
امین قمین للمناقب والثنا	۱۰	نظیر حسین فی کرام الخصائل
حبیب لبیب زاھد ای زاھد	۱۱	شریف حنیف فاضل ای فاضل
ملاذ ملاث صادق القول بارع	۱۲	کریم نجیب العرق حلو الشمائل
تقی نقی ماجد ای ماجد	۱۳	وَرِعٌ سخیٌ طائل ای طائل

اعز الوری علماً و حلماً و عزة	۱۴	و امجد هم اکرم به من حُلاحل
نقیه نبیه او یحییؒ مهذب	۱۵	کریم السجایا عالم ثم عامل
ولی حفی صابر متورع	۱۶	عزیز منیع القول جم الفضائل
لقد حاز فی الدین القویم بعلمه	۱۷	مناقب لا تخفی علی کل عاقل
اذا اختلفوا فی معرض الحق و الخطا	۱۸	تراه مصیباً فاصلا ای فاصل
موید دین الله عوداً و بدءةً	۱۹	من العلماء الراسخین الکواصل
اماط عن الدین المتین مفاسداً	۲۰	وطهّر ارض الله عن کل باطل
له شرف فوق الثریاء رفعة	۲۱	یقصر عنه کل عالٍ و سافل
احاط بفن العلم و الزهد و التقی	۲۲	وفاق بعون الله کل الافاضل
تبارک من اعطاه علماً و سوددا	۲۳	و شرفه بین القروم الفواضل
علیه سلام الله ما حن طائرٌ	۲۴	و جاوب قمریٌّ نشید البلابل

پورا قصیدہ تیس بیتوں کا ہے

دوسرا قصیدہ

دوسرا قصیدہ عربی

ایک سو بارہ ۱۱۲ شعروں کا ہے

یا صاحبی ان دمعی الیوم فی همَرَ	۱	علی الخد و دکصوب العارض المحذر
و فی فوادی نار لا انطفاء لها	۲	و مهجتی من لهیب الوجد فی سُعُر
علی انطماس رسوم الدین اکثرها	۳	ثم اختلاف جموع الناس و الزُّمَر
مراسم البدعات الیوم بادیة	۴	و الدین امسی بلا عون و لا وزر
مقاعد الامن بادت و امحت و فَنَت	۵	طُرًّا فباتت کقفر فاقد الاثر
لله در اصحاب الحدیث فهم	۶	مویدون بعون الله ذی القدر
لله رهط اطاعوا الله خالصة	۷	و لا خطوا دائرة الاکوان بالعبر
ائمةٌ اید الله الکریم بهم	۸	دین النبی بنی الجن و البشر
لولاهمُ ما عرفنا الدین من سَفَهٍ	۹	و ما اصبنا الهدی صفوا بلا کدر
فرحمة الله و الرضوان یتبعها	۱۰	علیهمُ ما بکی وُرق علی سَمُر

ان رُمت فوزاً فخذ واسر وحديث نبي	١١	عن معدن الرشد لاتترك ولا تذر
فمعدن الرشد في هذا الزمان أرى	١٢	هو الهمام امام العصر ذو القدر
محدث العصر داماء العلوم ومهـــ	١٣	ـدى الخلائق في بدو وفي حضر
اعني نذير حسين السيد السند	١٤	العلامة المرتضى من سادة الغرر
وكيف لا وهو من اولاد سيدنا	١٥	المبعوث شافع يوم البؤس والضرر
عون المغيث وشيخي في الحديث به	١٦	تغييب منكرات البدع في العصر
ومستقيم على درس الكتاب كتاب	١٧	الله جل عن الاوهام والفكر
وبعده باحاديث النبي بها	١٨	له الهمام هيام والو له الضجر
والى الرشاد شديد الراي صائبة	١٩	فخر الكرام كريم الاصل والعصر
اذا تكلم في التذكير تحسبه	٢٠	بحرا من العلم ذا جاش وذا زخر
وصادق القول في سر وفي علن	٢١	ومظهر الحق في سهل وفي وعر
فاقت وتيرته طابت سريرته	٢٢	فالعدل سيرته من اكرم السير
وساهر الليل بالقرآن مدّكراً	٢٣	وطاهر الذيل عن سوءٍ وعن نكر
كان من منهل العرش العظيم لنا	٢٤	لسانه لزلال العلم كان قرى
كان اوقاته بالبر عامرة	٢٥	زرع وسيع ببذر الصالحات ذري
اوانه كرياض الدين غادية	٢٦	تحيي القفار بمنهلّ ومنهمر
طوبى له من عليم بارع ثقة	٢٧	بسيرة المصطفى المختار مستتر
طابت خلائقه روحاً وراحة	٢٨	كخالص المسك بالاوراد مختمر
افكاره في قوام الدين صائبة	٢٩	ورايه في المعالي ثاقب شمري
الله كرّمه الله عظّمه	٣٠	الله علّمه لعليم مقتدر
الله هذّبه الله ادّبه	٣١	الله قرّبه بالعز والامر
الله نوّره الله اظهره	٣٢	الله صيّره ذا الجاه والقدر
الله عرّفه الله ازلفه	٣٣	الله شرّفه بالفوز والظفر
الله اكرمه الله افخمه	٣٤	الله قدّمه في الورد والصدر
الله جمّله الله كمّله	٣٥	الله فضّله بالعلم والخبر

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
الله زیّنه الله حسّنه	۳۶	الله بیّنه فی کلّ مزدجر
الله سدّده الله ارشده	۳۷	الله ایّده فی العسر والیسر
یارب یا سیدی یا منتهیٰ املی	۳۸	مالی سواك لکشف الضر والضرر
یارب ارحم علی فقری ومسکنتی	۳۹	هب لی ذنوبی وباعدنی عن السقر
یارب فاغفر خطایا وارحم علیکم	۴۰	عفوت عن مذنب فی الغی مشتغر

تیسرا قصیدہ

تیسرا قصیدہ فارسی

ایک سو انہتّر ۱۶۹ اشعار کا ہے

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
ما اہلِ حدیثیم و دغا را نشناسیم	۱	باب الحیل این فقہا را نشناسیم
بر یاد مئے ناب نہ نوشیم نبیذے	۲	وز بہرِ ربا ہیچ وفا را نشناسیم
داریم باخلاص سرے برخطِ تسلیم	۳	با قولِ نبیؐ چون وچرا را نشناسیم
در ترکِ حدیثِ نبوی با دلِ پرجوش	۴	جہلت نسگالیم و مرا را نشناسیم
از بوئے نبی نافۂ بویاست دلِ ما	۵	مشکِ ختن و عنبر سارا نشناسیم
جائیکہ رسد عنعنۂ تا سیدِ مرسل	۶	ما شقشقۂ این جہلا را نشناسیم
سرگشتہ بمانیم بہ بیراہۂ تقلید	۷	گر بدرقۂ حدّثنا را نشناسیم
داریم نشاطے بہ احادیثِ پیمبر	۸	نیرنگِ قیاسِ فقہا را نشناسیم
ما فرقۂ اسلام بہ توفیقِ الٰہی	۹	جز ہدیِ نبی راہِ ہدیٰ را نشناسیم
صد شکرِ خدا ہست کہ با قولِ نبیؐ ما	۱۰	از جودتِ ایماں لِمَ و لا را نشناسیم
جائے کہ حدیثِ نبوی پردہ کشاید	۱۱	تلفیقِ بیانِ علما را نشناسیم
صاحب برکاتے کہ بغیر از صلواتش	۱۲	ممنونِ اثرِ ہیچ دعا را نشناسیم
ایماں بہ خدا و بہ نبیؐ ہست سیکے گر	۱۳	ویرا نشناسیم خدا را نشناسیم
جز عزّ و علائے شہِ کیہان رسالت	۱۴	ما در دو جہاں عزّ و علا را نشناسیم
جز نور ضیائے مہِ تابانِ نبوت	۱۵	در کون و مکاں نور و ضیا را نشناسیم
جز مجد و بہائے دُرِ عمانِ حقیقت	۱۶	در ہیچ زماں مجد و بہا را نشناسیم
جز مدح و ثنائے گلِ بستانِ کرامت	۱۷	در نطق و بیاں مدح و ثنا را نشناسیم

جز عشق و ولاے شہ اقلیم شفاعت	۱۸	ما با دگراں عشق و ولا را نشناسیم
جز جود و عطاے یم عُمّانِ سخاوت	۱۹	ما ملتمساں جود و عطا را نشناسیم
جز نور و ضیاے گہرِ کان عبادت	۲۰	ما مقتبساں نور و ضیا را نشناسیم
جز حسن و بہاے مہ کنعان ملاحت	۲۱	ما دل شدگاں حسن و بہا را نشناسیم
گر عقل رسا در صفتش دم نزند پس	۲۲	ما حاصل ایں عقل رسا را نشناسیم
ایں فہم و ذکا صرف مدیحش نشود گر	۲۳	ما فائدۂ فہم و ذکا را نشناسیم
ما عین بقائیم باخلاص و محبت	۲۴	آجال ندانیم و فنا را نشناسیم
جز ذکر خدا از پے مرأت دل زار	۲۵	ما صیقلۂ زنگ زدا را نشناسیم
تا مسجد و محراب بما خندہ نور زد	۲۶	بر ممبرِ تزویر بکارا نشناسیم
ما دست فشاں بر غزل عشق نگریم	۲۷	ما وجد و سماع فقرا را نشناسیم
بفروختہ جانیم بداداِر خرد بخش	۲۸	ما بہتر ازیں بیع و شرا را نشناسیم
در کسوت سالوس نجوئیم زر و سیم	۲۹	عمامہ و تسبیح و عصا را نشناسیم
اے اہل ریا چیست کہ با وصف تصنع	۳۰	در روے شما نور و صفا را نشناسیم
ما از پے تسخیر امیرانِ قبا پوش	۳۱	آں خرقۂ صد رنگ و عبا را نشناسیم
در مخدع صبریم بامید شفاعت	۳۲	ما کشمکشِ روز جزا را نشناسیم
در ہجرت و وصل ست شعارم انا لیلیٰ	۳۳	ما فردہ رساں میر صبا را نشناسیم
بر مجتہداں غیر ثنا ہیچ نہ گوئیم	۳۴	در غیب و لقا روی و قفا را نشناسیم
صد شکر کہ در مدحت نعمان قدم ما	۳۵	ثبت ست و دراں زلتِ پا را نشناسیم
آں عالم علامہ کہ در مجتہد انتش	۳۶	از راہ خطا راے و خطا را نشناسیم
از زمرۂ ابرار چو او عادل و منصف	۳۷	در علم یکے از علما را نشناسیم
بر جبہۂ ما فاش بود داغ شقاوت	۳۸	گر آں مہ فرخندہ لقا را نشناسیم
صد شکر کہ ما وقف نذیریم و حسینیم	۳۹	در حضرت او ر وے وریا را نشناسیم
محتاج و فقیریم و لے بہر گدائی	۴۰	درگاہ جلال اُمرا را نشناسیم
کے دیدۂ ما کسب کند نور بصیرت	۴۱	گر صورت ایں مرد خدا را نشناسیم
بے نور بمانیم بہ دیجور خطا گر	۴۲	آں شمع شبستان تقیٰ را نشناسیم

مصرع اول	شمار	مصرع دوم
کے قبلۂ مقصود بود پیش نمازم	۴۳	گر گوہر ایں قبلہ نما را نشناسیم
در علم و عمل عقدۂ دشوار گر افتد	۴۴	جز وے بخدا عقدہ کشا را نشناسیم
کے صورت اخلاص شود جلوہ نما گر	۴۵	ایں آئینۂ صدق و صفا را نشناسیم
القصہ جز ایں سید ذی مرتبہ دیگر	۴۶	ما قدوۂ ارباب نہیٰ را نشناسیم
نور ازلی در نظر ما ست ز درویش	۴۷	زاں ہست کہ ما ایں من و ما را نشناسیم
از بہر نثارش بود ایں گوہر منظوم	۴۸	در خور بجز او ذرِ ثنا را نشناسیم
در مجلس ابرار کجا راہ بیابیم	۴۹	گر قاعدۂ فقر و فنا را نشناسیم
با آنکہ بلا کیف دریں ظلمت ناسوت	۵۰	بے ہیچ خفا نور خدا را نشناسیم
سرگرم شہودیم دریں ساحت لاہوت	۵۱	مرغ ملکوتیم و ہوا را نشناسیم
ما جامہ بر آہنگ غزل چاک نسازیم	۵۲	ما وجد ندانیم و غنا را نشناسیم
از یمن تحدث کہ بجاں ساختہ ما وے	۵۳	جز صدق و صفا مکر و دغا را نشناسیم
اے زمرۂ قدسیہ اصحاب احادیث	۵۴	حیف است اگر قدر شما را نشناسیم
از ساغر تحقیق چناں مست الستیم	۵۵	کز شور بلیٰ ارض و سما را نشناسیم
چوں قول نبی پردہ کشاید بعنایت	۵۶	ما طنطنۂ اہل ہوا را نشناسیم
تاویل نہ پرسیم در اخبار ثبوت	۵۷	ما دندنۂ ایں جہلا را نشناسیم
راہے ست ازیں غم کدہ تا روضۂ رضواں	۵۸	ما غیر نبی راہ نما را نشناسیم
در عہد الست از سر تصدیق بلا ریب	۵۹	ما قبعاں غیر بلیٰ را نشناسیم
پرسند گر از کیش ط۶ فاش بگوئید	۶۰	ما اہل حدیثیم دغا را نشناسیم
۶۱	ہر شعر طرازے کہ مدیح امرا گفت ما بدتر ازو ہیچ گدا را نشناسیم	

چوتھا قصیدہ فارسی

چار سو آٹھ شعروں کا ہے

(حاشیہ: چوتھا قصیدہ)

مصرع اول	شمار	مصرع دوم
عنواں نویس نامۂ لاریب کبریا	۱	بر کن فکاں چو زد رقم از خامۂ قضا
اوّل رقم چو زد بہ شگرفی و طرفگی	۲	حمد خدا ست مطلع دیوان ابتدا

۳ — تابندہ نے ز مطلع تقدیر ہیچ نور / برآسمان قدس بجز نور مصطفیٰ

۴ — زاں پس ثنا و منقبت اہل بیت اوست / منشور افتخار بہ طغرائے انما

۵ — وانگہ مدیح زمرۂ اصحاب فیضیاب / حرفے ست خوش مقول و قولیست خوش ادا

۶ — پستر ز فرقۂ علما تابیان شاں / اہل حدیث را بشمارند بے مرا

۷ — جمعے چہ جمع پیش روان طریق حق / جمعے چہ جمع راہ بران رہ تقے

۸ — جمعے چہ جمع ہمچو فلک مطلع نجوم / جمعے چہ جمع ہمچو ملک آسمان گرا

۹ — جمعے چہ جمع زیب دبستان شرع ودیں / جمعے چہ جمع شمع شبستان اتقا

۱۰ — جمعے چہ جمع جامع اخبار عرش و فرش / جانہا فدا نمودہ برآثار مصطفیٰ

۱۱ — جمعے چہ جمع ماندہ نہ از حرص جانگداز / برخوان منعمان جہاں گوش بر صلا

۱۲ — جمعے چہ جمع خاک در سید البشر / لیکن فراختہ بہ سما پرچم لوا

۱۳ — جمعے چہ جمع حامل علم پیمبری / بے اقتضائے سمعت و بے وصمت ریا

۱۴ — نے ساختہ بہ گریۂ سالوس دیدہ تر / نے کردہ بر بدن زریا پیرہن قبا

۱۵ — نے رائے شاں ز حرص سیہ کار در ظلام / نے چشم شاں ز جہل و غوایات در عمے

۱۶ — نے در خلاب تلوسہ مغمور و خود پرست / نے از شراب سفسطہ سرگرم انتشاع

۱۷ — لا سیما جناب نذیر حسین کوست / امروز در علوم سنن شیخ مقتدا

۱۸ — علامۂ کہ لازم رایش بود صواب / چوں ابر راترشح و چوں برق را سنا

۱۹ — شیخ اجل چراغ اہل صادق العمل / غوث زمیں غیاث زماں پیر باصفا

۲۰ — نور مبین و شیخ مہیں رہنمائے دیں / حبل المتین و مؤتمن شرع مصطفیٰ

۲۱ — حرفش ہمہ درایت و طبعش ہمہ سلیم / نطقش ہمہ ہدایت و فکرش ہمہ رسا

۲۲ — قطب نجات و عین حیات افسر ثقات / والا سمات و مظہر آیات در ذکا

۲۳ — عالی صفات و عین حیات ورہ نجات / مفتاح دین و ملت و مصباح اہتدا

۲۴ — بدر جلی صفی و ولی عترۂ علی / دانائے ہر خفی و جبلی معدن سخا

۲۵ — والا حسب گزیدہ نسب مفخر عرب / عالی ہمم دلیل عجم تاج اصفیا

۲۶ — عالی سریر و ابر مطیر و مہ منیر / روشن ضمیر و حبر کبیر و ستودہ را

۲۷ — چوں او نہ کس بہ وحی خدا واقف رموز / چوں او نہ کس ز روئے سنن کاشف غطا

اندر حسب خلاصهٔ دیوان ممکنات ۲۸ اندر نسب سلالهٔ سلطان انبیا
هم عاطفت عواطف و هم واقف امور ۲۹ هم عارف معارف و هم کاشف خفا
هم مجمع عوائد و هم مرجع کرام ۳۰ هم مطلع محامد و هم منبع عطا
علامهٔ زمانه و شاقول عقل و نقل ۳۱ دیباچهٔ فقاهت و سر لوح اجتبا
برجیس رائے و ماه لقا آفتاب فضل ۳۲ ناهید نور و همسر مریخ در وغا
با فطنت عطارد و با مکنت زحل ۳۳ با رتبت و عالم دیا رفعت سُها
پُر زیب و زین تو شمس هدی نور خافقین ۳۴ آل حسین و قرة علینین مرتضیٰ
آن مرتضیٰ علی ولی نیّر جلی ۳۵ واں خوش خرام ساحت مضمار لافتا
آن حیدر مقدم میدان کارزار ۳۶ والا صفات و صاحب آیات هل اتیٰ
باز آمدم به مدحت ممدوح نامور ۳۷ در هر دو کون عامله الله بالرضا
حبل المتین امام مبیں شیخ راستیں ۳۸ نور یقیں درایت دیں آیت خدا
بحر کرم ولی نعم جامع الحکم ۳۹ فخر امم حمیده شیم کاشف الدجیٰ
هم بوستانِ همت و هم مخزنِ علوم ۴۰ هم آسمان رفعت و هم مامن رضا
خامه گرفت و بزم جهاں گشت مشک بو ۴۱ نامه نوشت و دیدهٔ دل گشت پر ضیا
ذو الفضل والفخامة والمجد والشرف ۴۲ بالعدل والکرامة والفهم والذکا
بر روئے خاک تا بد اگر نور پاک او ۴۳ کوکب بجائے سبزه عیاں گردد از ثریٰ
او در زمین هند بیک گوشه در ولے ۴۴ از صیت اوست لجه دریں گنبد سما
آنجا که علم اوست کجا علم دیگراں ۴۵ خود پیش آفتاب چه پر تو دهد سُها
آنجا که قول اوست نیابد کسے مجال ۴۶ آنجا که حکم اوست ندارد کسے ابا
انوار ذکر او همه خواهان آفریں ۴۷ آثار فکر او همه شایان مرحبا
گر دیده راز خاک درش طوطیا کنند ۴۸ بینند از تجنجل تن صورت قوسے
تعلیمش از کتاب سماوی نه از وراق ۴۹ تفهیمش از حدیث نبی سنے که از مشا
هم آفتاب علمی و هم آفتاب دیں ۵۰ اے آفتاب هر دو ضیائے بکار ما
ارباب علم را بمالِ تو انتساب ۵۱ اصحاب رائے را ز جلال تو انزوا
علم تو سر فرازِ کلام تو عین راز ۵۲ قولِ تو روح بخش و دلیلِ تو دل‌گشا

مصرع اول	شمار	مصرع دوم
چوں یاد محفل تو کنم با کمال شوق	۵۳	چوں ذکر مجلس تو نمائیم بلا امترا
گوید سپہر طال لہ العمر فی الحبور	۵۴	گوید فرشتہ طاب لہ العز والعلا
تو بر سریر علم زدہ تکیہ وز نیاز	۵۵	ما در دعائے متعک اللہ بالبقا
در صدر مدرسہ چو روایت کنی حدیث	۵۶	گوید سپہر راق لک المجد والبہا
ہم ذہن مستقیم تو نقاد ہر خبر	۵۷	ہم فکرتِ سلیم تو صراف ہر نبا
علم تو ہمچو بحر محیط ست بیکراں	۵۸	حلم تو ہمچو کوہ گراں سنگ دیرپا
ہر حکم بے رضائے تو مردود اہل دل	۵۹	ہر نکتہ بے قبول تو ناچیز چوں لفا
موقوف بر قبول تو احکام شرع و دیں	۶۰	چوں بر اصول ہندسہ برہان مدعا
اے مندرج بطبع تو احکام کائنات	۶۱	وے مندرج بہ نطق تو اسرار اولیا
ہم عقل را کمالے و ہم نقل را جمال	۶۲	ہم فقہ را جلالی و ہم دہر را جلا
در فضل آفتابی و در علم کامیاب	۶۳	در بحث باصوابی و در رائے بے خطا
ہم درس را تو جانی و ہم روح را رواں	۶۴	ہر رنج را علاجی و ہر درد را دوا
علم تو روح پرور و حلم تو دل پسند	۶۵	نامِ تو دل پذیر و کلام تو دل ربا
اہلِ حدیث پیشِ تو ہر روز مستفید	۶۶	چوں ماہ پیشِ مہر بدریوزۂ ضیا
عذب البیان و حرز اماں مامنِ جہاں	۶۷	رطب اللسان و فرد زمان کامل الوفا
اے از چراغ فکرت تو علم را شعاع	۶۸	وے از فروغ فکرتِ تو شرع را جلا
تحریر روح بخش تو دلخواہ و دل پذیر	۶۹	تقریر جانفزائے تو دلچسپ و نکتہ زا
ہم فکر بے قرین تو حلال مشکلات	۷۰	ہم عقل پیش بین تو کشاف مدعا
اے سید المسند منم ایں کز مدیح تو	۷۱	افگندہ ام بطاق فلک غلغلِ ثنا
فخرم ہمیں بس ست کہ باشم ز رہط تو	۷۲	اے جد امجدت سرور سالار انبیا
مدح و ثنائے تو نہ حد من بود بہ است	۷۳	کانجام ایں ثنا بہ دعا باید انتہا
ایں مدح نذر محفلِ اصحاب می کنم	۷۴	دانند قدر و منزلتش جمع اصفیا
ورنہ کجا خران و کجا قدر زعفران	۷۵	دانند پایۂ سخن بندہ اذکیا
باشد سزا و درخور و شایستہ بے گماں	۷۶	بہر مسیح مائدہ وز بہر خر گیا
ایں لطف ایزدی ست وگرنہ بحسب عقل	۷۷	ایں بندہ از کجا و ہوائے تو از کجا

فرخندہ ساعتے کہ در آیم بہ ملک ہند	۷۸	در دل کمال شوق و بکف جزوے از ثنا
ہم سینہ را بہ نور رخت کردہ گلستاں	۷۹	ہم دیدہ را ز خاک درت کردہ طوطیا
آیم بپاے بوس تو انگہ بصد نیاز	۸۰	گویم ترا بشوق کہ روحی لک الفدا
سائم بخاکپاے تو سر لیس بذوق و شوق	۸۱	مدحت بطور نظم دہم عرضہ برملا
تا ابر رحمت ازلی قطرہ زن شود	۸۲	بر تارک من از ملک العرش والعلیٰ
یارب بحال زار طلا فیض رحمتے	۸۳	لا تقنطوا دلیل من است اندریں دعا
از جود و لطف خویش کنی نقد من رواں	۸۴	وز عین فضل خویش کنی حاجتم روا

محمد ہاشم سامرودی کا قصیدہ

فاضل جلیل محمد بن ہاشم سامرودی کا قصیدہ عربی میں جو اُن کی مادری زبان ہے

الحمد لله العظیم الشان	۱	مولی الموالی المنعم المنان
الواحد المتوحد الفرد العلی	۲	ذی الکبریاء الماجد الحنان
ثم الصلوٰة مع السلام علی الذی	۳	قد خصه للجن والانسان
بشرافةٍ ونبوةٍ ورسالةٍ	۴	وختامة من معدن العدنان
وعلی الاولی آلوا الیه فطهروا	۵	من سائر الارجاس والادران
وعلی من اصطحبوه فی احواله	۶	فرضوا علی المولیٰ مع الایمان
حتی انقضی آجالهم فلاجل ذا	۷	فازوا بما حازوا من الرضوان
وعلی من اتبعوا طریق المصطفیٰ	۸	وکتاب مولی الکل بالاحسان
ثم لیصل مکتوب عبد هاشم	۹	نظما الی ذی الفضل والاتقان
السید العلامة السند التقی	۱۰	شیخ المشائخ مقتدی الاعیان
من الحق الاحفاد بالاجداد من	۱۱	تقلیله الاسناد فی الحسبان
اعنی نذیر حسین متبع الهدیٰ	۱۲	بتتبع یکفی به التقلان
لما نزلتم فی القفول بمبئی	۱۳	عن حج بیت الله ذی الارکان

وزیارة المسجد النبوی مع	۱۴	قبر لبانی بدیع ذا البنیان
اذ روضة ما بین منبرہ الیٰ	۱۵	قبر له ذا من ریاض جنان
و سکنتم اسبوعاً قبالة مسجد	۱۶	ینمی لنواب عساکر البانی
فی الجانب الشرقی منه بمنزل	۱۷	من بین اطباق له فی الثانی
صاحبتکم وقد استجزت اجازة	۱۸	منکم لقرب وسائط الاقران
فاجزتمونی بالعموم بقولکم	۱۹	فکذاك ارجوها بفعل بنان
مکتوبة طرق الاسانید التی	۲۰	وصلت الیکم من هداة زمان
لا تیتموهم فی بلاد هند او	۲۱	فی غیرها من سائر البلدان
فاذا هما اجتمعا یؤکد امرها	۲۲	تحریرها تقریرها بلسان
فتفضلوا باجازة مکتوبة	۲۳	بعمومها المقرون بالتبیان
نروی بها کتب الحدیث باسرها	۲۴	والفقه والتفسیر للقرآن
لیس المراد بذا العموم حقیقة	۲۵	لکن بنسبة ما لکم فی الآن
اذ لا یکلف واحد ما لیس فی	۲۶	وُسْعٍ له بتکلف الاتیان
ولقد حصلت اجازة مکتوبة	۲۷	بطریقکم لکن بوسط فلان
فارید باستکتابها من عندکم	۲۸	رفع الفلان الواسط الربانی
فالله یغفر ما جنته جوارحی	۲۹	بطشت یدای مشت له الرجلان
اوکلمت شفتای اوان آنست	۳۰	عینای او اصغت له الاذنان
او مال قلبی نحوہ متقلبا	۳۱	او جن جن جنون ذاك جنان
ارجو من الله الکریم لکم ولی	۳۲	ولسائر الاخوات والاخوان
حسن الختام علی اتباع نبیه	۳۳	وصفیه وکتابه الفرقان

نمقه العبد الغاشم ابوعلی محمد بن هاشم الساموردی کان الله له

قصیدہ فاضل ادیب مولوی حافظ ابوالصمصام محمد عبدالرحمٰن بقا غازی پوری کا عربی میں

ظعنت سلیمی فالسرور قبیح	۱	والعین تذرف والفؤاد جریح

صدر	نمبر	عجز
الصبر في يوم الفراق محرم	۲	اوما ترى ورق الاراك تنوح
تسعى لعواذل في سلو صبابتي	۳	اوما علمن بانني لجموح
سأموت تبريحا وما مرعاشق	۴	الا ويفنى بالجوى ويطوح
العشق امر لو ابوح بسره	۵	تالله لم يك في الدنا مريح
لا عيب فيها غير ان فوادها	۶	اذ قيل جودي بالوصال شحيح
هي شادن احوى وان غذاءها	۷	قلب المشوق المبتلى لا الشيح
شمس بها شمس السماء فضيحة	۸	مسك اذا مرت عليك تفوح
وعيونها من وحش وجرة مطفل	۹	ولها ترائب كالصباح تلوح
في حبها قد جبت قفرا مورة	۱۰	في ارحل الخزيت فيه بذوح
ما جاء مقو فيه قبلي واحد	۱۱	لغوي الذياب به ولي تسبيح
يا ويلتي ما فزت قط بمقصدي	۱۲	بل مسني من قطعه البريح
لم يسمح الزمن المعاند بالذي	۱۳	اغدو له متأسفا واروح
فالآن يا نفسي اشغلي بثناء من	۱۴	ذكراه للقلب الحزين مريح
هو ملجأ الفضلاء في الدهلي من	۱۵	لب الفتى بكماله ممنوح
هو خير ارباب النهى في عصرنا	۱۶	هو عارف ومحدث ونصيح
شيخ شريف سيد ذو عزة	۱۷	سيف الاله وبابه المفتوح
روحي بذكر خلاله مسرورة	۱۸	شعري بوصف جلاله ممدوح
في نشر علم الدين يصرف عمره	۱۹	ولقلبه للصالحات جنوح
هذا نذير حسين سيدنا الذي	۲۰	قلب الموحد في هواه ذبيح
تاج الثقات وان كل حديثه	۲۱	حق حقيق بالقبول صريح
ببيانه الشافي الرفيع بلاغة	۲۲	لمسائل الدين القويم وضوح
قد عمت الآفاق شهرة فضله	۲۳	هو كالقرنفل في الهواء يفوح
واذا تكلم في مسائل صعبة	۲۴	بهت العقول وكلها مشروح
لا تجسر العلماء تنطق عنده	۲۵	في مبحث وكفى به سبوح
غنم لنا في ذا الزمان وجوده	۲۶	علم الحديث له به التوشيح

الله بارك فی مدام علومه	۲۷	يسقى الجميع وفى الزمان طفوح
الله فضله وعظم قدره	۲۸	حتى بدى لكا شحين كلوح
هذا العدوله دنی سود اثم	۲۹	جرح تراه لا يزال يقيح
كم من رجال فائزون بجاجهم	۳۰	لفيوضه وبه الضلال يزيح
لهوالحرى بما نظمت منقحا	۳۱	وانا اللسان وما هو الممدوح
لازال محسودا وطال بقاءه	۳۲	فالعلم جسم وهو فيه روح
ثم الصلوٰة على النبى وآله	۳۳	ما دار افلاك واشرق يوح
جلب سرودلنا كلامك يا لقا	۳۴	ان اللسان اذا نطقت فصيح

قصیدہ فاضل ادیب مولوی
علی نعمت صاحب پھلواروی کا عربی میں

قصیدہ عربی مولوی علی نعمت صاحب

الحب لا يستطيع الصب يكتمه	۱	حل الغرام به ودمعه دمه
وقلبه حزن والعين باكية	۲	تفيض فى الخد هتانا وتسجمه
وان يكن صامتاً وليس نظهره	۳	فحاله كل ما يخفى يترجمه
اضناه سقماً فما ابقى سوى رمق	۴	منه فراق الحبيب وهو يظلمه
ما زال يبعده عنه ويهجره	۵	فلا يقربه وليس يرحمه
اضحى بذالك كليماً هائماً قلقاً	۶	وان موسى لبعاد ظل يكلمه
وعيشه بات مرا فى الهوا فقدا	۷	نهاره مثل ليل جن مظلمه
ممس دخوف النهار دام سيهره	۸	ومصبح وسهاد الليل يسقمه
الوحش اصحابه والقفر مربعه	۹	والدمع مونسه والهم محرمه
الهجر يرهقه والشوق يزهقه	۱۰	والحزن يقلقه والغم يزحمه
مه لا قلمه فلم تنظر بناظرة	۱۱	ولا شعرت بما ذا فيه يعلمه
ولم تزق ما يعانى من شدائده	۱۲	فكيف تعذله جهلا وترغمه
فاسمح كريما ودعه لى اسامحه	۱۳	مديح من لم يخب من ذاك مزمه
لعله يستريح من بلابله التى	۱۴	اذابت حشاه وهى تولمه

وهو ملاذ الورى شيخي و مستندي	۱۵	الالمعي عظيم الفضل اعظمه
السيد المقتدى ممهد الكرم	۱۶	كهف الايتيم اعز الكون اكرمه
فرد الجلال فريد العصر اوحده	۱۷	فرد الوجود ابر القلب اسلمه
مستغرق الشرف العريض مصدره	۱۸	مستجمع الخلق الاصفى متممه
كنز التقى ثم ورع الاتقياء له	۱۹	فمنتهى حسنه فيه واقومه
اعلى العلى فى العلا قدرا وانعمهم	۲۰	مجدا وقد طاب مرقاه ومسلمه
اذا سئلت الكرام عن معظمهم	۲۱	فمن يجيبك عن هذا يقدمه
واضرب له مثلا ان كنت قائله	۲۲	شمس الافق العلا والناس انجمه
نهامة ناقد المنقول متقنه	۲۳	علامة جامع المعقول محكمه
العلم يالفه والجهل يبغضه	۲۴	فالجهل مغرمه والعلم مغنمه
يرى له كل شىء ما حقيقة	۲۵	فالحق يعلمه الحق ويلهمه
عاش نذير الاهل البدع قاطبة	۲۶	وكل ما احد توالى الدين يعدمه
لم يبق للبدع عونا يطمئن به	۲۷	فاليوم يندبه بالويل مأتمه
وان حبذا الضلال كلما ومتى	۲۸	قام ينازعه فى الحق يهزمه
وبينهم يظهر الدين وينصره	۲۹	والنصر فى حزب اهل الغى يجزمه
ارسى قواعده اعلى معالمه	۳۰	حينا عفت بيد الاهواء ارسمه
كم من مسالكه الصعاب حل بها	۳۱	ولم يخف فيه خطبا مرمطعمه
جاءت به ملة التوحيد ظاهرة	۳۲	والرشد يصمى لثغور الشرك اسهمه
فالارض تبهج من نور الهدى وبه	۳۳	زال الضلال قد اضاء غيهمه
وها الاطوى اذن سجل مدحته	۳۴	وبالدعاء له بالخير اختمه
واسمى على وارجو الله رحمة	۳۵	وعفوه يوم لا يغنى تندمه

ايضاً

وله القصيدة الثانية فى مدحه

اسقى على طلل درس معالمه	۱	من هاجرت هنداته وفواطمه
طوراً احن وتارة ابكى اذا	۲	تبكى لهن بذى الاراك حمائمه

قد زال عقلی فی الهوی حتی بدا	۳	ما کنت اخفیه وکنت اکاتمه
یا عاذلی رفقا بصب ھائم	۴	ومدنف قد اسقمته لوائمه
فانا الذی لعب الفراق بقلبه	۵	قد قطعته بیضه وصوارمه
ولیس ما یسلیه عن بلبالهٖ	۶	الا مدیح الشیخ وھو یلائمه
اعنی نذیر الخلق ذو العزم الذی	۷	قد بجلته عربه واعاجمه
شمس النجابة من ذوابة ھاشم	۸	وکریم بیت انجبته کرائمه
وھو الذی نال العلا ولفضله	۹	خضع الکمال وظللته غمائمه
الرشد فی خضر الریاض لبیعه	۱۰	ازھاره تذکی وتضحک باسمه
والغی خرق ستره فتبلجت	۱۱	ظلماته وظلامه ومظالمه
واضاء مصباح الھدی بضیائه	۱۲	فالدین احکم واستقمن قوائمه
وبه استنار الحق بعد افوله	۱۳	فبدت مطالعه واشرق ناجمه
والعلم قد احیاه حین دروسه	۱۴	طوبی له فیه ارتفعن مراسمه
الجود ناسبه فذالک لزیمه	۱۵	والخیر جاوره فذالک ینادمه
ودثاره تقوی الاله ودرعه	۱۶	توحیده والصالحات عمائمه
یا ھی بوطئته وصید حریمه	۱۷	بزاد ما سحه الغفار ولائمه
عین تفیض زلال کل سعادة	۱۸	بحر تموج بالھدی متلاطمه
لا یستتم مدیحه وما یفی	۱۹	ما قال ناثره علیه وناظمه
وانما یرجو بذالک علیه	۲۰	ان تنمحی یوم المعاد جرائمه

قصیدہ عربی مولوی عبدالجبار صاحب

قصیدہ فاضل ادیب
مولوی عبدالجبار عمرپوری

ان الثناء علی رفیع الشان	۱	نور الانام ومفخر دوران
مصباح اتقان وضوء کرامته	۲	شمس العلوم ومرکز العرفان
بدر لافق الفیض نجم للھدی	۳	قمر تنور لیلة الایقان
لمع لاسلام ضیاء للھدی	۴	در لصدق لؤلؤ الایمان

الشطر الأول	۔	الشطر الثاني
مرجان فهم جوهر لفطانة	۵	ثمر لدوح الفقه والاحسان
تاج لراس المجد ملك للعلی	۶	یاقوت حلو مخزن الاذعان
هاد لارباب النهی طرق الهدی	۷	معلی کلام الحق بالبرهان
نهر تبجس من ینابیع الهدی	۸	یروی ویشفی غلة العطشان
اعنی نذیر حسین تاج سراتنا	۹	استاذنا وشریفنا ذا الشان
هو سید ذو عزة وجلالة	۱۰	ومحدث ومفسر القرآن
هو فاضل متوقد افکاره	۱۱	علامة فهامة ذو الشان
سکینه نحر الضلالة والهوی	۱۲	صمصامه افنی ذوی الطغیان
جمع العلوم بقضها وقضیضها	۱۳	فیضانه قد عم فی البلدان
غرس الحدائق للعلوم فاینعت	۱۴	زهر الهدی وفواکه الایمان
تذکیره غیث لجدب ضلالة	۱۵	تفهیمه یروی صدی الظمآن
فاق الاکابر فی التبحر والتقی	۱۶	ما مثله فی هذه الازمان
قد ساق عیس العلم فی مضماره	۱۷	فی کل علم سابق الاقران
لیث باجام العلوم جمیعها	۱۸	اسد بوادی الفهم والبنیان
سیف لعنق الکفر رمح للهوی	۱۹	سهم لقلب الشرك والطغیان
رکن لقصر شریعة نبویة	۲۰	سقف لدار الفیض والاحسان
اجری علوم الدین بعد عفائها	۲۱	ومحی رسوم البدع والکفران
احیی طریق الحق بعد مماته	۲۲	ووجوده من آیة الرحمن
هذا الزمان تراه مفتخرا به	۲۳	یثنی علیه اکابر البلدان
اکرم به من عالم متبحر	۲۴	متفطن لغوامض القرآن
احسن به من فائق اقرانه	۲۵	ما ندّه فی عالم الامکان
من مثله فی رفع اعلام الهدی	۲۶	من شبهه فی هذه الازمان
کل اللسان عن الثناء ووصفه	۲۷	لا تنتهی الاوصاف بالتبیان
ادعو له خلاقنا ورحیمنا	۲۸	بخلوص قلب راسخ الایمان
ربی اطیلن عمره وحیاته	۲۹	وادمه بالتذکیر والاحسان

ما زال من ينبوعه وبجوره	۳۰	ری الدوام لغلة اللهثان
هذا دعائی فاستجب یا ربنا	۳۱	وتوفنی حقا علی الایمان

مولوی عبد الغفور

مرحوم کا قصیدہ

مولوی عبد الغفور مرحوم نیّر تخلص بن حاجی شیخ الٰہی بخش دانا پوری کا

عربی قصیدہ ساٹھ شعروں کا

بانت سعاد ونار الجزع یوریـنا	۱	ولوعته البین تشوینا وتصلینا
فهیأت لوداع الصب همشتة	۲	وکل ناس قیام فی حوالینا
قامت تودعنی والهجر یمنعها	۳	وقمت عانقتها والحزن یبکینا
تقول صبرا جمیلا لا تمت اسفا	۴	اعطاك ربی غداة البین تسکینا
فیا لها ترکتنی هائما قلقا	۵	وودعتنی وداعا لا تبالینا
القلب ملتهب والعین ذارفة	۶	وشب نار الهوی والدمع یروینا
کیف الوصول الی سلمی ومربعها	۷	شتان بینی وبین ارض یلقینا
بلغ سلامی ایا ریح الصبا کرمًا	۸	دار الکرامة دهلی فیه هادینا
ذاك الامام الذی جلت محاسنه	۹	قد ارسل الله نورا ساطعا فینا
حبر ادیب کریم عارف فطن	۱۰	محدث فاز میراث النبینا
بحر العلوم سماء الفضل مقتدا	۱۱	حبر الزمان رفیع الشان هادینا
حاز الفضائل بادیها وقاصیها	۱۲	فاز المحاسن اعزازا وتمکینا
نذیرنا عمدة السادات مولانا	۱۳	حسین من آل زهرا سید فینا
تنور الهند من انوار برکته	۱۴	به تزینت الدهلی تزیینا
یاتونه شتتا من کل ناحیته	۱۵	اهل الحجاز واهل الشرق والعینا
ما ان رایت فقیها ماهرا فطنا	۱۶	محدثا مثله حاز البراهینا
لولاه فی الهند ضلوا اهله شتتا	۱۷	وما عرفنا کتاب الله والدینا
سواه فی الهند لیس الیوم معتمد	۱۸	وما روا ه سواه لیس یشفینا
عفا عن الدهر آثار الهوی ومحی	۱۹	رسوم بدع من الدنیا لیهدینا
ادامه الله حیا نستفید به	۲۰	ویرحم الله عبدا قال آمینا

اُردو قصیدہ مولوی عبد الغفور داناپوری کا

دوسرا قصیدہ اُردو میں ہی چھیالیس بیتوں کا

مصرع اول	نمبر	مصرع ثانی
بشرالحمد کہ طالع ہوئی فرخندہ سحر	۱	اب اُٹھایا شب تقلید نے اپنا بستر
مٹ گیا صفحۂ دنیا سے نشانِ تقلید	۲	ہوگئے دفتر آرا و قیاسات ابتر

مطلع دوم

مصرع اول	نمبر	مصرع ثانی
کیسی عالی تیری سرکار ہے اے پاک سیر	۳	آستاں پر تیرے سرکش بھی جھکا دیتے ہیں سر
علما فخر سمجھتے ہیں تیری شاگردی	۴	آرزو رکھتے ہیں خدمت کی تیری اہل ہنر
فخر دیں فخر جہاں فخر عرب فخر عجم	۵	آج کل دہر میں کوئی نہیں تیرا ہمسر
مصدر فیض و کرم مورد الطاف اتم	۶	وارث علم نبی بحر شریعت کا گہر
اک زمانے سے جہالت میں گرفتار تھی خلق	۷	دین حق آج تیری ذات سے پھیلا گھر گھر
خس و خاشاک ضلالت سے کیا دین کو صاف	۸	ہند میں تیری کرامت نے دکھایا یہ اثر
ہم غریبوں کو ہوا تجھ سے یہ ایمان نصیب	۹	جانتے ہی نہ تھے پہلے سنن پیغمبر
ہند میں تجھ سے ہوئی رونق علم سنت	۱۰	لشکر ملت اسلام کا تو ہے افسر
قید تقلید سے چھوٹے ہیں بدولت تیری	۱۱	ورنہ اس دام میں ہم مرہی چکے تھے پھنس کر
کیوں نہ دربار تیرا مرجع اہل حق ہو	۱۲	ہے فقط درس احادیث نبی شام و سحر
جمع ہیں نام میں تیرے جو نذیر اور حسین	۱۳	دونوں لفظوں نے اثر اپنا دکھایا ملکر
ہو تیری عمر دراز اور ہمیشہ رہے فیض	۱۴	ہے یہی شام و سحر حق سے دعا نیر

مولوی یوسف حسین صابری کا فارسی قصیدہ

فارسی قصیدہ قاضی ابو اسمٰعیل یوسف حسین صابری کا

چالیس شعروں کا

مصرع اول	نمبر	مصرع ثانی
خرابۂ دل تقلیدیاں نشد معمور	۱	کہ نیست ہدی نبی را بر آں خرابہ عبور
زمانۂ بگذشت اندریں خیال غلط	۲	کہ در چہار مذاہب شدست دیں محصور
یکایک آمدہ ابر مطیر دین ہدے	۳	چناں کہ احمد امی درون شہر مزور
زدود ز آئینہ ہائے نصوص زنگ قیاس	۴	جدا نمود بہ معیار حق کمال و فتور

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
کرامتے ست کہ تبدیل ماہیات نمود	۵	مجال عقل شدہ پیش سعی او مجبور
زجہد او شدہ پیدا ثبوت حق حقیق	۶	زفیض او شدہ دلہائے مخلصاں مسرور
عساکر سنن مصطفےٰ بہمرہیش	۷	شدند در حق تقلیدیاں چو باد دبور
چو سینہ اش ز ہدے بود بحر ذخارے	۸	زبا فگند جدل را کینہا و قصور
زغوب تا بمشارق وراست صیت بلند	۹	دل منور او کردہ شرک را مقہور
نماند بدعت و تقلید راپتہ گاہے	۱۰	مگر در افسردہ راندگاں اہل قبور
ز دودمان نبوت چو اوست نجبۂ دہر	۱۱	بگو حسینؓ دگر بارہ کردہ است ظہور
ولے تناسخ ارواح نیست مذہب ما	۱۲	ازیں سبب زچنیں معتقد شدم معذور
ولے نظیر حسین است بالیقیں حقا	۱۳	کہ نیست ز اہل عقول سلیم ایں مستور
امام اہل قرآن وحدیث وفقہ وکلام	۱۴	خطا چو شرق زمغرب زفکرت او دور

مولوی محمد عبدالرحمٰن سلمہ کا اُردو قصیدہ

اُردو قصیدہ حافظ مولوی محمد عبدالرحمٰن سلمہ اللہ تعالیٰ

بقا تخلص غازی پوری کا بتیس شعروں کا

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
بغل میں دل ہے کہ جام شراب روحانی	۱	چھلکتے ہی جو کھلے راز ہائے پنہانی
جمال شاہد بزم ازل ہے عکس افگن	۲	برنگ آئینہ سرتا پا ہوں نورانی
فروغ بخش نظر ہے جو نور جلوۂ ناز	۳	نہیں ہے آرزوئے سرمۂ صفاہانی
سناؤں معنی بی یسمع وبی یبصر	۴	کہ سننے والوں نے طرز سخن نہ پہچانی
اُٹھاؤں پردۂ راز فراستہ المومن	۵	کہ ہو ترقی نور نگاہ ایمانی

مطلع دوم

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
وہ قطرہ ہوں جو ہو سرگرم لاف عمانی	۶	وہ مور ہوں جو کرے دعوی سلیمانی
بقا ہوں پر نہیں نام ونشاں میرا باقی	۷	برنگ ہستی موہوم عالم فانی
میں سب کے دل میں ہوں پنہاں ہوں گو کہ آنکھوں سے	۸	برنگ یاد عسلیم علوم یزدانی
جناب سید عالی نسب نذیر حسین	۹	چراغ انجمن عالمان ربانی
در مخازن اسرار علم مصطفوی	۱۰	کلید باب رموز لطیف قرآنی

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
ہمیشہ کعبۂ تسلیم میں وہ سجدہ گزار	۱۱	کہ ماہ نور دو ہفتہ ہے داغ پیشانی
وہ خضر راہِ ہدایت کہ ہے نگہ جس کی	۱۲	پناہ لطمۂ امواج بحر طغیانی
فروغ علم و یقین و ہدا ہے سرتاپا	۱۳	ہے اُس کی خاک قدم سرمۂ صفاہانی
ہے جن کو شوق عروجِ معارج تحقیق	۱۴	ہمیشہ کرتے ہیں وہ اُس کے در کی دربانی
صحاح ستہ کہ ہے شش جہت میں جس کا شور	۱۵	ہزاروں لاکھوں کو سمجھا چکا بہ آسانی
مٹا کے ظلمتِ بدعات و شرک و فسق و فجور	۱۶	کیا جہان کو مہر یقین سے نورانی
اگرچہ ذکر ہے ہردم کتاب و سنت کا	۱۷	ہے پھر بھی واقف اسرار علم یونانی
کبھی ہے بحر علوم ریاضی و طبعی	۱۸	کبھی محیط نکات و رموز فرقانی
خدا جزا دے تجھے اے محدثِ اعظم	۱۹	رہے تو مورد الطاف خاص رحمانی
دیا حدیث کو اس دہر پرفتن میں رواج	۲۰	مٹائی ظلمتِ شرک و نفاق شیطانی
ہوئیں حدیثیں رسولِ کریم کی غالب	۲۱	عدو جو تھے انہیں حاصل ہوئی پشیمانی
دعا پر اب میں قصیدہ تمام کرتا ہوں	۲۲	ہے وقت تنگ نہیں فرصتِ سخن رانی
ہمیشہ سایۂ فضلِ خدا رہے تجھ پر	۲۳	اِدھر لقا کو مبارک تیری ثنا خوانی

مولوی ابوالخیر محمد ضمیر الحق سلمہ آروی متخلص بہ قیس کا

اُردو قصیدہ چالیس بیتوں کا

مولوی ضمیر الحق سلمہ کا اُردو قصیدہ

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
ہیں سخن میں نکہتِ گل کی طرح پوشیدہ ہم	۱	شاعر عالی دماغ و خوش بیاں رنگیں رقم
کاملِ علم سخن ہیں شاعرِ یکتائے عصر	۲	موجبِ بابِ فصاحت نازشِ اہلِ عجم
گرمئ فکر رسا سے ہے عرق ریزی طبع	۳	جوش مضموں سے بنا خامہ میرا ابرِ کرم
ہیں نسیم سنت احمد کے جھونکے موج خیز	۴	نغمہ زن ہیں عندلیبِ گلشنِ شاہِ امم

مطلع دوم

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
آج میں لکھتا ہوں مدح نائبِ شاہِ امم	۵	چشمۂ خورشید سے دھولے زباں تو اے قلم
اے سخن وقتِ ادب ہے دیکھ گستاخی نہ ہو	۶	اے قلم میری طرح سے تو بھی کر گردن کو خم
دیکھ اُستادِ جہاں آیا ہے وقتِ امتحاں	۷	ہاں مدد کرنا کہ ہو آساں یہ کارِ اہم

جس کے فیضِ علم سے سارا جہاں پرنور ہے	۸	اُس کے وصفِ پاک میں کرتا ہوں میں بھی کچھ رقم
شیخنا اُستاذنا اُستاد اُستادِ زماں	۹	وارثِ علم نبی و حاجیِ بیت الحرم
شد محمد اسم پاک او ملقب با نذیر	۱۰	بل بہ ترکیب حسین لے سامعانِ ذی ہمم
عالمانِ دہر کو ہے فخر اُس کے نام سے	۱۱	ساکنانِ ہند میں سب اُس کے ممنونِ کرم
اُس کے رعبِ علم سے نام و نشاں تقلید کا	۱۲	ہوگیا اِس صفحۂ دنیا سے کافور ایک دم
خالقِ اکبر نے کی یہ عزت افزائی تیری	۱۳	دشمن سرکش بھی آتے ہیں کئے گردن کو خم
ہیں صحاح ستہ ہرس ـــــ ت تیرے وردِ زباں	۱۴	بانی بانی ہو رہے ہیں سب مقاماتِ اہم

معاصرین علماء معتبرین اور شیوخ کی رائیں

میاں صاحب کے ہم عصر علماء معتبرین تین قسموں میں منقسم تھے

(۱) وہ لوگ جو کہ آپ سے کسی قدر سن میں بڑے یا آپ کے ہم عمر یا کچھ چھوٹے تھے اور اُن کے اور آپ کے درمیان اُستادی شاگردی کا واسطہ نہ تھا جیسے مولانا شاہ فضل رحمٰن[عہ] قدس سرہ گنج مراد آبادی، مولانا شیخ محمد تھانوی، مولانا علی احمد نزیل ٹونک، مولانا بشیر الدین قنوجی جن کی ولادت سنہ ۱۲۳۳ھ میں ہوئی تھی یہ بزرگ بھوپال میں قاضی القضاۃ تھے اور نواب صدیق حسن خان مرحوم کے اُستاذ الاستاذ، مولانا شیخ احمد شرقی، شیخ عبداللہ بن ادریس السنوسی الحسینی، شیخ احمد بن احمد بن علی التونسی المغربی، شیخ ابو علی محمد بن ہاشم سامرودی، مولانا سخاوت علی جونپوری، مولوی احمد علی سہارنپوری، شیخ حسین بن محسن الانصاری یمنی، نواب مرحوم کے اُستاذ الحدیث۔

(۲) وہ لوگ جو کہ عمر میں تو میاں صاحب کے تلامذہ قبل غدر سے بھی بہت چھوٹے تھے مگر خاندان اُن کا پشت ہا پشت سے علوم درسیہ متداولہ کی تدریس اور تحریر شروح و حواشی کتب درسیہ میں ممتاز اور مشہور تھا۔ جیسے مولوی ابو الحسنات محمد عبد الحی مرحوم لکھنوی۔ میاں صاحب سے اِن کو نسبت تلمذ نہ تھی مگر آپ

عہ یہ نام تاریخی ہے جس سے سنہ ۱۲۰۸ھ نکلتے ہیں اور وہی سنہ ولادت آپ کا ہے اس حساب سے آپ گیارہ برس عمر میں میاں صاحب سے بڑے تھے ۱۲

اُن کو عزیزانہ نگاہ سے دیکھتے دعا دیتے اور فرماتے "یہ لڑکا بحر العلوم کے خاندان میں آفتاب ہے" اور مولانا مرحوم بھی آپ کی تعظیم بزرگانہ کرتے علی ہذا القیاس مولوی نواب صدیق حسن خان مرحوم جو صاحب تالیف کثیرہ تھے مگر قاضی بشیر الدین مرحوم کے تلمیذ کے تلمیذ اور خود قاضی صاحب مرحوم سے **میاں صاحب** چودہ پندرہ برس بڑے تھے۔

(۳) **میاں صاحب** کے تلامذہ کا سواد اعظم۔ جو سارے ہندوستان میں پھیلا ہوا اور دوسرے ممالک اسلامیہ میں بھی موجود ہے اِس سواد اعظم کے اکثر نامی گرامی حضرات کو بیشتر علماء معاصرین پر ترجیح حاصل ہے مگر بسبب اِس کے کہ وہ لوگ اِس شعر کے تحت میں داخل ہیں ؎

حلقۂ پیر مغانیم ز ازل در گوش ست	ماہمانیم کہ بودیم و ہماں خواہد بود

اِس لئے اِن حضرات کی رایوں کو اپنی جگہ پر چھوڑتے ہیں الا ماشاء اللہ ان میں سے بعض ایسے چیدہ اور برگزیدہ بزرگوار کی تحریر کا حوالہ دیں گے جنہوں نے **میاں صاحب** سے صرف حدیث پڑھی تھی اور وہ بجائے خود مرجع خلایق اور مسلم الثبوت عالم یا درویش تھے اور موجود ہیں رحمہم اللہ تعالے وابقاہم۔ جیسے مولانا عبداللہ غزنوی قدس سرہٗ، حافظ مولانا عبداللہ مدظلہ غازی پوری الملقب بہ اُستاذ الاساتذہ وغیرہ لبعض اخص الثقات۔

طبقہ اوّل

مولانا شاہ فضل رحمٰن قدس سرہٗ

مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادی قدس سرہٗ جو کہ شاگرد تھے جناب حضرت مولانا شاہ محمد اسحٰق دہلوی کے اور خلیفہ تھے حضرت شاہ محمد آفاق قدس سرہما کے مولوی قاضی حکیم مظفر احمد لکھتے ہیں کہ ۱۳۰۹ھ میں۔ میں لکھنؤ سے گنج مراد آباد آیا اور حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن علیہ الرحمۃ کی جناب میں حاضر ہوا عند التذکرہ **میاں صاحب** کا ذکر آگیا تو فرمانے لگے کہ "وہ پکے اہل حدیث ہیں" اور بہت کچھ کلمۃ الخیر آپ کی شان میں فرماتے رہے۔

خاکسار راقم کہتا ہے کہ مولوی سید عبدالودود مرحوم جو نہایت متقی صالح اور

ثقہ آدمی تھے اور مولانا شاہ فضل رحمٰن قدس سرہ گنج مراد آبادی کے مرید باختصاص سال میں کئی بار مولانا کے شرف صحبت وزیارت کے لئے گنج مراد آباد جاتے ایک مرتبہ وہاں سے واپس آتے ہوے مظفر پور میں میری ملاقات کے لئے ٹھیر گئے اور ضمن بیان واقعات سفر میں کہنے لگے کہ حضرت ترمذی شریف پڑھاتے تھے کسی موقع پر **میاں صاحب** کا ذکر آگیا تو فرمانے لگے کہ " مولوی نذیر حسین کو چاہے کوئی کچھ کہے مگر حدیث رسول اللہ صلعم کا فیض جیسا کہ اُن کی ذات سے جاری ہے کسی سے بھی نہ ہوا "

مولانا شیخ محمد تھانوی

مولانا شیخ محمد تھانوی جو کہ شاگرد ہیں حضرت مولانا شاہ محمد اسحٰق قدس سرہٗ کے اپنے ایک خط (جس کی نقل بعینہ حاشیہ صفحہ ۳۳ و ۳۴ میں گذر چکی ہے) میں لکھتے ہیں " و توجہ خاطر اقدس حضرت مولانا محمد اسحٰق قدس سرہٗ جانب جناب مولوی نذیر حسین صاحب ازبس بودہ است " دوسری جگہ اسی خط میں لکھتے ہیں " ہر قدر کہ نوآموزان براں نازمی کنند زیادہ ازاں مولوی صاحب موصوف در ذخیرہ خویش نہادہ فراموش کردہ باشند " پھر تیسری جگہ اسی خط میں لکھتے ہیں " لعبتہ من دہلی امروز از ہماں کس عبارت ست دعاے سلامتی اوشاں ضرور است دہلی دو چشم می داشت جناب مولانا قطب الدین صاحب مرحوم و جناب موصوف بالفعل یک چشم ماندہ است کہ آن عبارت از جناب مولوی نذیر حسین صاحب است فقط راقم احقر العباد شیخ محمد فاروقی تھانوی عفی عنہ ۱۲۹۲ھ "

مولانا علی احمد

مولانا علی احمد جو شاگرد ہیں مولانا شاہ محمد اسحٰق قدس سرہٗ کے اور آٹھ برس تحصیل علوم کے لئے دہلی میں رہے اپنے ایک خط اور ایک اعلان محررہ پانزدہم ربیع الاول ۱۲۹۳ھ (جس کی نقل بعینہ حاشیہ صفحہ ۴۶ و ۴۷ میں گذر چکی) لکھتے ہیں " مولوی صاحب مستجمع محامد و حماید معدن علوم نافعہ مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ را سند کتب احادیث شریف از مولانا استاذنا جامع مناقب والمفاخر حضرت مولانا محمد اسحٰق صاحب سقی باللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ حاصل است یانہ۔ بلکہ مولوی صاحب ممدوح سلمہ اللہ تعالیٰ بزیارت و خدمت وصحبت حضرت مولانا مبرور نیز مشرف شدہ اند یانہ۔ چوں

رفع ایں ہر دو شبہ مستحسن و موجب خلجان مسلمانان است لہذا نوشتہ می شود کہ سند کتب احادیث شریف عطا فرمودہ حضرت مولانا مغفور طاب مثواہ بدست مولوی صاحب ممدوح موجود است وحال زیارت و خدمت و صحبت بر اہل شاہ جہان آباد خصوصاً آنانکہ در مجلس شادی کتخدائی مولوی صاحب ممدوح با صبیہ عفیفہ حضرت مولوی صاحب مخدومی مولوی عبد الخالق صاحب مرحوم و مغفور شریک بودند اظہر من الشمس ہست کہ حضرت مولانا مبرور از نماز عشا تا نماز صبح مع جماعت کثیرہ از علماء و اہل مدرسہ در مسجد قدیم پنجابی کٹرہ رونق افروز بودند و مجلسے عجیب بابرکت و میمنت ترتیب یافتہ بود و کاتب حروف نیز دراں مجلس حاضر بود" دوسری جگہ اسی خط میں لکھتے ہیں "پس قریب پانزدہ سال حضرت مولانا و مولوی صاحب ممدوح در دہلی بودند"

اور اعلان میں لکھتے ہیں "مولوی صاحب مستجمع محاسن و فضائل مستتبع محاسن و فواضل مولوی سید نذیر حسین صاحب متوطن حال بلدۂ دہلی" اس کے بعد وہی عبارت مذکورہ بالا لکھ کر لکھتے ہیں "پس اشتباہ عدم صحبت و زیارت بے اصل محض است واما اشتباہ اسناد کتب احادیث پس چوں اسناد و تخطی حضرت مولانا ممدوح بدست مولوی صاحب موصوف موجود است محل اشتباہ دریں امر نیز باقی نماندہ اللہ تعالیٰ مسلماناں را از جملہ بلاہا محفوظ دارد المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ

گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد	میلش اندر طعنۂ نیکاں برد

قاضی بشیر الدین

مولانا قاضی بشیر الدین رحمۃ اللہ متکلم اصولی قنوجی اُستاذ الاُستاذ نواب صدیق حسن خان مرحوم اپنی کتاب غایۃ الکلام میں لکھتے ہیں زبدۃ المحققین وعمدۃ المحدثین من اولیاء عصرہ واکابر علماء دھرہ مولانا السید نذیر حسین الدھلوی۔

مولانا شیخ احمد شرقی

مولانا شیخ احمد بن ابراہیم بن عیسی شرقی ثم المکی اپنے خط مورخہ ۵ ربیع الاول ۱۳۱۰ھ میں لکھتے ہیں "حضرۃ العالم العلامۃ المحدث الفہامۃ قدوۃ اھل الاستقامۃ السید محمد نذیر حسین" اور دوسرے

خط میں لکھتے ہیں " حضرۃ محبنا القدوۃ العلامۃ والعمدۃ الفہامۃ حجۃ اھل الحق والاستقامۃ السید محمد نذیر حسین "

شیخ عبد اللہ بن ادریس السنوسی الحسینی ایک خط میں لکھتے ہیں

شیخ عبد اللہ بن ادریس

من عبد اللہ بن ادریس السنوسی الحسینی الی محل والانا العلامۃ المحدث الفہامۃ السید محمد نذیر حسین

شیخ احمد بن احمد بن علی التونسی المغربی - مولانا ابو الطیب محمد شمس الحق صاحب سلمہ اپنے تذکرہ میں لکھتے ہیں " شیخنا العلامۃ الزاھد الورع الشیخ احمد بن احمد بن علی التونسی المغربی نزیل مکۃ شرفہا اللہ ادام اللہ برکاتہ -

شیخ احمد بن احمد بن علی تونسی

انی لقیتہ فی السنۃ الحادیۃ عشر بعد الالف وثلاث مائۃ فی مکۃ شرفہا اللہ تعالیٰ واجتمعت بہ وحصلت لی منہ الاجازۃ وھو شدید التوقی فی الروایۃ لا یجیز لاحد الا ما شاء اللہ ولما تشرفت بزیارتہ فبعد السلام والمصافحۃ سألنی عن اسمی وعن بلدی فاخبرتہ بہ قال الشیخ انتم شرحتم علی سنن ابی داؤد فقلت نعم یا شیخ فقال الشیخ مرحبا ووصف شرحی وکان الشرح عندہ موجوداً فاخرجہ من بین الکتاب فوضعہ بین یدیہ وسألتہ ھل لقیت الشیخ نذیر حسین المحدث الدھلوی قال نعم فقلت کیف وجدتہ قال لا یوجد مثلہ فی الارض ومدحہ غایۃ المدح -

شیخ ابو علی محمد بن ہاشم سامرودی ان کا بیٹا مسمی بہ علی احمد سامرود سے دہلی میاں صاحب کے پاس پڑھنے کے لئے بلا اطلاع چلا آیا جب ان کو پتہ لگا کہ دہلی میں ہے تو انہوں نے میاں صاحب کو ایک خط لکھا جس کی نقل درج ذیل ہے -

شیخ ابو علی محمد ہاشم سامرودی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من العبد الغاشم ابی علی محمد بن ہاشم - الی مولانا ومن فضل اولانا السید محمد نذیر حسین لم یزل الی منتہیٰ عمرہ ومنقضیٰ امرہ متمسکا

بالثقلین۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ثم لا یخفی ان الولد علی احمد لما تغیب متسللا عن مرائی العین متخللا من البین وتشعب عنا وبارہ لیلۃ النصف من شعبان غبنا فی غین غمور الغموم وشبنا بشین شرور الشوم من جھۃ حصول مادۃ الافتراق بعد دوام الملازمۃ و الاتفاق وبقینا بما لقینا من تشتت الحال وتفرق البال بذلک البلبال الی ان استبان انہ وصل الی عتبۃ بابکم وحصل صحبۃ جنابکم فبذلک تبدل القرح بالفرح وتغیر غین الغموم بعین العموم وتشین شین الشرور لسین السرور واللہ تعالے وھو ولی الامور لما اعلم ان صحبتکم ایاہ اولی وانفع من صحبتہ ایاہ علی الی اعد جنابکم العلی فی عداد عدۃ المشائخ لی فالمرجو منکم الاحسان الی والامتنان علی بتفقد حالہ وتتبع بالہ و بالتاکید الاکید لہ والتشدید الشدید علیہ فی ان یعرض علیکم بقیۃ کتب المنقول ویکمل عند محمد اسحق او من یکون کتب المعقول فی ایام عدیدہ بمشقۃ شدیدہ غیر مضیع فی الغفلۃ مدۃ مدیدۃ ثم لیرجع نائزا بالمراد وحائزا ما اراد بعد تفضلکم علیہ بالاجازۃ والاسناد واللہ تعالی ھو ولی التوفیق وبیدہ ازمۃ التحقیق فقط السلام علیکم وعلی من لدیکم۔

مولانا سخاوت علی

مولانا سخاوت علی رحمۃ اللہ علیہ جونپوری ایک رسالہ مصنفہ مولانا شیخ محمد ساکن مچھلی شہر پر تقریظ لکھتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "تفصیلش در معیار الحق مصنفہ مولانا حجۃ اللہ علی العلمین نخبۃ العلمین زبدۃ الفاضلین عالم ربانی محقق لاثانی فاضل بے نظیر مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب ادامت برکاتہ علی کافۃ الخلق مرقوم"

مولانا احمد علی سہارن پوری

مولانا احمد علی مرحوم سہارن پوری نے ایک استفتا کا جواب خود لکھا اور اُس کو اپنے خط کے ساتھ میاں صاحب کے پاس مہر و دستخط کے لئے بھیجا اُس خط کی نقل ملخصاً درج ذیل ہے :۔

از احمد علی عفی عنہ ۔ مولوی صاحب مکرم معظم مولوی سید نذیر حسین صاحب دام فیوضکم

بعد تقدیم مراتب تحیہ و تسلیم واضح باد دریںجا خیریت است و عافیت مزاج سامی خواہاں۔ باعث تکلیف دہی آنکہ مہر خود بریں فتوے درج فرمایند و مہر خود ہم موقوف برمہر جناب نہادہ ام و شخصے کہ بخدمت می رود مولوی خدا بخش نام نہایت مرد دین دار و از اہل علم است کار خود گذاشتہ بپاس خاطرم سفر کردہ است و یوم جمعہ را یوم تعطیل پنداشتہ روانہ شدہ است بفور رسیدنش انجام کار فرمودہ دہند تا بروز جمعہ واپس آید و از مہرہائے مولوی شریف حسین و دیگر صاحبان مسترشدین جناب مزین کردہ آید و بخیمت را مدام از خیر اندیشاں تصور یدہ بدعاے خیر یاد دارند فقط والسلام

احمد علی عفی عنہ ۱۲۔ شوال ۱۲۹۵ھ

شیخ حسین بن القاضی العلامہ محسن بن محمد الیمانی اُستاذ الحدیث نواب مولوی صدیق حسن خان مرحوم اور تلمیذ احمد بن محمد بن علی الشوکانی اپنے خطوط میں **میاں صاحب** کو القاب ذیل سے مخاطب کرتے تھے الیٰ جناب مولانا رئیس المحدثین وعمدۃ المحققین وبقیۃ السلف الصالحین السید نذیر حسین سلمہ اللہ القوی المتین۔

شیخ حسین انصاری یمنی

الیٰ جناب مولانا رئیس المحدثین وبقیۃ السلف الصالحین و عمدۃ الابرار المتقین السید الامام محمد نذیر حسین سلمہ القوی المتین السلام علیکم اهل البیت ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

شیخ موصوف نے اپنے خط کے ساتھ ایک فتوے بھیجا تھا جس کی عبارت یہ ہے :۔

شیخ حسین صاحب کا استفسار

الیٰ جناب السید الامام والکامل الھمام عمدۃ المحققین ورئیس المحدثین السید نذیر حسین صاحب سلمہ ذو المواھب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ وبعد لما اعلم من محبتکم لحدیث رسول اللہ ﷺ الذی ھو عماد الدین بعد القرآن المتین وارجو ان لا تنسونا من دعاء کم فان الدعاء للاخ المسلم بظھر الغیب مستجاب کما لا یخفاکم ھذا۔

والموجب لھذا انہ حدثت مسئلۃ وھی ان امرأۃ ادعت علی ورثۃ زوجھا المھر فاجابوا علیھا، بانھا قد عفت عنہ عقب موت زوجھا

وهو علی الجنازة واقاموا بذلك شهوداً وّا المسئلة محررة حيثما تطلعون عليها وارجو من تفضلاتكم بعد ملاحظتكم لجميع التحرير ان تشرفوا ذلك بما هو الحق فی ذلك من غير مراعاة لاحدٍ فالحق احق ان يتبع وليس المقصود الا اظهار الحق لا التمادی علی الباطل فانه مذموم وبعد ملاحظتكم لذلك وكتابتكم عليه باللسان الهندی ان تضعوا مهركم الشريف ثم فقط

اور میاں صاحب کے بیٹے مولانا سید شریف حسین صاحب مرحوم کی سند حدیث میں لکھتے ہیں:-

مولانا سید شریف حسین صاحب مرحوم کی سند حدیث

وبعد فان علم الكتاب والسنة افضل ما يتحلی به الانسان واكمل وصف تتكمل به الاعيان وقد ورد فی فضله وما هو مقرر مشهور ومعروف بين اهله ومذكوران ممن ورث منه بالفرض والتعصيب واخذ بحظ وافر ونصيب السيد العلامة الاريب والشريف الفاضل النسيب السيد شريف حسين بن مولانا السيد الامام والمحقق الهمام خاتمة المحققين وعمدة المتاخرين المتقين السيد نذير حسين وقد طلب من الحقير الاجازة وكيف يجوزان اجيز من ذكر وابوه شيخ الاسلام مركز الاستجازة والاجازة والعالم الخبير المبين حقيقة ذلك ومجازه ومن المثل السائر لا يفتی و مالك فی المدينة ولا يسند والحاكم ببغداد فلو تجاسرت لضرب المثل السائر اطرق كرا ان النعامة فی القرىٰ ولما لم ارد بدّاً اسعفت بمطلوبه تحقيقا لظنه ومرغوبه وان كنت لستُ اهلاً لذلك ولا ممن يخوض تلك المسالك ولكن تشبها بالائمة الاعلام السابقين الكرام شعر

واذا اجزت مع القصور فانني	ارجو التشبه بالذين اجازوا
السابقين الی الحقيقة منهجا	سبقوا الی غرف الجنان ففازوا

فاقول قد اجزت السيد شريف حسين بن مولانا السيد نذير حسين اجازة شاملة فی كل ما تجوز لی رواية وتنفع دراية من علم الحديث والتفسير واصول الحديث لا سيما الامهات الست وزوائدها و مستخرجاتها وسائر المسانيد والمعاجيم وما فی معنی ذالك الخ

طبقہ ثانی

طبقہ ثانی

مولوی محمد عبدالحی مرحوم

مولوی ابوالحسنات محمد عبدالحی مرحوم لکھنوی کا خط بنام مولوی حافظ عبدالمنان صاحب جو مجموعہ فتاویٰ مولوی عبدالحی صاحب جلد اوّل کے صفحہ ۱۱۸ میں درج ہے۔

مولوی صاحب مشفق مہربان عین اعیان مولوی عبدالمنان سلمکم الکریم المنان از فقیر محمد عبدالحی عفا عنہ القوی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ہدیہ مرسل است قبول باد۔ شکوک کہ بر تعلیق فقیر بغرض فک آنہا تحریر کردند موجب مسرتم شد ہر چند فک آں ہر دو شک سہل الحصول بود اگر خود بمعائنہ کتب محققین محنت می فرمودند یا از مولوی نذیر حسین صاحب دام فیضہ استفسار می فرمودند احتیاج استفسار بمن اُفتاد۔ حسب تحریر ہر دو سوال بر کاغذ علیحدہ نویسانیدہ جواب آنہا نوشتہ ملفوف می فرستم از حسن و قبح آں بے تکلف مطلع فرمایند واگر بہ مولوی نذیر حسین صاحب معائنہ کنانیدہ شود خوب است کہ جناب شاں را بر کتب محققین نظرے است وسیع یقین کہ ایشاں پسند خواہند ساخت۔ والسلام۔ ۱۵ر شوال ۱۲۸۳ھ

مولوی نواب صدیق حسن خان مرحوم

مولوی نواب صدیق حسن خان مرحوم مولانا سید شریف حسین صاحب کی سند اجازت روایت حدیث میں لکھتے ہیں۔

"وبعد فان علم الكتاب والسنة افضل ما يتحلى به الانسان واكمل وصف تتكمل به الاعيان وقد ورد في فضله هو مقرر مشهور ومعروف بين اهله ومذكور وان ممن ورث منه بالفرض والتعصيب واخذ بحظ وافر ونصيب السيد العلامة كريم النجار وعريق المجد والفخار السيد شريف حسين بن السيد السند نذير حسين الدهلوي نزيلا حفظهما الله تعالى وقد طلب من الحقير الاجازة التي هي الى كتب الحديث اجازة ولما كان طلب الاجازة من الاعلى والمساوي والدون طريقة سلكها من اهل العلم الاولون وتبعهم الآخرون ولهم في هذا

المطلب الشریف اصول مقررۃ فی محلھا وفروع محررۃ عند اھلھا فکان السید المذکور لم یحقق الحال من قول من قال **شعر**

لست باھل ان اجاز فکیف ان	اجیز ولکن الحقائق قد تخفی

کیف وابوہ شیخ الاسلام ومرکز علوم الاستجازۃ والاجازۃ والعالم الخبیر حقیقۃ ذلک ومجازہ ومن المثل السائر لا یفتی ومالک بالمدینۃ ولا یسند والحاکم ببغداد فلو تجاسرت لضرب المثل السائر اطرق کرا ان النعامۃ فی القری ولما لم ارد بدا من ذلک اسعفت بمطلوبہ تحقیقاً لظنہ وان کنت لست اھلاً لذلک ولا ممن یخوض تلک المسالک ولکن تشبھا بالائمۃ الاعلام السابقین الکرام **شعر**

واذا اجزت مع القصور فاننی	ارجو التشبہ بالذین اجازوا
السالکین الی الحقیقۃ منھجا	سبقوا الی غرف الجنان ففازوا

فاقول قد اجزت السید العلامۃ شریف حسین بن مولانا السید نذیر حسین امتع اللہ المسلمین بحیاتھما اجازۃ شاملۃ کاملۃ فی کل ما یجوز لی روایۃ وتنفع درایۃ من علم الحدیث واصولہ سیما الامھات الست وزوائدھا ومستخرجاتھا وسائر المسانید والمعاجم وما فی معنی ذلک

رقم بقلمہ وقالہ بفمہ العبد الضعیف والمکلف النحیف ابو الطیب صدیق حسن بن علی الحسینی البخاری القنوجی عفا اللہ عنھم — حرر یوم الثلثاء فی الیوم ۲۰ من المحرم ۱۳۰۲ھ من الھجرۃ النبویۃ علی صاحبھا افضل الصلوٰۃ والتسلیم والتحیۃ"

نواب صاحب مرحوم نے میاں صاحب کے بیٹے کی سند میں تو اس قدر تعریف میاں صاحب کی لکھی

وابوہ شیخ الاسلام ومرکز علوم الاستجازۃ والاجازۃ والعالم الخبیر حقیقۃ ذلک ومجازہ ومن المثل السائر لا یفتی ومالک بالمدینۃ ولا یسند والحاکم ببغداد۔

اور مولانا سید شریف حسین صاحب کی نسبت لکھا۔

وان ممن ورث منه بالفرض والتعصیب واخذ بحظ وافر ونصیب السید العلامۃ کریم النجار وعریق المجد والفخار السید شریف حسین بن السید السند نذیر حسین الخ

مگر تعجب اور سخت تعجب اس بات پر ہے کہ نواب صاحب مرحوم نے نہ تو **میاں صاحب** کا تذکرہ اپنی کتاب **ابجد العلوم** میں کیا اور نہ اپنے اُستاذ الاستاذ مولانا قاضی بشیر الدین مرحوم قنوجی کا حالانکہ۔ اتحاف النبلاء میں خود نواب صاحب مرحوم یہی اعتراض بعینہ ابن خلکان پر کرتے ہیں کہ باوجودیکہ ابن خلکان شاگرد حافظ منذری کا ہے مگر اُن کا ذکر کہیں نہیں کیا اتحاف النبلاء صفحہ ۳۵۰

"عبد العظیم الحافظ الامام زکی الدین ابی محمد المنذری المصری باآنکہ شیخ ابن خلکان است لیکن بہ ترجمہ احوالش در وفیات الاعیان ذکر نہ کردہ باآنکہ نامش در تراجم دیگراں بردہ ایں معنی از غرائب امور ست"

اس بات کے معلوم کرنے کے بعد کہ معاصرین علماء معتبرین اور شیوخ نے **میاں صاحب** کی نسبت کیا لکھا، نواب صاحب کے اُستاذ الاستاذ نے کیا لکھا۔ شیخ حسین بن محسن یعنی نواب صاحب کے شیخ الحدیث نے کیا لکھا اور خود نواب صاحب مرحوم نے مولانا سید شریف حسین مرحوم کی سند میں کیا لکھا پھر ابجد العلوم وغیرہ نوابی تالیفات میں **میاں صاحب** کا ترجمہ یا تذکرہ نہ لکھنا کیا تعجب خیز نہیں ہے؟ افسوس ہے کہ نواب صاحب مرحوم نے ابن خلکان پر اعتراض کرتے وقت اس مثل کو پیش نظر نہیں رکھا" پہلے اپنی آنکھ کا شہتیر نکال تب دوسرے کی آنکھ کے تل کو دیکھ" ورنہ ایسی بیّن مسامحت اُن سے نہ ہوتی۔ چراغ کے تلے اندھیرا اور تیز روشنی میں چکا چوند لگ جانے کی بھی یہ نہایت ہی ٹھیک مثال ہے۔

طبقۂ ثالث

مولانا عبد اللہ غزنوی قدس سرہٗ جن کے زہد و تقوےٰ اور تصوف سے بہت لوگ واقف ہیں ان کے دو ور دیار صالحہ ان کے صاحبزادے مولانا

عبدالجبار غزنوی کے دست خاص کے لکھے ہوئے ایک یادداشت میں میرے سامنے موجود ہیں وھو ھذا

رویا صالحہ

" دیدم کہ در تہ خانہ زینہ دار فرو می روم وقتے کہ بہ صحن خانہ رسیدم چراغ روشن یافتم و دراں حالت در بغلم کتاب صحیح بخاری بود پیش چراغ نشستہ کتاب مذکور را وا نمودم می بینم کہ کتاب از اوّل تا آخر سیاہ گشتہ دودۂ دخانیہ چناں براں چسپیدہ کہ حرف بہ نظر نمی آید آخر الامر رومالے برگرفتم و از اوّل کتاب صاف نمودن شروع نمودم و ورق ورق صاف نمودہ قریب آخر رسانیدم اوراق متعددہ باقی ماندہ نہایت ماندہ شدہ نفس سرد کشیدہ گفتم اللہ اکبر چہ قدر تکلیف برداشتم و دراں خواب چہرہ خود بہ نظر می آید می بینم کہ گرد آں کتاب بر اسنانم نمودار می باشد در تعبیر ایں خواب حیران بودم کہ اتفاق سفر دہلی کہ بہ نسبت بلاد ما نہایت زیر است اُفتاد بخدمت خاتم المحدثین شیخنا سید محمد نذیر حسین رسیدم و کتاب صحیح بخاری شروع نمودم دراں میاں بلوائے دہلی شروع شد در عین بلوائے شدید کہ ہر کس بغم جان خود بود و من مشغول بخواندن کتاب مذکور تا حدے کہ نصارے غالب آمدند و اہل بلدہ را متفرق نمودند دراں ایام کتاب صحیح بخاری قریب الاختتام بود مگر بسبب پراگندگی اہل بلدہ درمیان من و سید صاحب ہم جدائی اُفتاد و کتاب ناتمام ماند تعبیر خواب ہمیں بود کہ زیر خانہ دہلی بود چراغ سید صاحب مذکور و صاف نمودن صحیح بخاری خواندن آں بود در اعسار اوقات الا اوراق چند کہ بنا بر لاچاری باقی ماند فقط

دوسرا رویا

رویا صالحہ

دیدم کہ از دہان شیخنا سید محمد نذیر حسین صاحب چشمۂ شربت شیریں جاری ست و آں شربت در ہر دو دست من میریزد و من آں را می نوشم مطلب کہ چشمۂ آں شربت از دہان شیخنا می باشد و مجرائے آن ہر دو دست من و مدخل آں فم من می باشد در تعبیر ایں خواب متحیر بودم کہ اتفاقاً فرزندم عبدالجبار بخدمت شیخ مذکور رسیدہ و تحصیل علم حدیث از ایشاں نمود چشمۂ شیریں علم حدیث است کہ از جناب سامی جاری است و تحصیل علم حدیث فرزندم از جناب ایشاں نوشیدن من است ازاں چشمۂ شیریں کہ فرزند مذکور جزو من است و از باقیات صالحات من خواہد شد انشاء اللہ تعالےٰ۔ فقط

غایۃ المقصود شرح سنن ابی داؤد میں میاں صاحب کے ترجمہ میں لکھا ہے۔

غایۃ المقصود کی عبارت

ولو حلفت ما بین الرکن والمقام انی ما رایت بعینی مثلہ (اے الشیخ محمد نذیر حسین) ولا رأی ھو مثل نفسہ فی العلم والعبادۃ والزھد والصبر والکرم والخلق والحلم ما حنثت ولیس ھو بالمعصوم ولکن لو ارفی معناہ مثلہ اضاءت البقاع الھندیۃ بانوار فضائلہ السنیۃ ھو بحر العلوم معدن الحلم شیخ الاسلام مفتی الانام محدث العصر فقیہ الدھر رئیس الاتقیا قدوۃ النجباء الامام الاجل الاکرم شیخ العرب والعجم عمدۃ المفسرین زبدۃ الناسکین ذوالکرامات الظاھرۃ و المقامات الفاخرۃ انتہی

پھر ایک دوسری جگہ اسی کتاب میں ہے

ایضاً

ولقد منح اللہ تبارک وتعالیٰ من بحر فضلہ العمیم علی ھذا الشیخ العدیم المثل بثلاثۃ امور لا اعلم انھا فی ھذا الزمان قد اجتمعت لغیرہ الاول الاتقاء وخشیۃ اللہ تعالیٰ والحلم والصبر والخلق و الزھد والکرم والحیاء۔ الثانی سعۃ التبحر فی علم التفسیر والحدیث والفقہ والصرف والنحو علی اختلاف اجناسھا واصنافھا۔ والثالث سعۃ التلامیذ المتقین والنبلاء المحققین ذوی الفضائل الباھرۃ و اولی الکمالات الفاخرۃ وقد نفع اللہ تعالیٰ بعلومہ خلقاً لہ منۃ عظیمۃ علی خلق اللہ تعالیٰ۔

نخبۃ التواریخ میں لکھا ہے:۔

نخبۃ التواریخ کی عبارت

سیدنا فی الدارین مولانا نذیر حسین سید حسینی محدث دہلوی شاگرد و مجاز مقتدائے آفاق حضرت شاہ محمد اسحق دہلوی مہاجر مکی در حدیث شیخ المشائخ و امام وقت ہستند قریب ہفتاد بار[ف] صحیح بخاری از ابتداء بسم تا تما مے تحت درس داد

ف مولوی سید عبد الاحد سلمہ کی یادداشت باب سوم مسند درس پر متمکن ہونے کے بیان میں بعض ہم نقل ہو چکی جس میں میاں صاحب نے فرمایا تھا کہ میری یاد صحیح ہو تو کوئی سو بار پڑھائی ہوگی ۱۲

وہم بریں قیاس سائر کتب صحاح ستہ و بعضے کتب فقہ حنفیہ و در اولی الابصار و اہل الذکر شانے عظیم می دارند و در عمل بظاہر الحدیث ہمچو سلف محدثین ید طولیٰ و در عدم وجوب تقلید شخصی کلام بسیط و من بعد در اکثر مسائل قیاسیہ مختار امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ معمول می دارند و در کلیات و جزئیات فقہ مسالک اربعہ عبور تام و در زہد و توکل استقلال تمام و در افاضہ و افادہ باوجود ضعف و پیری بہمہ تن توجہ عام و اشتغال مدام می دارند و شاگردان آں جناب بہ دیار ہند و پنجاب معمور و در دیگر ممالک ہم موجود اند۔

فقہ مذاہب اربعہ پر عبور کامل

استفتاء

میاں صاحب کے بارے میں کسی نے استفتا کیا تھا جس کا ایک جواب تو مولانا حافظ عبداللہ صاحب مدظلہ غازی پوری نے لکھا اور دوسرا جواب شیخ حسین بن محسن بن محمد الانصاری الخزرجی نے لکھا۔

نقل استفتا نوشتہ مولانا حافظ عبداللہ صاحب مدظلہٗ غازی پوری

اُستاذ الاساتذہ و مدرس اول مدرسہ احمدیہ آرہ۔

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین خاتم النبیین شفیع المذنبین رحمۃ للعلمین محمد و آلہ وصحبہ وازواجہ وذریاتہ اجمعین۔

اما بعد فقد ورد علیٰ سوال عن شیخنا القدوۃ العلامۃ النحریر الفہامۃ فرع الشجرۃ الزکیۃ سلالۃ السلسلۃ المصطفیۃ نخبۃ السادۃ الاشراف من صفوۃ بنی عبد مناف ثمرۃ فواد الرسول خلاصۃ احفاد البتول۔ سیدنا و مولانا السید محمد نذیر حسین المحدث الدھلوی ادام اللہ علاہ ورفع فی الدارین مرقاہ وزین بوجودہ الاسلام ونشر بہ اعلام الھدیٰ ونصر بہ سنۃ خیر الانام ومتع ببقائہ الاسلام والمسلمین واعلیٰ قدرہ ونشر فضلہ فی العالمین۔

حتی اضیف الیھا الف آمینا	آمین آمین لا ارضی بواحدۃ

وھذا نص السوال ما تقولون ایھا السادۃ العلماء فی حق الشیخ نذیر حسین المحدث الدھلوی ھل ھو من کبائر العلماء العصر ومحققیھم وھل عقائدہ

مثل عقائد السلف الصالحين وكيف حال ورعه وتقواه اشتهر ذكره فی آفاق لكن الناس فيه فرقتان فما تقولون فی حقه اظهر وارايكم الشريف فی هذا الامر يجزكم الله تعالى هذا آخر كلام السائل۔

قال العبد الضعيف عفا الله عنه وعن والديه واحسن اليهما واليه معتصماً بحبل التوفيق وبيده ازمة التحقيق عندی ان هذا السوال عن شيخنا هل هو كذا وكذا ام لا يشبه السوال عن الشمس هل هی ضياء وسراج وهاج ام لا وهو بين علماء الكرام والفضلاء الفخام كالشمس البازغة فی الكواكب الظاهرة والقمر المنير فی النجوم الباهرة كيف لا وهو امام اهل الحديث فی زمانه امير المومنين فی الحديث فی آوانه مجتهد عصره وفريد دهره امام اهل السنة ومحققيهم مقتدی اهل الاثر ومدققيهم مجدد معالم الطريق بعد دروسها مظهر آيات التوحيد بعد افول اقمارها وشموسها عامر اطلال الكتاب والسنة النبوية بعد عفائها محی آثار المحجة المصطفوية عقب انمحائها قالع اساس البدعة والفسوق والالحاد قاطع عرق الضلالة والفجور والفساد حامی الشريعة الغراء راعی الملة الحنيفية السمحة البيضاء مشيد اركان اصول الدين موسس اساس العلم واليقين زين الفقهاء المحدثين نخبة الفضلاء المتقين فلك قاموس التحقيق اسد غابة التدقيق موسس مراسم العلوم الدارسة مرصص معالم الفنون الدامثة بقية السلف الصالحين فخر العلماء الراسخين ملك العلماء الاعلام سيد الائمة الفخام فخر الموالی العظام مرجع الخاص والعام ملاذ الافاضل الكرام نعمة الله تعالى فی هذا الزمان على الانام تاج الاتقياء علم الاصفياء قدوة الاولياء الواصلين عمدة الاتقياء العارفين صاحب الكشف والتحقيق المرشد بتسليكه الى اقوم طريق هذا وقد تبين بما ذكرت اتضح بما كتبت ما سأل السائل من دانی فی الامور المسئول عنها فلا حاجة الى اعادته وتكرار ذكره والامور المذكورة مفروغ عنها

والحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد و آلہ وصحبہ اجمعین وسلم تسلیما کثیرا کثیرا کتبہ محمد عبداللہ الغازیفوری حفظہ اللہ تعالیٰ من الشر المعنوی والصوری۔

مہر طغری

محمد عبداللہ

دوسرا جواب شیخ حسین یمنی کا

دوسرا جواب شیخ حسین بن محسن الانصاری یمنی کا۔ الحمد للہ الجواب واللہ الموفق والمعین لبیان الحق والصواب ان الذی اعلم واعتقدہ واتحققہ فی مولانا السید الامام والفرد الھمام نذیر حسین الدھلوی انہ فرد زمانہ ومسند وقتہ وآوانہ ومن اجل علماء العصر بل لا ثانی لہ فی اقلیم الھند فی علمہ وحلمہ وتقواہ وانہ من الھادین والمرشدین الی العمل بالکتاب والسنۃ والمعلمین لھما بل اجل علماء ھذا العصر المحققین فی ارض الھند اکثرھم من تلامذتہ وعقیدتہ موافقۃ لعقیدۃ السلف الموافقۃ للکتب والسنۃ وفی رویۃ الشمس ما یغنیک عن زحل فدع عنک قول الحاسد العذول والاشر المخذول فان وبال حسدہ راجع علیہ واثمہ علیہ ام یحسدون الناس علی ما اتاھم اللہ من فضلہ فمن قال من ھذا الامام الھادی الی سنۃ خیر الانام فقد باء بالخسران المبین وما احسن ما قال القائل ؎

الا قل لمن کان لی حاسدا	اتدری علی من اسأت الادب
اسأت علی اللہ فی ملکہ	لانک لم ترض لی ما وھب

اللھم زد ھذا الامام شرفا ومجدا واخذل شانئہ ومعادیہ ولا تبق منھم احدا ھذا ما اعلمہ واتحققہ فی مولانا الامام السید نذیر حسین ابقاہ اللہ واللہ یتولی السرائر واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ بیدہ الحقیر المثنی علی السید المذکور الحقیر الفقیر الی احسان ربہ الکریم الباری حسین بن محسن محمد الانصاری الخزرجی السعدی

الانصاری الیمانی المقیم حالاً فی بلدہ بھوپال عفا اللہ عنہ   مہر
آمین آمین آمین

الانصاری الیمانی
شیخ حسین بن محسن ۱۳۰۲ھ

اولاد و احفاد

مولانا سید شریف حسین

مولانا سید شریف حسین صاحب مرحوم اکلوتے بیٹے میاں صاحب کے تھے جنہوں نے ستاون برس کی عمر پائی اور آپ کے سفر حج سے واپس آنے کے ساڑھے تین برس بعد اور اپنی والدہ مرحومہ کے انتقال کے سترہ برس بعد ۶۔ جمادی الآخرہ ۱۳۰۴ھ ہجری مطابق ۲۔ مارچ ۱۸۸۷ء میں آپ کے سامنے رحلت فرمائی انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم کی تعلیم ابتدا سے انتہا تک آپ نے خود بہ نفس نفیس کی تھی اور تا زندگی انہوں نے بھی میاں صاحب سے کچھ نہ کچھ پڑھنے کا مشغلہ جاری ہی رکھا۔

آدمی نہایت با استعداد تھے اور اپنے فرد کامل باپ کے ملازم شب و روز اس لئے اُن کی معلومات کا دائرہ بھی نہایت وسیع تھا خصوصاً کتب منقول اور مسائل میں بہت بڑی مہارت رکھتے تھے۔

تقریباً اپنی وفات کے بیس برس آگے سے فتووں کا جواب آپ ہی لکھتے الاماشاء اللہ جس میں میاں صاحب ہی کی ضرورت ہوتی وہاں آپ خود قلم اُٹھاتے۔ جن لوگوں نے آپ سے پڑھا ہے اُن کا بیان ہے کہ نہایت تحقیق کے ساتھ درس دیتے تھے۔

خط نستعلیق کے بڑے خوش نویس تھے اور میر پنجہ کش کے شاگرد۔ آدمی نہایت مہذب متین، کم سخن، سادگی پسند، اور بے تکلف تھے امامت نماز پنجگانہ کی وہی کرتے اور نماز میں تعدیل ارکان کا خیال اور احسان کا دھیان بہت رکھتے۔ صبح کی نماز تقریباً ۴۵ منٹ میں اور ظہر کی نصف گھنٹہ میں ختم کرتے رکوع و سجود میں مکث طویل فرماتے جناب میاں صاحب بھی اکثر اُن کے

غائبانہ فرماتے کہ میرا سا امام دہلی سے کلکتہ تک نہیں۔

مولوی نواب صدیق حسن خان مرحوم نے بھی آپ کی سند میں آپ کے علم و فضل کا اقرار کیا ہے۔ حیث قال وان ممن ورث منه (علم الكتاب و السنة) بالفرض والتعصيب واخذ بحظ وافر ونصيب السيد العلامة كريم النجار وعريق المجد والفخار السيد الشريف حسين ابن السيد السند نذير حسين الدهلوي نزيلاً حفظهما الله تعالى۔

اور شیخ حسین بن محسن یمنی لکھتے ہیں۔ وان ممن ورث منه (علم الكتاب والسنة) بالفرض والتعصيب واخذ بحظ وافر ونصيب السيد العلامة الاديب والشريف الفاضل النسيب السيد شريف حسين بن مولانا السيد الامام والمحقق الهمام خاتمة المحققين وعمدة المتاخرين المتقين السيد نذير حسين۔

شکل وشمائل ہڈیاں چوڑی، چہرہ آنکھیں پیشانی سر ناک کان اور قد سب متوسط ڈاڑھی گنجان اور گول بدن بلغمی رنگ مائل بسیاہی سر اور مونچھ منڈاتے۔

لباس نین سکھ کی دوپلی ٹوپی پورے سر میں۔ انگرکھا دلی کی وضع کا شوب خوردہ۔ لینکلاٹ کا پاجامہ اور اسی کا سفید رومال گز ورگز کا ہاتھ میں جاڑوں میں دولائی اور روئی دار دگلہ۔

صاحبزادی

صاحبزادی میاں صاحب کی ایک ہیں جو جناب میرشاہ جہاں صاحب مدظلہ سے بیاہی ہوئی ہیں۔ آپ کی تین بیٹیاں ہیں بیٹا کوئی نہیں ایک بیٹا تھا مسمی بہ بدرالاسلام وہ دس گیارہ برس کی عمر میں قضا کر گیا **میاں صاحب** اس کو بہت پیار کرتے تھے جس کا ذکر خاندان کی محبت کے باب میں مفصل گذرا۔

مولانا شریف حسین صاحب مرحوم کے دو بیٹے ہیں **مولوی حافظ عبدالسلام** اور **مولوی سید نورالحسن** سلمہا اللہ تعالےٰ ان کے علاوہ چند بیٹیاں ہیں۔

برادران

برادران

میاں صاحب کے دو بھائی تھے چھوٹے۔ منجھلے کا نام تھا مولوی حافظ سید سجاد حسین جنہوں نے پیری میں قرآن مجید حفظ کیا نہایت نیک بخت، عابد، متقی، متورع، تہجد گذار، زاہد، سیدھے سادھے، منکسر المزاج اور معاملے کے بہت صاف آدمی تھے۔ امانت، دیانت، اور صداقت میں ضرب المثل۔

مولوی حافظ سید سجاد حسین صاحب

دوسرے بھائی کا نام تھا مولوی سید توسل حسین صاحب یہ بھی عجیب فرشتہ خصلت بزرگ تھے۔

مولوی سید توسل حسین صاحب

میاں صاحب کی زندگی میں پہلے انہیں کا انتقال ہوا ان کے بعد منجھلے کا اور میاں صاحب جو سب سے بڑے تھے وہ آخر میں تنہا رہ گئے اور جناب شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ کے اس لطیفے کے مصداق ہو گئے کہ "دنیا ایسی تنگ گلی ہے جو پہلے آتا ہے وہ پیچھے لوٹتا ہے"

میاں صاحب کے فدائی

ظہور خاں ایک شخص میرٹھ یا اس کے قرب و جوار کے رہنے والے تھے اور ہجرت کر کے مکہ معظمہ میں جا بسے تھے زمانۂ حج میں میاں صاحب کو صفا و مروہ کے درمیان جو دوڑتے ہوئے دیکھا۔ نگاہ پڑتے ہی شیفتہ ہو گئے اور جب تک میاں صاحب عرب میں رہے برابر ملازم خدمت رہے معاندین چوں کہ ہر وقت جان لینے کی گھات میں رہتے اس لئے ظہور خاں نماز فریضہ حرمین میں بھی میاں صاحب کے دائیں رہتے اور حاجی سلیمان جن کو جنوٹ کے فن میں کمال تھا میاں صاحب کے بائیں رہتے اور دوسری صف میں مولوی تلطف حسین صاحب ٹھیک میاں صاحب کے پیچھے کھڑے ہوتے یہی ترتیب رستہ چلنے میں بھی ملحوظ رہتی۔

ظہور خاں

حاجی سلیمان

مولوی تلطف حسین

سے آپ چار بھائی تھے پہلے سب سے چھوٹے بھائی نے وفات پائی پھر سنجھلے نے پھر منجھلے نے اخیر میں سب سے بڑے بھائی خود جناب شاہ صاحب رہ گئے تو یہ لطیفہ اکثر کہا کرتے ۱۲

المختصر ظہور خاں کے عشق صادق نے ان کو صرف اسی کی اجازت نہیں دی کہ وہ عرب ہی تک میاں صاحب کے خادم رہیں۔ بلکہ اہل وعیال کو مکہ معظمہ میں چھوڑ کر میاں صاحب کے ساتھ وہ دہلی بھی پہنچے کچھ دنوں کے بعد وہ پھر مکہ معظمہ واپس گئے بعد حج کے پھر طبیعت میں شوق زیارت جو غالب ہوا تو پھر دہلی چلے آئے اور برابر ساتھ رہتے جب کبھی خفا ہو جاتے تو فوراً بے کہے سنے مکہ معظمہ چلدیتے اور چند مہینوں کے بعد جب پھر اشتیاق زیارت قابل ضبط نہ رہتا تو حاضر ہو جاتے۔

ایک دن وہ میاں صاحب کے قریب اس انداز سے آکر بیٹھے کہ کچھ کہنا چاہتے ہیں میاں صاحب نے پوچھا کچھ کہو گے؟ ظہور خاں جھک کر کان میں کہنے لگے "اجی خاکروب (بھنگی) کو پائخانہ صاف کرنے کے لئے کیوں مشاہرہ دیتے ہو میں کس دن کے لئے ہوں بھنگی کو موقوف کر دو میں مسجد کا پائخانہ مدرسہ اور مکان کا سب روزانہ صاف کر دیا کروں گا"۔ میاں صاحب نے فرمایا کیا سڑی ہو گیا ہے۔ اس پر ظہور خاں روٹھ کر مکہ معظمہ روانہ ہو گئے۔ غرض تمام عمر اُن کی یہی حالت رہی آخر میاں صاحب کی حیات ہی میں اُنھوں نے انتقال کیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ضمیمہ جات

ضمیمہ اوّل

تصنیف وتالیف

میاں صاحب کی تصنیف وتالیف کی صحیح تعداد تو غالباً کوئی شخص بتا نہیں سکتا کیوں کہ وفات سے ستائیس برس پہلے فرماتے تھے کہ "اگر میرے کل فتوے کی نقلیں رکھی جاتیں تو چار فتاویٰ عالمگیری کے برابر تو ہوتیں" اور خدا جانے اِس ستائیس برس میں کس قدر فتوے لکھے معہذا چند مطبوعہ رسالے اور فتاوے کے نام درج ذیل ہیں۔ جو آپ کے تالیفات کے مقابل میں انکے از بسیار بلکہ یکے از ہزار کی نسبت رکھتے ہیں۔

الایمان یزید وینقص، جواز ہبہ مشاع، پیری مریدی، سماع وغنا ومزامیر، اذان ثالث، توثیق عبادہ بن صامت درقراۃ فاتحہ خلف امام، تراویح سنت موکدہ، تحقیق حدیث جابر بن سمرہ درباب رفع الیدین، تحقیق رجس انما الخمر والمیسر الآیہ، مولانا اسمٰعیل شہید اور سید احمد علیہما الرحمۃ قابل تعظیم تھے، سبع ارضین، لفظ ما کی تحقیق نسبت ما اھل بہ لغیر اللہ، جمع بین الاختین کی تردید، جواب جانور منذور لغیر اللہ، جواب مسئلہ استوا، تقویۃ الایمان (مصنفہ مولانا شہید کی توثیق، دیہاتوں میں جمعہ کی نماز، تحقیق اشارہ ماتقول لھذا الرجل، سوال منکر نکیر، دیدار الٰہی بعین البصر اولیاء اللہ را در دنیا می شود یا نہ، طلاق مشروع، چلتی ہوئی ریل گاڑی میں نماز، ناجوازی عبادت شاقہ،

تقسیم بدعات، قراۃ فاتحہ خلف الامام کی تحقیق بحوالہ محلی شرح موطا شیخ سلام اللہ حنفی، عمل حرمین حجت شرعیہ نہیں، حدیث اعلان نکاح من وجہ ضعیف، ہنڈوی پر زکوٰۃ نہیں، تحقیق خروج بضعہ، قبالہ، حرمت نفع بذریعہ قرض، انتقال مسجد، فضائل مکہ معظمہ و مدینہ منورہ، مکہ معظمہ میں چار مصلے، مجلس میلاد اور قیام، مصرف مال زکوٰۃ، الشرط من الجانبین، حدیث شرط ابوداؤد، نیچری، قدم رسول، حدیث مصراط، اذا اقیمت الصلوٰۃ، افضل البضاعۃ فی حقیقۃ الشفاعۃ، جواب چند مسائل مال تجارت پر زکوٰۃ شحم خنزیر وغیرہ، قنوت نازلہ، مسائل اربعہ، دلیل محکم فی نفی اثر القدم، تعزیہ پرستی، گیارہ سوالات کے جواب، زیور، ثبوت الحق الحقیق، واقعۃ الفتوی، دافعۃ البلوی (رد تقلید) واقعۃ الفتویٰ دربیان ادائے سنت فجر، فلاح الولی باتباع النبی، معیار الحق،

مذکورہ بالا رسائل وفتاوے پر ریویو کرنا تو بیشتر ناظرین کے لئے تطویل مل ہی کا باعث ہوگا مگر آپ کی معرکۃ الآرا کتاب **معیار الحق** کا ذکر نہ کرنا بھی کسی طرح مناسب نہیں کیوں کہ یہ کتاب جزئیات فقہ پر مشتمل نہیں ہے بلکہ اصول تقلید کی کتاب ہے جس کا دیکھنا اور سمجھنا ضرور ہے۔

کتاب معیار الحق پر ریویو کرنے کے لئے ضرور ہے کہ اقسام اختلاف اسلام اور تقلید کی تاریخ پہلے مختصراً ہدیۂ ناظرین کر دی جائے۔

اسلام میں اختلاف

یہ بات بیشتر لوگوں کو معلوم ہے کہ اسلام میں بھی مثل دیگر مذاہب کے مختلف مذاہب ہیں جن میں باہم اختلافات ہیں۔ مگر ان اختلافات کے اقسام کے جاننے والے اور ان میں امتیاز کرنے والے غالباً کم ہیں۔ اس لئے ضرور ہے کہ اس اجمال کی کسی قدر تفصیل کر دی جائے۔

مذاہب اسلامیہ میں اختلاف کی دو ہی قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو باعث مغائرت نہ ہو اور دوسری وہ جو موجب مغائرت ہو۔

اوّل کی مثال اختلاف ہفت قرأت قرآن ہے جس کی وجہ یہ تھی کہ حجاز

میں اہل لسان قبائل عرب کے اطلاقات سات وضع پر تھے اور قرآن مجید نازل ہوا۔ اُسی حجازی لغت میں اسی لئے ملك يوم الدين، مالك يوم الدين، شَدُّ الوثاق، شُدُّ الوثاق، احسن کل شیٔ خَلَقه، احسن کل شیٔ خلقه وغیرہ وغیرہ سب صحیح ہیں اور اس ہفت قرأت کے سبب سے قرآن مجید سات نہیں کہا گیا۔ بلکہ ایک ہی سمجھا گیا۔

اسی قسم میں داخل ہیں اختلافات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین جزئیات مسائل فقہیہ میں جو نہ موجب فرقہ بندی ٹھیرے نہ باعث انتساب مذاہب اور نہ صحابہ اُس حدیث کے مورد قرار پائے جس میں تہتّر فرقہ کی پیشین گوئی تھی۔

نیز اسی میں داخل ہیں حنفی شافعی مالکی حنبلی اور اہل حدیث کے باہمی اختلافات جو موضوع ہیں علم فقہ کے جس میں بحث کی جاتی ہے اعمال جزئیہ سے۔

دوسری قسم اختلافات کی جو باعث مغائرت ہو وہ اختلافات ہیں جو سنی، شیعہ، معتزلی، خارجی، مرجیہ، قدریہ، وغیرہ کے درمیان ہیں اور وہی موضوع ہیں علم کلام کے جس میں بحث کی جاتی ہے عقائد سے۔

اس کی بنا ہوئی حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور امیر معاویہؓ کی جنگ و پیکار اور تحکیم پر۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف سے ابو موسیٰ اشعری اور جانب مخالف کی طرف سے عمرو بن عاص حکم مقرر ہوئے اور یہ ایک ایسی پولیٹکل چال چلے جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اُسی وقت اسلام میں تین فرقے ہو گئے۔

(۱) خوارج جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سخت دشمن اور مخالف ہو گئے۔

(۲) خوارج کا مدمقابل غالی جو شیعہ کہلائے۔

(۳) اہل سنت والجماعت جو اپنی حالت سابقہ پر علی حالہ قائم رہے۔

خوارج اور شیعہ میں دو قسم کے اختلاف پیدا ہوئے (۱) اصول و عقائد میں (۲) امور امامت میں۔

آخر قرن اولیٰ میں معبد جہنی، غیلان دمشقی اور یونس اسواری ہوئے جنہوں نے قدر وغیرہ مسائل میں اختلاف کیا۔ پھر واصل بن عطا (امام

حسن بصری کے منحرف شاگرد) نے معتزلی مذہب کا فونڈیشن (سنگ بنیاد) اپنے ہاتھ سے رکھا اور اسی اعتزال (اُستاد سے کنارہ کشی) کے سبب اِس مذہب کا نام معتزلی رکھا گیا۔ پھر اسی سے مرجیہ نکلے جنہوں نے ایمان و کفر کی حقیقت مومن و کافر کے اطلاق اور وعید وغیرہ میں کلام کیا۔

بالجملہ اہل سنت والجماعت کے علاوہ صحابہ و تابعین کے زمانہ ہی میں چار فرقے خوارج، شیعہ، معتزلی، اور مرجیہ پیدا ہوگئے اور انہیں چار کے انشعاب سے تہتّر تک کی تعداد پوری ہوگئی۔

جس کی تفصیل امام ابن حزم کی کتاب "الفصل فی الملل والاھواء والنحل" اور "الملل والنحل" مصنفہ علامہ عبدالکریم شہرستانی وغیرہ میں موجود ہے۔

تہتّر فرقے کی نسبت جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیشین گوئی کی کہ اُن میں اہل حق صرف ایک ہی طریقے والے ہوں گے تو صحابہؓ نے عرض کی کہ وہ کون؟ جواب میں ارشاد ہوا ما انا علیہ واصحابی اہل سنت کے نزدیک ما انا علیہ سے مراد سنت ہے اور اصحابی سے جماعت۔ نیز اس کی تائید اُن روایتوں سے بھی ہوتی ہے جن میں جماعۃ کا لفظ وارد ہوا ہے اسی لئے شیخ الشیوخ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں السنۃ ما سنہٗ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والجماعۃ ما اتفق علیہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اِس سے معلوم ہوا کہ اصول کا اختلاف (توحید، ایمان، عدل، وعد، وعید، سمع و عقل جناب باری تعالیٰ میں جو اختلاف ہے) وہ باعث تفریق فرقہ ہے اور فروع یعنی اعمال جزئیہ فقہیہ کا اختلاف باعث فرقہ بندی نہیں۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ ایک ہی شخص ایک حیثیت سے اہل سنت کی افراد سے خارج ہو اور دوسری حیثیت سے اُسی کی فردوں میں داخل جیسے فتوے قنیہ (جو حنفی مذہب میں متداول ہے) کا مصنف زاہدی جو اصولاً معتزلی ہے اور

فروع اعمال فقہیہ میں حنفی یا جار اللہ زمخشری صاحب تفسیر کشاف۔

فروع اعمال جزئیہ فقہیہ کا اختلاف ایسا ہی ہے جیسا کہ صحابہ، تابعین، اور تبع تابعین کے باہمی اختلافات جو باعث مغائرت و مخالفت نہ تھے بلکہ ہر شخص اپنے کو اہل سنت والجماعۃ ہی کی فرد سمجھتا تھا اسی لئے نہ مذاہب ایک دوسرے سے ممیز تھے اور نہ اُن کے نام جداگانہ۔

مدتوں کے بعد حالات گرد و پیش کے اعتبار سے کسی پریسیڈنسی (احاطہ) میں کسی امام کے مذہب کو فروغ ہوا اور کسی دوسرے احاطہ میں کسی دوسرے امام کے مذہب کو مقبولیت حاصل ہوئی اور قانوناً مذہب کو رواج دیا گیا۔ یہی قانون فی الحقیقت تقلید کی جڑ ہے جس کا منشا بیجا نہ تھا۔

بغداد میں امام ابو یوسف[عہ] کا قاضی القضاۃ ہونا عراق ماوراء النہر اور فارس میں مذہب حنفی کی نشو و نما کا باعث ہوا۔

امام شافعی کا اثر حجاز اور حرمین میں مذہب شافعی کی ترقی کا ضامن ہوا۔ جس نے سلطان صلاح الدین کے وقت میں قانونی صورت اختیار کی۔ مگر بایں ہمہ چوتھی صدی کے قبل تک تقلید شخصی کا وجود نہ تھا چنانچہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں اعلم ان الناس کانوا قبل المائۃ الرابعۃ غیر مجمعین علی التقلید الخالص لمذھب واحد بعینہ[عہ] فتنۂ چنگیزیہ کے بعد مذاہب اربعہ (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی،) کی پابندی غلو کے ساتھ ہونے لگی۔ جیسا کہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب "ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء" میں لکھتے ہیں۔ "تا انقراض دولت شام ہیچ کس خود را حنفی شافعی نمی گفت"

بایں ہمہ وہ سب افراد ہیں اہل سنت والجماعت کے اور فی الواقع ائمہ

عہ تاریخ ابن خلکان ۱۲

عہ شیخ ابو طالب مکی قوت القلوب میں لکھتے ہیں "القول بمقالات الناس والفتیا بمذھب الواحد من الناس واتخاذ قوله والحکایة له فی کل شیء والتفقه علی مذھبه محدث لم یکن الناس قدیماً علی ذلک فی القرن الاول والثانی ۱۲ صفحہ ۵۹ المطبوعۃ المطبعۃ المیمنیۃ بمصر ۱۳۱۰ ہجریہ ۱۲

اہل سنت کا دو ہی طریقہ رہا (۱) اہل حدیث (۲) اہل الرائے۔ چنانچہ علامہ عبدالکریم شہرستانی کتاب "الملل والنحل" میں لکھتے ہیں "المجتہدون من ائمۃ الامۃ محصورون فی صنفین لا یعدون الی ثالث اصحاب الحدیث[عہ] واصحاب الرائے[عہ]"

عہ امام ابن قتیبہ نے کتاب المعارف میں اصحاب الحدیث کی تحت میں ایک سو نام لکھے ہیں (۱) شعبہ (۲) خالد حذاء (۳) المھزم (۴) جریر بن حازم (۵) حماد بن زید (۶) حماد بن سلمہ (۷) ابو عوانہ (۸) ہشام بن سعد (۹) ابو معشر نجیح (۱۰) ابو معشر زیاد (۱۱) ثور بن یزید (۱۲) ابن لہیعہ (۱۳) لیث بن سعد (۱۴) معمر (۱۵) ہشیم (۱۶) سفیان بن عیینہ (۱۷) اسمٰعیل بن علیہ (۱۸) وکیع بن الجراح (۱۹) سعید بن عروبہ (۲۰) زید بن زریع (۲۱) عاصم احول (۲۲) شریک (۲۳) حسن بن صالح (۲۴) ابو الاحوص (۲۵) ابو بکر بن عیاش (۲۶) محمد بن فضیل (۲۷) حفص ابن غیاث (۲۸) ابو معاویہ (۲۹) عبداللہ بن ادریس (۳۰) زنجی بن خالد (۳۱) داؤد بن عبدالرحمٰن (۳۲) فضیل بن عیاض (۳۳) عبداللہ بن مبارک (۳۴) ابو ہلال راسبی (۳۵) ہشام دستوائی (۳۶) عبدالوارث بن سعید (۳۷) عباد بن عباد (۳۸) معاذ بن معاذ (۳۹) بشر بن مفضل (۴۰) ازہر سمان (۴۱) غندر (۴۲) عبدالواحد بن زیاد (۴۳) عبدالرحمٰن بن مہدی (۴۴) عبدالوہاب بن عبدالمجید (۴۵) یحییٰ بن سعید قطان (۴۶) یحییٰ ابن سعید ابن ابان (۴۷) ابو اسحاق فزاری (۴۸) داؤد طائی (۴۹) دراوردی (۵۰) یزید بن ہارون (۵۱) علی بن عاصم (۵۲) عبداللہ بن بکر (۵۳) ابو البختری (۵۴) یحییٰ بن آدم (۵۵) ابو اسامہ (۵۶) یعلیٰ بن عبید (۵۷) محمد بن عبید (۵۸) جعفر ابن عون (۵۹) زید بن حباب (۶۰) ابو احمد زبیری (۶۱) واقدی قاضی بغداد (۶۲) قاضی عوفی (۶۳) معاویہ بن عمرو ازدی (۶۴) ہوذہ (۶۵) عبداللہ بن موسیٰ (۶۶) ابو عبدالرحمٰن مقری (۶۷) عبدالرزاق (۶۸) محمد بن عبداللہ الانصاری (۶۹) عبداللہ بن داؤد (۷۰) ابو عاصم نبیل (۷۱) ابو داؤد طیالسی (۷۲) ابو عامر عقدی (۷۳) ابو الولید طیالسی (۷۴) حبان بن ہلال (۷۵) بشر بن عمر زہرانی (۷۶) مطرف بن مازن (۷۷) حجاج انماطی (۷۸) مسلم بن ابراہیم (۷۹) موسیٰ بن مسعود (۸۰) عارم بن فضل (۸۱) ابو سلمہ (۸۲) معلی بن اسد (۸۳) ابو عمر حوضی (۸۴) ابن عائشہ (۸۵) عبداللہ بن مسلمہ قعنبی (۸۶) آدم عسقلانی (۸۷) عبداللہ صالح (۸۸) عفان بن مسلم (۸۹) خالد بن خداش (۹۰) بشر حافی (۹۱) علی بن الجعد (۹۲) عبدالمنعم (۹۳) ابو نعیم (۹۴) قبیصہ بن عقبہ (۹۵) حمیدی (۹۶) سلیمان بن حرب (۹۷) مسدد (۹۸) ابو الربیع زہرانی (۹۹) شہاب بن اسوار فزاری (۱۰۰) مرحوم عطار۔

عہ معارف میں اہل الرائے کے عنوان کے تحت میں صرف نو آدمیوں کے نام لکھے ہیں (۱) ابن ابی لیلیٰ (۲) ابو حنیفہ صاحب الرائے (۳) ربیعہ صاحب الرائے (۴) زفر صاحب الرائے (۵) اوزاعی (۶) سفیان ثوری (۷) مالک ابن انس (۸) قاضی ابو یوسف (۹) محمد بن حسن فقیہ (امام محمد)

اور جناب شاہ ولی اللہ صاحب "مصفیٰ شرح موطا" کے دیباچہ میں لکھتے ہیں
"باید دانست کہ سلف در استنباط مسائل و فتاوے بر دو وجہ بودند یکے آنکہ قرآن و احادیث و آثار صحابہ جمع می کردند و از آں جا استنباط می نمودند و ایں اصل راہ محدثین است و دیگر آنکہ قواعد کلیہ کہ جمعے از ائمہ تنقیح و تہذیب آں کردہ اند یاد گیرند بے ملاحظہ ماخذ آنہا پس ہر مسئلہ کہ وارد می شد جواب آں از ہماں قواعد طلب می کردند و ایں اصل راہ فقہاست"

شیخ ابو طالب مکی قوت القلوب میں بعنوان "ذکر ما احدث الناس من القول والفعل فیما بینھم مما لم یکن السلف" لکھتے ہیں "وقد ابتدع الناس علوماً لم تکن تعرف فیما سلف منھا علم الکلام والجدل وعلوم المقائیس والنظر والاستدلال علے سنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بادلۃ الرائے والمعقول ومنھا ایثار علم العقل والرائے والقیاس علے ظواھر القرآن وعلے الاخبار"

شمس العلما مولوی شبلی صاحب نعمانی اپنی کتاب "سیرۃ النعمان" میں اِس لقب اہل الرائے کی تحقیق اور وجہ تسمیہ کی نسبت لکھتے ہیں کہ "یہ لقب سب سے پہلے ربیعۃ الرائے (جو امام مالک کے اُستاذ اور شیخ الحدیث تھے) کو دیا گیا۔

میرے نزدیک اس اجمال کی کچھ زیادہ تفصیل کرنی مناسب تھی
پھر اسی موقع پر آپ لکھتے ہیں" علامہ ابو جعفر محمد بن جریر طبری نے قاضی ابو یوسف کے ذکر میں لکھا ہے کہ اہل حدیث میں سے ایک گروہ نے اُن کی روایت سے اِس بنا پر احتراز کیا ہے کہ اُن پر رائے غالب تھی اور فروع احکام کی تفریع کرتے اور ان باتوں کے علاوہ بادشاہ کی صحبت میں رہتے تھے اگر فروع احکام کا استنباط بھی جرم ہے تو بے شبہ امام ابو حنیفہ قاضی ابو یوسف سے زیادہ مجرم ہیں"
جناب موصوف نے علامہ ابو جعفر کے منقولہ تین وجوہ (غلبۂ رائے۔ فروع احکام کی تفریع - بادشاہ کی صحبت) میں سے صرف ایک ہی وجہ فروع احکام کی تفریع پر تعریض کرکے بقیہ دو وجوہ سے کچھ تعرض نہیں کیا۔

حالانکہ اہل حدیث اور اصحاب الرائے میں زیادہ وجہ اختلاف غلبۂ رائے ہے چنانچہ عبدالکریم شہرستانی کتاب "الملل والنحل" میں اصحاب الرائے کی وجہ تسمیہ کے بیان میں لکھتے ہیں " انما سموا اصحاب الرائے لان عنایتھم بتحصیل وجه من القیاس والمعنی المستنبط من الاحکام وبناء الحوادث علیها وھی بما یقدمون القیاس الجلی علی آحاد الاخبار وقد قال ابوحنیفه رحمة الله ھذا رائی وھوا حسن ما قدرنا علیه فمن قدر علی غیر ذلك فله ماری ولنا ما رأیناہ "

یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ اہل حدیث کے احتراز کی وجہ اہل الرائے سے تفریع پر تفریع ہے یعنی فروع احکام سے تفریع کرنی ورنہ اصول سے فروع احکام کی تفریع تو خود اہل حدیث ہی کرتے ہیں۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب اپنی لاجواب کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں " منھا انی وجدت بعضھم یزعم ان ھنالك فرقتین لا ثالث لھما اھل الظاھر واھل الرائے وان کل من قاس واستنبط فھو من اھل الرائے کلا والله بل لیس المراد بالرائے نفس الفھم والعقل فان ذلك لا ینفك من احد من العلماء ولا الرائے الذی لا یعتمد علی سنة اصلا فانه لا ینتحله مسلم البتة ولا لقدرة علی الاستنباط والقیاس فان احمد واسحق بل الشافعی ایضا لیسوا من اھل الرائے بالاتفاق وھم یستنبطون ویقیسون بل المراد من اھل الرائے قوم توجھوا بعد المسائل المجمع علیها من المسلمین او بین جمھورھم الی التخریج علی اصل رجل من المتقدمین وکان حمل النظیر علی النظیر والرد الی اصل من الاصول ولا تتبع الاحادیث والآثار والظاھری من لا یقول بالقیاس ولا بآثار الصحابة والتابعین کداؤد وابن حزم وبینھما المحققون من اھل السنة کاحمد واسحق۔

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی تقریر کی توضیح بطور مثال کے کر دی جائے۔

(۱) مسافر امام نے پوری نماز پڑھی قصر نہیں کی اور مقیم نے اُس کی اقتدا کی تو بنا بر قاعدہ کلیہ فقہا مقتدی کی نماز نہیں ہوئی۔ کیونکہ امام پچھلی دونوں رکعتوں

میں متنفل تھا اور چونکہ قوی کی بنا ضعیف پر ہو نہیں سکتی اس لئے مفترض کی نماز متنفل کے پیچھے جائز نہیں۔

اہل حدیث کے نزدیک مفترض مقتدی کی نماز متنفل امام کے پیچھے صحیح ہے اس لئے کہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ معاذ بن جبلؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عشا کی نماز پڑھ کر پھر اپنے محلہ کی مسجد میں جاکر امام ہوتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باوجود علم کے امامت سے منع نہیں فرمایا بلکہ مقتدیوں کی تکلیف کے خیال سے طویل سورہ کے پڑھنے سے منع فرمایا۔

(۲) نماز صبح ایک رکعت پڑھنے کے بعد سورج نکل گیا تو بنا بر قاعدہ کلیہ فقہا الحاق ناقص کا ساتھ کامل کے جائز نہیں اس لئے نماز نہیں ہوئی۔

اہل حدیث کے نزدیک بنا بر حدیث صحیح من ادرك ركعة من الفجر قبل ان تطلع الشمس فقد ادرك الفجر نماز ہو گئی۔

یہی حال ہے معاملات میں۔ مثلاً مبیع کی نسبت جب بائع نے کہہ دیا کہ ہم نے بیچا اور خریدار نے کہہ دیا کہ ہم نے خرید کیا۔ تو بنا بر قاعدۂ کلیہ فقہا خریدار اور بائع دونوں میں سے کسی کو واپس دینے یا لینے کا حق حاصل نہیں ہے کیونکہ ایسا کرنے سے اُس کا ابطال لازم آئے گا جو عقود سے پیدا ہوتا ہے اِسی لئے فقہا کے نزدیک بائع اور مشتری میں سے کسی کو فسخ بیع کا اختیار باقی نہیں رہتا۔

اہل حدیث کے نزدیک بفحوائے حدیث صحیح البیعان بالخیار ما لم یتفرقا وکانا جمیعًا صحیح مسلم جب تک بائع اور مشتری اُسی جگہ موجود ہیں دونوں کو واپس لینے اور دینے کا حق حاصل ہے۔ علی ہذا القیاس اِس قسم کے بہتیرے مسائل موجود ہیں جس سے اہل حدیث اور اہل الرائے میں صریح امتیاز موجود ہے۔

بایں ہمہ اسلاف محدثین ثقات اہل الرائے (جیسے ربیعۃ الرائے) سے اخذ روایت کرتے تھے۔

اور جس طرح حالات گرد و پیش کے اعتبار سے خاص خاص پریسیڈنسیوں میں خاص خاص مذہب کا رواج ہوا اندلس اور قرطبہ میں اہل حدیث کا مذہب بھی بڑے آب و تاب سے چمکا اور سلاطین مغرب میں یوسف بن عبد المومن اور یعقوب بن